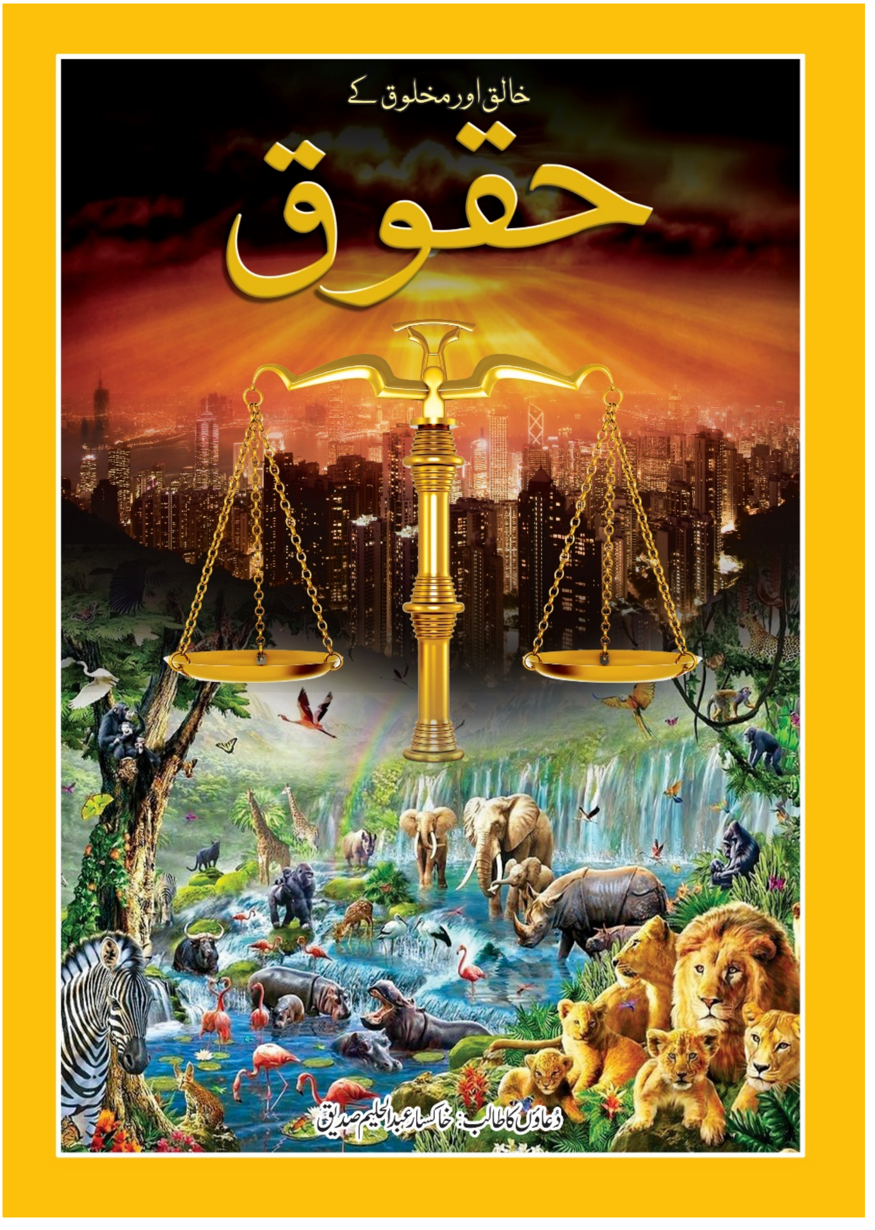
خالق اور مخلوق کے
حقوق
دُعاؤں کا طالب: خاکسار عبدالحلیم صدیقی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

میں اس کتاب کو اپنے والدین کے لئے وقف کرتا ہوں، یہ ان کے لئے صدقہ جاریہ (مستقل طور پر گناہوں کی بخشش اور درجات کی بلندی) کا سبب ہو۔ میں اللہ سبحانہ وتعالی سے دعا گو ہوں کہ وہ ان کے سارے گناہوں کو معاف فرمائے اور مجھے ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین۔

شکر گذاری

میں انٹرنیٹ پر لکھنے والوں کا تہِ دل سے شکر گزار ہوں، مجھے اُن کی اور علماء حق کی کاوشوں کی وجہ سے اس کتاب کو لکھنے میں آسانی ہوئی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اُن کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے اور اُن کے صغیرہ و کبیرہ گناہوں کو معاف کرے۔ آمین!

فہرست

نمبر	مضمون	صفحہ
1	پیش لفظ	4
2	حقوق کا تعارف	10
3	اللہ کے حقوق	20
4	مخلوق کے حقوق	24
5	والدین کے حقوق	24
6	بچوں کے حقوق	26
7	میاں بیوی کے حقوق	28
8	بھائی بہن اور رشتے داروں کے حقوق	34
9	پڑوسیوں کے حقوق	36
10	یتیموں کے حقوق	40
11	بے سہاروں، راہ گیروں، مساکین وغیرہ کے حقوق	41
12	ذہنی طور پر اور معذور افراد کے حقوق	43
13	مزدوروں اور غلاموں کے حقوق	46
14	ساتھیوں کے حقوق	48
15	طلبہ کے حقوق	49
16	اساتذہ، اسکالر وغیرہ کے حقوق	50
17	ڈاکٹر اور مریض کے حقوق	51
18	جج/مدعی کے حقوق	53
19	ہمارے جسم، خورک اور پانی کے حقوق	57
20	ہماری روح کے حقوق	59
21	غیر مسلموں کے حقوق	60
22	شہریوں کے حقوق	63
23	ریاست کے سربراہ کے حقوق	67
24	ریاست کے حقوق	68
25	سفیروں کے حقوق	69
26	غیر جنگجو دشمن کے حقوق	70
27	جنگجو دشمن کے حقوق	70
28	جانوروں کے حقوق	72
29	مسجد، اسکول، اسپتال وغیرہ کے حقوق	74
30	گزرگاہوں، گلیوں، کالونیوں کے حقوق	74
31	منڈی، خریدار اور فروخت کنندہ کے حقوق	75
32	درختوں کے حقوق	78
33	ماحولیات کے حقوق	79
34	میرا تبصرہ، دو نظمیں	80

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

میں پیش لفظ لکھنے سے پہلے دو اہم مسئلوں کی وضاحت کرنا چاہوں گا۔ پہلا مسئلہ جس میں شیطان نے انسانوں کو گمراہ کیا ہے، وہ ہے اللہ سے محبت۔ اِسے میں ایک مثال سے سمجھاتا ہوں، فرض کریں ہمارا دنیاوی محبوب کہیں کھو جاتا ہے اور ہمیں بالکل علم نہیں کہ وہ کہاں ہے۔ اگر ہمارا محبوب ایک پیامبر کو ہمیں اپنا پتہ بتانے کے لیے بھیجتا ہے، وہ پیامبر ہمیں بہت عزیز ہوگا کیونکہ ایک وہ محبوب کا کوئی خاص بندہ ہے اور دوسرا اس وجہ سے کہ اُس نے ہمیں اُس کا پتہ بتایا ہے۔ قاری سے میرا سوال ہے، کیا پیامبر ہمیں اپنے محبوب سے زیادہ عزیز ہوگا؟ اس کا جواب ہوگا نہیں، اور اگر ہم اُسے زیادہ عزیز بنا لیتے ہیں تو ہم منافق (مشرک) ہیں۔ انسانیت کا محبوبِ حقیقی اللہ ہے، جو ہم سے ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے۔ اُس نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اپنا اور فلاح کا راستہ بتانے کے لیے بھیجے۔ بدقسمتی سے شیطان، انسانی شیاطین کی مدد سے برگزیدہ ہستیوں (پیغمبر، ولیوں وغیرہ) کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے جس کی وجہ سے ہم اُنھیں اپنا محبوبِ حقیقی بنا لیتے ہیں۔ اِس طرح وہ ہمیں صراطِ مستقیم سے ہٹانے میں ہمیشہ کامیاب رہا ہے۔ نتیجتاً انسانوں کی ایک بڑی اکثریت جہنم کا ایندھن ہو گی۔ اسی لیے اللہ آیت (2:165) میں کہتا ہے: (مگر وحدتِ خداوندی پر دلالت کرنے والے اِن کھُلے کھُلے آثار کے ہوتے ہوئے بھی) کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر اور مدِّمقابل بناتے ہیں اور ان کے ایسے گرویدہ ہیں جیسی اللہ کے ساتھ گرویدگی ہونی چاہیے۔ حالانکہ ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔ کاش، جو کچھ عذاب کو سامنے دیکھ کر انہیں سوجھنے والا ہے وہ آج ہی ان ظالموں کو سوجھ جائے کہ ساری طاقتیں اور سارے اختیارات اللہ ہی کے قبضے میں ہیں اور یہ کہ اللہ سزا دینے میں بھی بہت سخت ہے۔ دوسری اہم بات جس کا میں تذکرہ کرنا چاہتا ہوں وہ حقوق العباد ہیں، جس کے بارے میں ہم غفلت میں پڑے ہوئے ہیں (یہ میرا موضوعِ سخن بھی ہے)۔ اِس کو بھی میں ایک مثال سے سمجھاتا ہوں۔ فرض کریں میں آپ کے بچے کو مارتا اور ڈانٹتا ہوں، جسے آپ بہت پیار کرتے ہیں، آپ کے جذبات کیا ہوں گے؟ ظاہر ہے، آپ کو بہت غصہ آئے گا؛ جبکہ آپ کی محبت ماں کی محبت کی ایک تہائی کے برابر ہے، اور اگر میں آپ کے بچے کو پیار کروں یا اُس کے ساتھ شفقت کے ساتھ پیش آؤں، تو آپ کو بہت اچھا لگے گا اور آپ کے دل میں میرے لیے اچھے جذبات پیدا ہوں گے۔ اسی طرح جب ہم اللہ کی مخلوق پر زیادتی کرتے ہیں، جسے وہ ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے، تو وہ لازماً ہم سے ناراض ہوگا، اور اگر ہم اُس کی مخلوق کی دیکھ بھال کریں اور اُس سے پیار کریں تو وہ ہم سے خوش اور راضی ہوگا۔ عبد اللہؓ ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا: مخلوقات اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہیں پس لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ شخص وہ ہے، جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ یہ وہی تصور ہے جو عیسائیت میں آسمانی باپ کا ہے''۔ عَن عبد الله قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْخَلْقُ عِيَالُ اللهِ فَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللهِ مَنْ أَحْسَنَ إِلَى عِيَالِهِ۔ مشكاة المصابيح باب الشفقة والرحمة، حديث: 4998۔ میرا سوال ہے کہ بادشاہ کی اولاد کو ہم کیا کہتے ہیں؟ ہمارا جواب ہوگا شہزادے شہزادیاں۔ اگر ضرورت کے وقت ہم اُن کی مدد کریں (کہیں پھنس گئے ہوں)، تو

بادشاہ ہمیں اُس سے کہیں زیادہ نوازے گا، اور اگر ہم اُنھیں نقصان پہنچائیں، تو ہم ایک بڑی مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ اسی طرح مفلس اور یتیم ربِّ کائنات کا کنبہ ہیں، وہ افضل شہزادے شہزادیاں ہیں۔ اگر ہم اُن کی مدد کریں، اُن کی دیکھ بھال کریں، تو ربِّ کائنات ہمیں بہت زیادہ نوازے گا، اور اگر ہم اُنھیں نقصان پہنچائیں تو ہمیں ہمیشہ ہمیشہ کی سزا کا سامنا ہو گا۔ اِس کی اہمیت کو سمجھانے کے لیے میں دو کہانیاں بیان کروں گا۔ آج مجھے ایک واٹس ایپ میسج موصول ہوا، اِس میں ایک عالم نے ایک قصّہ بیان کیا جس میں ایک شخص کے پاس نبیؐ خواب میں آئے اور اُسے کہا کہ تم مکہ جاؤ اور فلاں شخص کو کہنا کہ وہ جنتی ہے۔ اُسے وہ خواب متواتر تین دن آیا۔ اُس نے اپنا سامان باندھا اور مکہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ عمرہ کرنے کے بعد اُس آدمی کے بارے میں پوچھنا شروع کیا۔ اُسے لوگوں نے کہا تم ایک شریف آدمی ہو، تم اُس سے کیوں ملنا چاہتے ہو۔ اُس کے اصرار پر وہ اُسے اُس کے گھر لے گئے۔ اس نے اُس کا دروازہ کھٹکھٹایا، تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی باہر آیا، اُسے تعجب ہوا کہ وہ دین دار آدمی نہیں لگ رہا تھا۔ اُس نے اُس سے دریافت کیا کہ کیا وہ فلاں بن فلاں ہے۔ اُس نے کہا ہاں، بتاؤ کیا کام ہے؟ اُس شخص نے اُسے اپنے خواب کے بارے میں بتایا کہ نبیؐ نے اُسے حکم دیا تھا کہ تمھیں بتاؤں کہ تم جنتی ہو۔ وہ شخص سر پر ہاتھ رکھ کر زمین پر بیٹھ گیا، اُس نے استفسار کیا تمھیں یقین ہے کہ میرے بارے میں کہا تھا؟ اُس شخص نے کہا کہ نبی محترمؐ نے یہی کہا تھا۔ پھر اُس نے اُس سے پوچھا کہ اُس کا وہ کونسا عمل ہے جس کی بنا پر اُسے یہ اعزاز ملا۔ وہ کہنے لگا میں شاذونادر ہی نماز پڑھتا ہوں، خانہ کعبہ میرے نزدیک ہے، میں وہاں کبھی گیا ہی نہیں۔ پیغام رساں نے اُسے اپنے دماغ پر زور دینے کو کہا۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد وہ کہنے لگا مجھے کوئی نیک عمل یاد نہیں آرہا سوائے ایک کے۔ وہ کہنے لگا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، میں نے اُسے اور اُس کے بچوں کو بہت کسمپرسی کی حالت میں دیکھا، اُس وقت میں نے عہد کیا کہ میں جو چیز اپنے بچوں کے لیے لاؤں گا اُس کا نصف انہیں دوں گا، جو میں اب تک کر رہا ہوں (اللہ کے کنبہ کی دیکھ بھال)۔ اُس شخص نے غسل کیا نئے کپڑے پہنے اور حرم میں نماز پڑھنے کے لیے چلا گیا، چوتھی رکعت میں سجدہ کی حالت میں وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔ سبحان اللہ! اُس عالم نے مزید کہا، **داڑھی، نماز، روزے ہمیں جنت میں نہیں لے جا سکتے**، ایمان کے بعد اچھے انسانی اخلاق (مخلوق کے حقوق) ہمیں جنت کا باسی بنا سکتے ہیں۔ دوسرا قصّہ میری کتاب ''میرا سوہنا ربّ'' میں درج ہے، جس کا لُبِ لُباب یہ ہے کہ ایک نیک شخص نے حج کیا اور اللہ سے دعا کی کہ اُسے بتائے کہ کتنے لوگوں کا حج قبول ہوا۔ خواب میں اُسے بتایا گیا کہ ایک شخص کا حج قبول ہوا ہے اور اُس نے حج بھی نہیں کیا۔ وہ اُس شخص کے گھر گیا اور اُس سے دریافت کیا کہ وہ کونسا عمل ہے جس کی وجہ سے بغیر حج کئے اُس کا حج قبول ہو گیا۔ وہ کہنے لگا کہ میں نے حج پر جانے کے لیے پیسے جمع کیے تھے کہ میرا بیٹا بیمار ہو گیا۔ حکیم صاحب نے کہا اُسے گوشت کھلائیں۔ جب میں گھر پہنچا تو مجھے اپنے ہمسائے کے گھر سے گوشت پکنے کی خوش بو آئی، میں نے دروازہ کھٹکھٹا کر کہا کہ کچھ گوشت میرے گھر بھیج دو۔ ہمسایہ کہنے لگا کہ یہ گوشت میرے بچوں کے لیے حلال ہے اور تمہارے بیٹے کے لیے حرام۔ استفسار کرنے پر اُس نے بتایا کہ اُس کے بچے تین دن سے بھوکے تھے، یہ ایک مردار کا گوشت ہے۔ میں نے حج کے پیسے اُسے دے دیے (مخلوق کے حقوق)۔ اسی لیے اللہ نے کہا ہے کہ وہ دو چیزیں معاف نہیں کرے گا: ۱) شرک و کفر، جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اُسے اپنا ربّ ماننے سے انکار ہے۔ 2) مخلوق کے حقوق، جو مظلوم ہی معاف کر سکتا ہے، باقی رہا حقوق اللہ کا سوال، وہ جسے چاہے معاف کر دے۔ قرآن

کی آیات اور نبیؐ کی احادیث ہمیں بتاتی ہیں کہ یومِ جزا ہم سے دس خوف ناک سوال کئے جائیں گے۔ اللہ قرآن میں کہتا ہے: ہم لازماً اُن اقوام سے سوال کریں گے جن کے پاس نبی بھیجے گئے، اور ہم نبیوں سے بھی سوال کریں گے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ یومِ جزا کہے گا: "روک لو اِن کو، اِن سے سوال جواب ہونا ہے"۔ یہ سوالات ہمیں پہلے بتا دیئے گئے ہیں۔ اِس سے فائدہ وہی لوگ اُٹھا سکیں گے جو آخرت کی فکر اور آخرت میں اپنے اعمال کے نتائج سے خوف زدہ ہیں۔ اللہ آیت (67:28) میں نبیؐ کو کہتے ہیں کہ ان سے کہو، کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ اللہ خواہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر رحم کرے، کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچائے گا؟ ایمان والے جانتے ہیں کہ اللہ چاہے ہمیں معاف کر دے یا ایک مخصوص مدت کے لیے عذاب دے دے، لیکن مشرک اور کافروں کے لیے نہ ختم ہونے والے عذاب کا وعدہ ہے۔ اُس دن ہر ذی روح اللہ کی عدالت میں جواب دہی کے لیے حاضر ہو گا۔ ہمارے پیارے نبیؐ نے ہمیں چند سوال بتائے ہیں جن کا ہم نے اللہ کی عدالت میں جواب دینا ہے۔ اے لوگو، یہ دنیا کا امتحان پہلا اور آخری ہے، یہ دوبارہ نہیں لیا جائے گا۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا، "اللہ کے دربار میں سب سے پہلا جو سوال کیا جائے گا وہ نماز کے بارے میں ہو گا۔ اگر نماز کامل ہے تو اُس کے باقی اعمال بھی کامل ہوں گے، وہ کامیاب ہو گا اور فلاح پائے گا، اور اگر نماز میں کمی ہو گی تو وہ ناکام ہو گا۔ البتہ، اگر اُس کی فرض نمازوں میں کمی ہے تو اللہ فرشتوں کو کہے گا کہ اِس کی اختیاری (سنت ونوافل) نمازوں کو دیکھو، جس سے اُس کی فرض نمازوں کی کمی کو پورا کیا جا سکے۔ نماز کے بارے میں سوالات خوف ناک حد تک مفصل اور درست ہوں گے؛ ہم سے ہمارے وضو، رکوع، سجدہ اور خشوع کے بارے میں پوچھ گچھ ہو گی۔ ہم سے نمازوں کی ادائیگی کے اوقات کے بارے میں پوچھ گچھ ہو گی۔ نبیؐ نے یہ بھی فرمایا کہ باقی اعمال کا اسی طرح حساب کتاب ہو گا۔ اے اللہ ہم پر رحم فرما۔ آمین!

اگلا سوال دنیا کی زندگی میں جن نعمتوں سے ہم لطف اندوز ہوئے ہیں اُن کے بارے تفصیل سے پوچھ گچھ ہو گی۔ اللہ آیت (102:8) میں کہتا ہے: پھر ضرور اُس روز تم سے اِن نعمتوں کے بارے میں جواب طلبی کی جائے گی۔ قتادہ بن نعمانؓ کہتے ہیں: "اللہ ہر اُس شخص سے جو اُس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوا ہے، سوال کرے گا۔ نبیؐ کے مطابق تھوڑی سی کھجور، تھوڑا سا پانی، چھوٹا سا گوشت کا ٹکرا، وغیرہ کا شمار نعمتوں میں ہوتا ہے، اور ہم اُس کے لیے جوابدہ ہیں (ترمذی)۔ اکیسویں صدی کی نعمتوں کا حساب کیسے دیں گے؟ جہاں ہم کھانے پینے کی چیزوں کی فراوانی، بجلی، گرمائش دینے والی چیزیں، مواصلاتی نظام، سفری سہولتیں اور آرائش وزیبائش کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ہمارے اعضاء، ہمارا جسم، ہمارے حواس خمسہ وغیرہ سے لطف اندوزی کے بارے میں کیا خیال ہے (TV, Mobiles, Computers etc.)؟ ہم سے نچلی سطح تک ہر نعمت کے بارے میں سخت اور تفصیلی سوال جواب ہوں گے (اے اللہ، ہم پر رحم کرنا)۔ ہمیں سوال نمبر 3،4،5،6،7 کے بارے میں ایک حدیث بتاتی ہے، جو ہماری زندگی، جوانی، مال، علم اور عمل کے بارے میں ہوں گے۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: "کوئی شخص اللہ کی عدالت سے ہل نہیں سکے گا، جب تک اُس سے یہ پانچ سوال نہ پوچھ لئے جائیں گے۔ 3) ہم سے ہماری زندگی کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ وہ ہم نے کیسے گزاری۔ 4) ہم سے ہماری جوانی کے بارے میں سوال ہو گا کہ وہ کیسے گزاری۔ 5) دولت کیسے کمائی اور کیسے خرچ کی۔ 6) ہم نے علم کیسے حاصل کیا اور 7) اُس پر کتنا عمل کیا (ترمذی)۔ مختصراً یہ وہ ہے جس پر ہمارا ایمان تھا اور

جس کے مطابق ہم نے اپنی زندگی گزاری اور فوت ہوئے؟(انّاللہِ و انّا الیہ راجعون،اے اللہ، ہم پر رحم فرمانا)! سوال نمبر 8 ہمارے اعضاءاور حواس خمسہ کے بارے میں ہو گا جو اللہ نے ہمیں عطا کئے ہیں۔اللہ تعالیٰ کہتا ہے: "اُس چیز کی پیروی نہ کرو جس کے بارے میں تمہارے پاس کوئی علم نہیں۔ یاد رکھیں، جو ہم دیکھتے اور سنتے ہیں اور جو ہمارے دل میں ہے، اُس کے لیے قیامت والے دن ہم جوابدہ ہوں گے" (اے اللہ ہم پہ رحم کر اور معاف کر دے)۔ابو سعید الخدریؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: 9)اللہ بندے سے یوم جزا پوچھے گا، "کیا وجہ ہے کہ تو نے اپنے سامنے بُرائی ہوتے ہوئے دیکھی اور کچھ نہ کیا؟ نبیؐ نے فرمایا، اگر اللہ اُسے بولنے کی اجازت دے تو وہ کہے گا، "اے اللہ مجھے تجھ سے اُمید تھی اور میں لوگوں سے ڈرتا تھا (احمد، ابن ماجہ)۔ایک اور روایت میں نبیؐ نے فرمایا: کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ خوف کی وجہ سے حق بات کہنے سے رُک جائے۔ انّاللہ! 10)اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمارے سارے اعمال کے بارے میں ہم سے پوچھ گچھ کرے گا، اللہ کہتا ہے: اے نبیؐ، تیرے ربّ کی قسم ہم سب سے اُن اعمال کے بارے میں پوچھیں گے جو وہ کرتے رہے ہیں۔ابو بکرہؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے حجۃالوداع کے موقع پر خطبہ میں کہا تھا، **"تم اپنے ربّ سے ملو گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا"** (اے اللہ ہم پر رحم کرنا)۔ اکثر خوفزدہ کرنے والے سوال حقوق العباد (مخلوق کے حقوق) کے بارے میں ہوں گے۔

ہمیں تو یہاں آخرت کی تیاری کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے، لہٰذا مخلوق کے معاملات میں اللہ سے ڈرتے ہوئے ہمیں اپنی زندگی کو اِس طرح گزارنا چاہیے تھا کہ معاشرے پر انصاف کے حوالہ سے مثبت اثرات چھوڑ کر جائیں۔ اگر پچھلی قوموں کے بارے میں تاریخ کا مطالعہ کریں، اِن کہانیوں میں ہمارے لیے ایک سبق ہے۔اُن میں اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جن کی ساری توانائی اِس فانی دنیا کو بنانے پر خرچ ہوئی، اُن کے پاس زیادہ دولت تھی، زیادہ بچے تھے، جسمانی طور پر مضبوط اور طویل العمر تھے۔ آج وہ سب تاریخ کا حصہ ہیں۔ان کی کہانیاں افسانوی لگتی ہیں، خوش قسمتی سے آثار قدیمہ اُن کے وجود کی تصدیق کرتے ہیں، اور سب سے اہم اللہ کی کتابیں ہماری ہدایت کے لیے اِن کا ذکر کرتی ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ ایک دن ہماری زندگی نے ختم ہونا ہے، اور ہم بھی تاریخ کا حصہ ہوں گے، کیونکہ اللہ کے سوا کوئی ابدی نہیں ہے۔ قرآن آیت (55:26-27) کہتی ہے: ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے۔اور صرف تیرے ربّ کی جلیل و کریم ذات ہی باقی رہنے والی ہے۔

ہمیں اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اخلاقی صفات میں مہارت حاصل کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ آیت (2:138) میں کہتا ہے: کہو: ''اللہ کا رنگ اختیار کرو اس کے رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ ہو گا؟ اور ہم اسی کی بندگی کرنے والے لوگ ہیں۔'' جو لوگ اِن صفات کو اپنا لیں گے وہ جنت کے باسی ہوں گے۔ میری رائے میں سماجی انصاف میں مہارت حاصل کرنے کی وجہ سے جنتی آپس میں پیار و محبت سے رہیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ایک دوسرے کے حقوق پر بہت زیادہ زور دیتا ہے۔ حقوق کو دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، خالق کے حقوق اور مخلوق کے حقوق۔ نبیؐ نے صحابہ سے پوچھا، "کیا تمہیں معلوم ہے کہ خالق کا ہم پر کیا حق ہے؟ صحابہ کہنے لگے اللہ اور اللہ کے نبی بہتر جانتے ہیں۔ نبیؐ نے فرمایا کہ اُس اکیلے اللہ کی عبادت (داتا، حاجت روا، مشکل کشاء ماننا) کی جائے۔ پھر آپؐ نے پوچھا، مخلوق کا اللہ پر کیا حق ہے؟ صحابہ نے پھر کہا

اللہ اور اللہ کے نبیؐ بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے کہا، اگر وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں تو وہ اُنھیں یومِ جزا معاف کر دے گا۔ یہاں میں ایک بات واضح کر دوں کہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ دو چیزیں معاف نہیں کرے گا، شرک اور مخلوق کے حقوق جو مظلوم ہی معاف کر سکتا ہے۔ نبیؐ نے صحابہ سے کہا کہ اللہ بے نیاز ہے، اگر ہم اُس کی عبادت کرتے ہیں تو اُس سے اُس کا رتبہ بلند نہیں ہوتا، کیونکہ وہی رتبہ ہے، بلکہ خالق کے حقوق اِس لیے ہیں کہ یہ ہمارے دل میں اُس کی مخلوق کے حقوق کا خوف ڈال دے۔ میری رائے میں اللہ کے حقوق پورے کرنا واجب ہے، چونکہ اللہ الرحیم ہے وہ اپنے حقوق جس کے لیے چاہے معاف کر دے، لیکن حقوق العباد کے معاملہ میں وہ بہت سخت ہے۔ آئیں اپنے آپ سے ایک سوال پوچھتے ہیں، کس نے مخلوق کے حقوق مقرر کیئے؟ ظاہر ہے، اللہ نے! لہٰذا، دوسروں کے حقوق غضب کرنا انتہائی گھناؤنا جرم ہے۔ جو شخص دوسروں کے حقوق کا لحاظ نہیں کرتا وہ کنگال ہے۔ ایک حدیث جو ابوہریرہؓ سے مروی ہے، اُس میں نبیؐ نے اپنے صحابہ سے سوال کیا، "**کیا تمہیں معلوم ہے کہ مفلس کون ہے**"؟ صحابہ نے کہا وہ **شخص جس کے پاس مال دولت اور جائیداد نہیں ہے۔** آپؐ نے فرمایا، "**میری اُمت کا اصل مفلس وہ ہے جو یومِ جزا بہت زیادہ نمازیں، روزے اور خیرات لے کر آئے گا، (وہ اپنے آپ کو کنگال پائے گا، کیونکہ اُس دن اُس کے سارے اعمال اُن لوگوں کو معاوضے میں دے کر ختم ہو جائیں گے) جن کو اُس نے حقیر جانا، بدنام کیا، جن کی دولت کو غیر قانونی طور پر کھایا، خون بہایا اور جن کو مارا پیٹا وغیرہ؛ لہٰذا، اُس کے اچھے اعمال متاثرین کے کھاتے میں جمع کر دیے جائیں گے۔ لوگوں کے حقوق پورے کرتے ہوئے اُس کے نیک اعمال کم پڑ جائیں گے، اب اُن کے گناہ اُس کے کھاتے میں ڈال دیئے جائیں گے اور اُسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا** (مسلم)۔ اسی لئے امام شافعی کہا کرتے تھے، "خوش بختی ہے اُس کے لیے جو حقوق العباد میں پاس ہو گیا اور اُس کے باقی ماندہ گناہ مر گئے (حقوق اللہ)۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا، قرض نہیں چھوڑا، اور نہ لوگ اُس کو بد دعائیں دیتے تھے (اُس نے کسی پر زیادتی نہیں کی)۔ اللہ نے چاہا اپنے حقوق میں کمی کو وہ معاف کر دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ سفیان التھاوی کہا کرتے تھے، میری خواہش ہے کہ قیامت والے دن مجھے صرف اللہ سے معاملہ طے کرنا پڑے (کیونکہ اس کی رحمت ہر چیز پر غالب ہے)۔ اسلام کی معاشرتی بنیادیں دو اصولوں پر قائم ہیں، 1) خالق کے حقوق اور 2) مخلوق کے حقوق۔ خالق کے حقوق کے بارے میں بحث کرنے کے بعد، میں تمام رشتہ دار اور غیر رشتہ دار کے حقوق پر تبادلہ خیال کروں گا۔ میں اپنے پیش لفظ کو اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو حدیثوں اور علامہ اقبال کے ایک شعر کے ساتھ ختم کروں گا۔ پہلی حدیث میں نبیؐ نے صحابہ سے کہا: "**کیا میں تمہیں وہ صفت نہ بتاؤں جس کی وجہ سے اللہ لوگوں کے درجات بلند کرتا ہے**"؟ صحابہ نے کہا، "**ضرور**"۔ تب نبیؐ نے فرمایا، "**صبر کرو جب کوئی تم سے جاہلانہ طور پر پیش آئے، معاف کر دو اُسے جو تم سے غیر منصفانہ سلوک کرے، اُسے دو جس نے تمہیں محروم کیا ہو، اور اپنی سماجی ذمہ داریوں کو پورا کرو اُن رشتہ داروں کے ساتھ جو تمہارے ساتھ بُرا کر رہے ہوں**"۔ نبیؐ نے یہ بھی فرمایا: "**اللہ نے مجھے نو صفات اپنانے کا حکم دیا ہے: 1) اللہ سے ڈروں ظاہر میں اور تنہائی میں؛ 2) حق بات کہوں چاہے غصہ میں ہوں یا خوش؛ 3) میانہ روی اختیار کروں غریبی میں بھی اور امیری میں بھی؛ 4) اُن رشتہ داروں سے رشتہ جوڑوں جو رشتہ توڑ رہے ہیں؛ 5) اُن کو دوں جنھوں نے مجھے محروم کیا؛ 6) اُس کو معاف کروں جو مجھ سے ناانصافی کریں؛ 7) جب میں تنہا ہوں تو سوچ بچار کروں، کردار کی عکاسی کروں،**

بات کرتے وقت اللہ کو یاد رکھوں، جو میں دیکھتا ہوں اُس سے سبق سیکھوں؛8) اچھائی کا حکم دوں؛ اور 9) بُرائی سے منع کروں"۔ اے اللہ ہم تجھ سے دعا گو ہیں، جن سے تو ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے، ہمارے دلوں کو نرم کر دے تا کہ ہم اُن سے پیار کرنا اور اُن کا خیال رکھنا شروع کریں۔ آمین!

جب میں یہ کتاب لکھ رہا تھا، اُس وقت نیوزی لینڈ کی دو مساجد میں فائرنگ کا واقعہ پیش آیا۔ یہ ہم مسلمانوں کے لیے بہت غم کا وقت تھا، اللہ مقتولین کو شہادت کا رتبہ دے اور زخمیوں کو جلد شفا دے۔ آمین! ایک عصبیت زدہ شخص نے یہ حملہ کیا تھا جس کے دماغ کو Zionist میڈیا نے پراگندہ کیا ہوا تھا، میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ اُس کو ہدایت دے، اور وہ قرآن کو سمجھ کر پڑھے تا کہ اُسے پتا چلے کہ اسلام کیا کہتا ہے۔ اسی طرح جورن وان کلاورن، ایک ہالینڈ کا متعصب ایم پی تھا اور اسلام مخالف سیاسی لیڈر جیرٹ وائلرز کا دستِ راست تھا، جو مسلمانوں کا انتہائی مخالف ہے، اور وہ ہماری محبوب شخصیت محمدؐ کے کارٹون بنانے والوں کے ساتھ صفِ اول میں ہوتا تھا۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ وہ اسلام کے خلاف ایک کتاب لکھے گا، قرآن کا مطالعہ کرنے کے بعد اُسے اسلام کی حقانیت کا احساس ہوا، اور وہ مسلمان ہو گیا۔ ان شاءاللہ اُمت کے لیے وہ ایک اثاثہ ہو گا۔ میں نیوزی لینڈ کے وزیر اعظم جیکنڈا آرڈن کی تعریف کرنا چاہوں گا کہ جس مثبت طریقے سے اُس نے مسلمانوں کی اشک شوئی کی۔ اللہ اُسے اور اُس کے خاندان کو دنیا و آخرت میں کامیابی عطا کرے۔ آمین!

اللہ آیت (5:82) میں کہتا ہے: تم اہل ایمان کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پاؤ گے، اور ایمان لانے والوں کے لیے دوستی میں قریب تر اُن لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے کہا تھا کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ ان میں عبادت گزار عالِم اور تارک الدنیا فقیر پائے جاتے ہیں اور اُن میں غرورِ نفس نہیں ہے۔ اپنے عیسائی بھائیوں کو قرآن کریم پڑھنے کی ترغیب دینے کے لیے میں قرآن کی کچھ آیات کا ترجمہ لکھ رہا ہوں جو اہلِ کتاب، پچھلی کتابوں، عیسیٰؑ، اُن کی والدہ حضرت مریمؑ کا ذکر کرتی ہیں۔ میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ یہ ہمارے عیسائی بھائیوں کو قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کی ترغیب دے۔ ساتھ ہی میں اُن سے گذارش کروں گا وہ انجیل کو بھی سمجھ کر پڑھیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقوق کا تعارف

مخلوق کے حقوق اللہ نے مقرر کیئے ہیں، کسی بادشاہ یا قانون ساز اسمبلی نے نہیں۔ لہٰذا، اللہ کی طرف سے دیئے گئے حقوق میں نہ تو ترمیم کی جاسکتی ہے، نہ اُنہیں منسوخ کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی واپس لیا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آیت (5:44) میں کہتا ہے: جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔ اللہ نے جو حقوق واضح کیئے ہیں وہ ابدی ہیں۔
نبیؐ نے اپنے آخری خطبہ میں انسانی خون، عزت، پیسے اور زندگی کی حرمت کو بیان کیا تھا۔ آپؐ نے اس بات پر بھی زور دیا تھا کہ تمام لوگوں کے درمیان مساوی سلوک کریں، چاہے وہ افراد ہوں یا گروہ، لوگ ہوں یا قبائل، حاکم ہوں یا رعایا، گورنر ہوں یا جن کو گورن کیا جارہا ہے۔ آپؐ کا فرمان اس بات پر بھی زور دیتا ہے کہ عرب اور غیر عرب، سفید اور سیاہ فام، حکمرانوں اور رعایا کے درمیان قانون میں نہ کوئی حد بندی ہوگی اور نہ تفریق۔ آپؐ نے فرمایا: "اے لوگو! بے شک تمہارا ربّ ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ تم سب آدمؑ کی اولاد ہو، اور آدم کو مٹی سے بنایا گیا تھا۔ بے شک اللہ کی نظر میں تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے نیک ہے۔ عرب کو غیر عرب پر فوقیت نہیں اور نہ ہی غیر عرب کو عرب پر ماسوائے تقویٰ کے۔ اس کی ایک مثال قائم ہوئی جب ابوذرؓ کو اس بات پر غصّہ آیا کہ بلالؓ (ایک سابق غلام) نے اُن کی رائے کے ساتھ اختلاف کیا، تو اُنھوں نے بلالؓ کو کہا "تم بلال ایک سیاہ فام عورت کے بیٹے..."۔ بلالؓ نے اس واقعہ کی شکایت نبیؐ سے کی۔ نبیؐ، ابوذرؓ سے ناراض ہوگئے، اور جب ابوذرؓ آپؐ سے ملنے کے لیے آئے تو آپؐ نے اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔ ابوذرؓ نے کہا، "کچھ تو لازمی ایسا ہوا ہے جس کی وجہ سے آپؐ نے اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا"۔ نبیؐ نے فرمایا: "تم میں اب بھی جاہلیت کی علامات پائی جاتی ہیں، کیا تم نے بلالؓ پر اُس کی والدہ کے بارے میں طنز کیا تھا"؟ پھر آپؐ نے کہا: "اُس ذات کی قسم جس نے محمدؐ پر کتاب نازل کی، ایک کی دوسرے پر فضیلت عمل کی وجہ سے ہے اس کے علاوہ تم سب برابر ہو"۔ ابوذرؓ بلالؓ کو تلاش کرنے نکل پڑے، مل جانے پر ابوذرؓ نے اپنا سر زمین پر رکھا اور بلالؓ کو اس پر پاؤں رکھنے کو کہا۔ بلالؓ نے انہیں اٹھایا اور دونوں ایک دوسرے سے بغل گیر ہوگئے۔
آپؐ نے اپنے آخری خطبہ میں یہ بھی کہا تھا کہ "... بیشک تمہارا خون اور مال ایک دوسرے کے لیے اُتنا ہی مقدس ہے جتنا یہ دن، یہ مہینہ، یہ تمہارا شہر، اُس دن تک، جس دن تم اپنے ربّ سے ملو گے.."۔ نبیؐ نے یہ بھی کہا، "ظلم کرنے سے بچو، کیونکہ ظلم یومِ جزا گھپ اندھیرے میں بدل جائے گا"۔ جب کوئی شخص ظلم کرتا ہے، تو وہ اپنے دل میں تاریکی بھر کر، اپنی آخرت کو تاریک کردیتا ہے، یعنی ظالم امتحان میں فیل ہو کر اپنی عاقبت گنوادیتا ہے۔ **وقد خاب من حمل ظلما۔**
جب ہم قرآن میں اُن آیات کا مطالعہ کرتے ہیں جہاں اللہ انسانیت سے مخاطب ہوتا ہے، وہ آیات عام طور پر مخلوق کے حقوق کے بارے میں ہیں۔ اسی طرح، نبیؐ کا آخری خطبہ حقوق کے ضابطے بیان کرتا ہے، جن میں خون، عزت، مال وغیرہ کی حرمت سب سے نمایاں ہیں۔ اسلام میں اللہ کے حقوق اور مخلوق کے حقوق ہمارے دین کے دو اہم ستون ہیں۔ ایک حدیث میں نبیؐ نے فرمایا کہ اللہ کفر، شرک اور مخلوق کے حقوق معاف نہیں کرے گا (یہ مظلوم ہی معاف کرسکتا ہے)۔ کسی

نے مجھ سے سوال کیا، اگر کوئی کافر یا مشرک ایک اچھے اخلاق کا شخص ہو، کیا اُسے معاف نہیں کیا جائے گا؟ میں نے اُس سے پلٹ کر سوال کیا، اگر ہم ایک انسانی بادشاہ (محدود اختیار والے) کو جا کر ملیں، اور اُسے کہیں ہم تجھے اپنا بادشاہ نہیں مانتے، وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا، چاہے ہم کتنے ہی اچھے اخلاق والے کیوں نہ ہوں؟ اور اگر ہم اُس سے کہیں ہم تجھے بادشاہ مانتے ہیں لیکن تمہارے ہمسر اور بھی ہیں، اُس کا رد عمل کیا ہو گا؟ اللہ سبحانہ و تعالیٰ لا محدود قوت کے ساتھ اکیلا خالق ہے، وہی ہے جس نے اس وسیع و عریض کائنات کو ایک دھماکہ سے پیدا کیا، خالق ہونے کی حیثیت سے یہ اُس کا حق ہے کہ اُس سے پیار کیا جائے، اُس اکیلے کی عبادت کی جائے اور اس کے احکامات پر عمل کیا جائے۔ جیسے ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں ہو سکتے اسی طرح اِس کائنات کے ایک سے زیادہ خدا نہیں ہو سکتے۔ اللہ قرآن میں کئی جگہوں پر کہتا ہے کہ اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو سارا نظام بگڑ کر تباہ ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صورت، دانش اور آزاد مرضی کے ساتھ تخلیق کیا ہے۔ عقل اور اخلاقی اقدار دو ایسی چیزیں ہیں جس کی وجہ سے اللہ نے انسانوں کو دوسری مخلوقات پر فضیلت اور عزت دی۔ اللہ نے فرشتوں اور ابلیس کو آدمؑ (انسان) کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ اللہ آیت (17:70) میں کہتا ہے: یہ تو ہماری عنایت ہے کہ بنی آدم کو بزرگی (عزت) دی اور انہیں خشکی و تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت (فضیلت) بخشی۔ دوسری مخلوقات پر ہماری فضیلت ہمارے اخلاقی اقدار، صحیح اور غلط، حق اور باطل کے درمیان تفریق کرنے کی صلاحیت کی وجہ سے ہے، یعنی، ہمارا کردار اور سوچنے کی صلاحیت ہمیں دوسری مخلوقات سے ممیّز کرتی ہیں۔ اگر ہم حق اور باطل کے درمیان تمیز کرنے کے لئے اپنی عقل کا استعمال نہیں کرتے، اور اپنا اخلاقی معیار کھو دیتے ہیں، تو ہم مویشیوں سے بدتر ہیں۔ اللہ آیت (7:179) میں کہتا ہے: اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنم ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔ ان کے پاس دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں۔ ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں۔ ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں۔ وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے، یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھو گئے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ آیت (3:10) میں کہتا ہے: اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو (مسلم، جو اپنی مرضی اللہ کی مرضی کے تابع کرے) جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ اہل کتاب ایمان لاتے تو انہی کے حق میں بہتر تھا۔ اگرچہ ان میں کچھ لوگ ایماندار بھی پائے جاتے ہیں مگر ان کے بیشتر افراد نافرمان ہیں۔ دوسری طرف، جو لوگ اللہ کے قانون کو توڑتے ہیں، وہ اپنے اخلاقی اقدار کو کھو کر بدترین غارت گر بن جاتے ہیں۔ یہ تو انسانی صفات ہیں جیسے رحم کرنا، دیکھ بھال کرنا، محبت کرنا، نرمی سے پیش آنا، معاف کرنا، تعاون کرنا، وغیرہ جو ہمیں دوسری مخلوق سے ممیّز کرتی ہیں۔ ہمیں اِس فانی دنیا میں اللہ کی ان صفات میں مہارت حاصل کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے، جو اِن کو اپنا لیں گے وہ جنت کے باسی ہوں گے، جبکہ باقیوں کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہو گی۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "**اللہ تعالیٰ کے اخلاق اختیار کرو**"۔ (تفسیر رازی)

قولہ ﷺ: تخلقوا بأخلاق الله تعالیٰ (تفسیر رازی)

اگر میں اسلام کے سماجی اصولوں کا خلاصہ ایک لفظ میں بیان کروں، تو وہ لفظ انصاف ہوگا۔ انصاف اسلام کی بنیاد ہے، جسے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، خالق کے حقوق (ایک اللہ کی ذات پر ایمان لانا اور اُس کی اطاعت کرنا)، اور اُس کے بعد مخلوق کے حقوق۔ حقوق اسلامی معاشرت کے ہر پہلو کا احاطہ کرتے ہیں۔ مسلمان کسی پر ظلم نہیں کر سکتا، حتیٰ کہ جانوروں پر بھی نہیں۔ ایک حدیث قدسی جس میں ابوذر الغفاریؓ نبیؐ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ فرماتا ہے: **اے میرے بندو، میں نے خود اپنے لئے جبر کو حرام کر دیا ہے۔ اور تمہیں بھی اس سے منع کیا ہے، تو ایک دوسرے پر جبر نہ کرنا۔**

عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنَّهُ قَالَ: يَا عِبَادِي: إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا۔

اس حدیث کے ماخذ کی وجہ سے بعض علماء اس حدیث کو اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر بیان کرتے تھے تا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سامنے اپنی عاجزی ظاہر کریں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے آپ کو جبر سے روک کر مثال قائم کی ہے، اور ہمیں بھی حکم دیا ہے کہ ہم بھی ایک دوسرے پر جبر نہ کریں۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ نرمی اور اچھے طریقہ سے پیش آئیں، اور آپس میں امن اور آشتی سے رہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ حاکمِ کل ہے، اُسے دنیاوی حکمرانوں کی طرح بااختیار ہونے کے لیے گروہ بندیوں کی ضرورت نہیں۔ خالق ہونے کے ناطے، یہ اُس کا بنیادی حق ہے کہ ہم اُس سے پیار کریں، اُس کی عبادت کریں اور اُس کا حکم مانیں۔ مخلوق کے حقوق فرض ہیں، جنھیں پورا کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے، خاص طور پر انسانوں کے۔ ایک مسلمان ہونے کی ناطے ہمیں اللہ کے حقوق کے ساتھ ساتھ مخلوق کے حقوق بھی پورے کرنے پڑتے ہیں۔ اسلام دوسروں کے حقوق پر بہت زور دیتا ہے، اُس کی وجہ یہ ہے، جب ہم سب دوسروں کے حقوق پورے کریں گے تو خود بخود ہمارے حقوق بھی پورے ہوں گے۔ مسلمان ہونے کے ناطے ہمارا کردار اچھا ہونا چاہیے، اور ساتھ ہی ہمیں دوسروں کو بھی اچھائی کی ترغیب دینی چاہیے۔ ہمیں اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے معاشرہ کی فلاح و بہبود کے لئے جدوجہد کرنی چاہیے۔ اللہ کی مخلوق کے حقوق کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے آئیں قرآن کی چند آیات اور نبیؐ کی چند احادیث کا مطالعہ کریں۔ میں نے درج ذیل میں قرآن کی چند آیات بیان کی ہیں: اللہ سبحانہ و تعالیٰ آیات (17:34-23) میں کہتا ہے: تیرے ربّ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ: تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو، مگر صرف اُس کی۔ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک، یا دونوں، بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اُف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان سے احترام کے ساتھ (شریفانہ) بات کرو، اور نرمی و رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو، (ان کے لیے رحم دلانہ اطاعت کے بازو جھکائے رکھو) اور دعا کیا کرو کہ "پروردگار، ان پر رحم فرما! جس طرح انہوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے۔ اگر تم صالح (سعادت مند) بن کر رہو تو وہ ایسے سب لوگوں کے لیے درگزر کرنے والا ہے جو اپنے قصور پر متنبہ ہو کر بندگی کے رویے کی طرف پلٹ آئیں، رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق۔ فضول خرچی نہ کرو۔ فضول خرچ لوگ شیطانوں کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے ربّ کا ناشکرا ہے۔ اسی طرح اللہ آیات (4:1-2) میں کہتا ہے: لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور

اُسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے۔ اُس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو (شادی کا معاہدہ)، اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔ یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔ یتیموں کے مال اُن کو واپس دو، اچھے مال کو برے مال سے نہ بدل لو، اور ان کے مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھا جاؤ، یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ مزید اللہ آیات (4:36-37) میں کہتا ہے: اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حُسن سلوک سے پیش آؤ، اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے، اور اُن لونڈی غلاموں سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں، احسان کا معاملہ رکھو، یقین جانو اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے پندار میں مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے۔ اور ایسے لوگ بھی اللہ کو پسند نہیں ہیں جو کنجوسی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی کنجوسی کی ہدایت کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اُسے چھپاتے ہیں۔ ایسے کفرانِ نعمت لوگوں کے لیے ہم نے رُسوا کن عذاب مہیا کر رکھا ہے۔ اللہ اِن آیات (107:1-7) میں کافروں (اللہ کا انکار کرنے والوں) کی صفات بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: تم نے دیکھا اس شخص کو! جو آخرت کی جزا و سزا کو جھٹلاتا ہے؟ **وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے، اور مسکین کو کھانا دینے پر نہیں اکساتا** (جس نے یتیم کا حق مارا یا استطاعت ہوتے ہوئے مساکین کی دیکھ بھال نہ کی، وہ مسلمان نہیں)۔ پھر تباہی ہے اُن نماز پڑھنے والوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں (بے خبر ہیں) جو ریاکاری کرتے ہیں اور **معمولی ضرورت کی چیزیں (لوگوں کو) دینے سے گریز کرتے ہیں۔** اللہ آیات (93:6-11) میں نبیؐ سے پوچھتے اور حکم دیتے ہیں: کیا اُس نے تم کو یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانہ فراہم کیا؟ اور تم کو ناواقفِ راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی۔ اور تمہیں نادار (محتاج) پایا اور پھر مالدار کر دیا۔ **لہٰذا! یتیم پر سختی نہ کرو! اور سائل کو نہ جھڑکو! اور اپنے ربّ کی نعمت کا اظہار کرو۔**

اسلام اپنی قسموں کو پورا کرنے پر بہت زور دیتا ہے، اللہ آیت (5:89) میں کہتا ہے: تم لوگ جو مہمل قسمیں کھا لیتے ہو اُن پر اللہ گرفت نہیں کرتا، مگر جو قسمیں تم جان بوجھ کر کھاتے ہو اُن پر وہ ضرور تم سے مواخذہ کرے گا۔ (ایسی قسم توڑنے کا) **کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو وہ اوسط درجہ کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے بال بچوں کو کھلاتے ہو، یا انہیں کپڑے پہناؤ، یا ایک غلام آزاد کرو، اور جو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ تین دن کے روزے رکھے۔** یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب کہ تم قسم کھا کر توڑ دو۔ اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو۔ اس طرح اللہ اپنے احکام تمہارے لیے واضح کرتا ہے شاید کہ تم شکر ادا کرو۔ منفی حلف کے بارے میں اللہ آیت (2:224) میں کہتا ہے: اللہ کے نام کو ایسی قسمیں کھانے کے لیے استعمال نہ کرو، جن سے مقصود نیکی اور تقویٰ اور بندگانِ خدا کی بھلائی کے کاموں سے باز رہنا ہو۔ اللہ تمہاری ساری باتیں سن رہا ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔ وہ قسم جو انسانیت کی فلاح و بہبود سے متصادم ہے وہ کالعدم سمجھی جائے گی، اور قسم کھانے والے کو قسم توڑنے کا کفارہ بھی ادا کرنا پڑے گا۔ اس سے لوگوں کو غلط کام کے لیے قسم کھانے سے روکنا مقصود ہے۔

صدقہ خیرات اسلامی معاشرت کا ایک بہت اہم پہلو ہے۔ قرآن غریبوں کو صدقہ خیرات دینے پر بہت زور دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آیات (2:262-271) میں ہمیں صدقہ کیسے کرنا ہے کے بارے میں ہدایات دیتے ہوئے کہتا ہے: جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور خرچ کر کے پھر احسان نہیں جتاتے، نہ دکھ دیتے ہیں، ان کا اجر ان کے رب کے پاس

ہے اور ان کے لیے کسی رنج اور خوف کا موقع نہیں۔ ایک میٹھا بول اور کسی ناگوار بات پر ذرا سی چشم پوشی اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دکھ ہو۔ اللہ بے نیاز ہے اور بردباری اس کی صفت ہے۔ اے ایمان لانے والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو جو اپنا مال محض لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے، نہ آخرت پر۔ اس کے خرچ کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک چٹان تھی۔ جس پر مٹی کی تہہ جمی ہوئی تھی اس پر جب زور کا مینہ برسا تو ساری مٹی بہہ گئی اور صاف چٹان کی چٹان رہ گئی ایسے لوگ اپنے نزدیک خیرات کر کے جو نیکی کماتے ہیں، اس سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آتا، اور کافروں کو سیدھی راہ دکھانا اللہ کا دستور نہیں ہے۔ بخلاف اس کے جو لوگ اپنے مال محض اللہ کی رضا جوئی کے لیے دل کے پورے ثبات و قرار کے ساتھ خرچ کرتے ہیں، ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے کسی سطح مرتفع پر ایک باغ ہو۔ اگر زور کی بارش ہو جائے تو دوگنا پھل لائے، اور اگر زور کی بارش نہ بھی ہو تو ایک ہلکی پھوار ہی اس کے لیے کافی ہو جائے۔ تم جو کچھ کرتے ہو، سب اللہ کی نظر میں ہے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے پاس ہرا بھرا باغ ہو، نہروں سے سیراب، کھجوروں اور انگوروں اور ہر قسم کے پھلوں سے لدا ہوا، اور وہ عین اس وقت ایک تیز بگولے کی زد میں آ کر جھلس جائے جبکہ وہ خود بوڑھا ہو اور اس کے کم سن بچے ابھی کسی لائق نہ ہوں؟ اس طرح اللہ اپنی باتیں تمہارے سامنے بیان کرتا ہے، شاید کہ تم غور و فکر کرو۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جو مال تم نے کمائے ہیں اور جو کچھ ہم نے زمین سے تمہارے لیے نکالا ہے، اس میں سے بہتر حصہ راہِ خدا میں خرچ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی راہ میں دینے کے لیے بُری سے بُری چیز چھانٹنے کی کوشش کرنے لگو، حالانکہ وہی چیز اگر کوئی تمہیں دے تم ہر گز اسے لینا گوارا نہ کرو گے، اِلّا یہ کہ اس کو قبول کرنے میں تم اغماض برت جاؤ۔ تمہیں جان لینا چاہیے کہ اللہ بے نیاز ہے اور بہترین صفات سے متصف ہے۔ شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور شرمناک طرزِ عمل اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے، مگر اللہ تمہیں اپنی بخشش اور فضل کی امید دلاتا ہے۔ اللہ بڑا فراخ دست اور دانا ہے۔ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے، اور جس کو حکمت ملی، اسے حقیقت میں بڑی دولت مل گئی۔ ان باتوں سے صرف وہی لوگ سبق لیتے ہیں جو دانش مند ہیں۔ تم نے جو کچھ بھی خرچ کیا ہو اور جو نذر بھی مانی ہو، اللہ کو اس کا علم ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ اگر اپنے صدقات اعلانیہ دو، تو یہ بھی اچھا ہے، لیکن اگر چھپا کر حاجت مندوں کو دو، تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے۔ تمہاری بہت سی برائیاں اس طرزِ عمل سے محو ہو جاتی ہیں۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو بہر حال اس کی خبر ہے۔ مزید اللہ آیت (2:177) میں کہتا ہے: نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یومِ آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتابوں اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔ اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اسے وفا کریں، اور تنگی و مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں۔ یہ ہیں راست باز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔ اسی طرح، نبیؐ کی بہت سی احادیث مخلوق کے حقوق کے بارے میں ہیں، میں چند کا ذکر کروں گا: ایک حدیث میں نبیؐ نے کہا کہ آپس میں سلام پھیلاؤ (یعنی نیک نیتی

سے ایک دوسرے کی سلامتی چاہنا)۔ایک اور حدیث میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے کہاکہ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کے پانچ حق ہیں:

1) **سلام کاجواب دینا**(اُسے خلوص کے ساتھ امن اور سلامتی کی دعا دینا، چاہے واقف کار ہے یا اجنبی)۔

2) **بیمار کی عیادت کرنا**(اُس کو حوصلہ دینااور اُس کے لیے دعا کرنا)۔

3) **اُس کے جنازہ کے ساتھ چلنا**۔(نمازجنازہ اللہ سے اُس کے گناہوں کی معافی مانگنے کے علاوہ کچھ نہیں)۔

4) **اُس کی دعوت کو قبول کرنا**۔(دعوت قبول کرنااُس کو عزت دیناہے)۔

5) **چھینک کاجواب دینا**(اللہ اُس پر رحم کرے)۔(مسلم)

حَقُّ الْمُسلِمِ عَلَى الْمُسلِمِ خَمس: رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعُ الجَنَائِزِ، وَاِجَابَةُ الدَّعوَةِ، وَ تَشْمِيتُ العَاطِسِ۔

ہم مسلمانوں نے ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا دینا بند کردی ہے، اور نہایت افسوس کے ساتھ، پاکستان میں ہم بات گالی سے شروع کرتے ہیں اور گالی پر ختم کرتے ہیں، اور پھر بھی سمجھتے ہیں کہ ہم جنتی ہیں۔ انّاللہ! ابوموسیٰؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: "**بیمار کی عیادت کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ، اور اسیر کو چھڑانے کے لیے دوڑ دھوپ کرو**"(بخاری)۔ عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے کہا: "**ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، لٰہذا اُس پر ظلم نہ کرے، نہ جابر کا ساتھ دے۔ جو کوئی اپنے بھائی کی ضروریات پوری کرے گا، اللہ اُس کی ضروریات پوری کرے گا، جس نے اپنے بھائی کو تکلیف سے نکالا، یومِ جزا اللہ اُس کو تکلیف سے نکالے گا، اور جو کوئی اپنے بھائی کی خامیاں چھپائے گا، یومِ جزا اللہ اُس کی خامیوں کو چھپائے گا**"۔ بدقسمتی سے، آج، ہمیں جب اپنے بھائی کی کسی خامی کا پتہ چلتاہے تو، ہم اُس کو ہر جگہ پھیلانے کی پوری کوشش کرتے ہیں، اگرچہ اللہ نے کہاہے کہ اگر ہم کسی کی خامی کو چھپائیں گے، تو قیامت والے دن وہ ہماری خامیوں کو چھپائے گا(انّاللہ)۔ ایک دفعہ نبیؐ نے صحابہ سے پوچھا: "**تم میں سے روزے سے کون ہے**"؟ **ابو بکر صدیقؓ نے کہا: "میں روزے سے ہوں"۔ پھر نبیؐ نے پوچھا، "آج جنازہ کے ساتھ کون گیا تھا"؟ ابو بکر صدیقؓ نے کہا: "میں گیا تھا"۔ پھر نبیؐ نے پوچھا، "آج کس نے بھوکے کو کھانا کھلایا"؟ ابو بکر صدیقؓ نے کہا: "میں نے"۔ پھر نبیؐ نے پوچھا، "آج کس نے بیمار کی عیادت کی"؟ ابو بکر صدیقؓ نے کہا: "میں نے کی"۔ پھر نبیؐ نے فرمایا: "جس میں یہ سب خوبیاں پائی جائیں گی وہ جنت میں داخل ہو گا"**۔ ایک دفعہ کسی نے نبیؐ سے پوچھا، "سب سے اچھا مسلمان کون ہے"؟ آپؐ نے فرمایا، "**وہ جس کے ہاتھ اور زبان سے سارے مسلمان محفوظ ہوں**"(بخاری)۔ ایک اور حدیث میں نبیؐ نے فرمایا: "**تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں، جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے**"(بخاری)۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: "**تم میں سے جو بھی اللہ اور قیامت کی گھڑی پر ایمان رکھتاہے، اُسے اپنے ہمسایوں کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیے، اور تم میں سے جو بھی اللہ اور قیامت کی گھڑی پر ایمان رکھتاہے، اپنے مہمان کی اچھی طرح میزبانی کرے، اور تم میں سے جو بھی اللہ اور قیامت کی گھڑی پر ایمان رکھتاہے، اچھی بات کہے یا پھر چپ رہے**"(مسلم، کتاب 1، حدیث 76)۔ نبیؐ نے یہ بھی فرمایا: "**تم زمین والوں پر رحم کرو، جو آسمانوں پر ہے وہ تم پر رحم کرے گا**"(ترمذی 1924)۔

اسلام اِس بات پر زور دیتا ہے کہ معاشرہ ضرورت مندوں کا خیال رکھے، یعنی اسلامی ریاست ایک فلاحی ریاست ہوگی، اور ساتھ ہی مسلمان کو نرم دل اور مخیر ہونا چاہیے۔ اسی لیے مسلمانوں پر زکوٰۃ، خمس اور عشر دینا فرض ہے۔ زکوٰۃ قمری سال کے اختتام پر کل اثاثے (wealth) کا 2.5 فیصد کے حساب سے دینا فرض ہے (چاہے منافع ہو یا نقصان)، اور بارانی زمین کی پیداوار کا دس فیصد اور نہری زمین کی پیداوار کا 5 فیصد دینا فرض ہے۔ یہ خیرات غریبوں، بیواؤں اور یتیموں وغیرہ کے لیے ہے۔ اے مسلمانو، غور سے پڑھو ابوہریرہؓ نے کیا کہا، وہ کہتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا: **''جو بیواؤں اور غریبوں کی مدد کرنے کے لیے جدوجہد کرتا ہے وہ ایسے ہے جیسے اللہ کی راہ میں جہاد کر رہا ہو''**۔ نبیؐ نے مزید فرمایا: **''میں اُس کے بارے میں ایسے تصور کرتا ہوں جیسے وہ ساری رات نماز پڑھتا رہا ہو یا مسلسل روزے رکھ رہا ہو''** (بخاری و مسلم)۔ اس درس کی وجہ سے دولتِ اسلامیہ کے خلفاء رات کو ضرورت مندوں کی تلاش میں نکلتے تھے، تاکہ اُن کی ضرورت کو پورا کریں۔ حضرت عمرؓ کے دور میں بہت سخت قحط پڑا، ایک رات آپؓ مدینہ کے مضافات میں گشت کر رہے تھے کہ آپ کو دور سے روشنی دکھائی دی۔ آپؓ نے اُس کی تحقیق کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ معلوم کریں وہاں کون ہے۔ جب عمرؓ قریب پہنچے تو بچوں کے رونے کی آواز سنی اور ایک عورت کو برتن میں کچھ پکاتے ہوئے دیکھا۔ قریب آ کر خاتون سے اور قریب آنے کی اجازت چاہی۔ خاتون نے اس شرط پر اجازت دی کہ اگر نیت صاف ہے تو قریب آ جاؤ۔ عمرؓ نے نزدیک آ کر خاتون سے بچوں کے رونے کی وجہ دریافت کی۔ وہ کہنے لگی کہ بچے بھوکے ہیں اور میرے پاس اُن کو کھلانے کے لیے کچھ نہیں، میں پانی ابال رہی ہوں تاکہ یہ بہل کر سو جائیں۔ عمرؓ فوراً بیت المال گئے اور کھانے پینے کا سامان اپنے کندھے پر لاد کر چلنے لگے تو آپ کے ملازم نے کہا مجھے دیں میں اُٹھاتا ہوں۔ آپؓ نے جواب دیا، قیامت والے دن میں جواب دہ ہونگا، تم نہیں۔ آپ نے سامان خاتون کو دیا اور وہاں بیٹھے رہے جب تک بچوں نے کھانا نہ کھالیا۔ جب آپ چلنے لگے تو خاتون نے کہا، عمر کو نہیں تمہیں خلیفہ ہونا چاہیے تھا۔ آپ نے کہا شاید عمر کو پتہ نہ ہو۔ **وہ کہنے لگی، خلیفہ کو اگر اپنی رعایا کا علم نہیں تو اُسے حکمرانی کا بھی حق نہیں**۔ قحط سالی کے زمانہ کے ایک اور واقعہ میں، عمرؓ نے اپنے بیٹے کو تربوز کھاتے دیکھا، اُنھوں نے اُس سے چھین کر کہا، "اگر مدینہ کے لوگ تربوز نہیں کھا سکتے، تو خلیفہ کا بیٹا بھی نہیں کھا سکتا"۔

حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے، ہم عرب زمین پر سب سے زیادہ ذلیل تصور کئے جاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کے ذریعے سے عزت بخشی۔ یعنی جب ہم نے ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنا شروع کیا، ہم دنیا کی حکمران ریاست بن گئے۔ یہ اسلام کے حقوق العباد کے درس کا اثر تھا جس کی وجہ سے صحابہ ضرورت مندوں کی حاجت پوری کرنے کے لئے ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے تھے۔ ابو بکر صدیقؓ بوڑھوں اور معذوروں کے کام کرتے۔ مدینہ کے مضافات میں ایک بوڑھی اندھی عورت رہتی تھی، جس کا کوئی والی وارث نہ تھا۔ عمرؓ نے فیصلہ کیا کہ وہ چپکے سے اُس کے کام کر دیا کریں گے۔ جب وہ وہاں پہنچے تو یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے کہ کوئی اُن سے پہلے اُس کے کام کر چکا ہے۔ عمرؓ اس شخص کو دیکھنا چاہتے تھے جو ہمیشہ انہیں سماجی خدمات کے میدان میں ہرا دیتا ہے۔ ایک روز، عمرؓ اُس شخص کا پتہ لگانے کے لیے، معمول سے پہلے اُس بوڑھی عورت کے گھر کے پاس چھپ کر بیٹھ گئے۔ جلد ہی ایک شخص آیا جس نے بوڑھی عورت کی ضروریات کو پورا کیا، اور یہ شخص کوئی اور نہیں خلیفہ اول ابو بکر صدیقؓ تھے۔ اسی لئے، فرائض میں کوتاہی پر اسلام نے غریبوں کو کھانا کھلانے

یا غلام کو آزاد کرنے کی سزائیں رکھیں ہیں۔ ہم نے اب تک جو پڑھا اُس کو تقویت دینے کے لیے نبیؐ نے فرمایا: **"کیا میں تمہیں جنت کے لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ یہ ہر وہ شخص ہے جو خاکسار اور عاجزی پسند ہے، وہ شخص جسے کمزور اور حقیر سمجھا جاتا ہے، پھر بھی اگر وہ اللہ کی حمد و ثناء کرتا ہے، تو یقیناً اللہ اسے وہ دے گا جو وہ چاہتا ہے۔ پھر کہا، کیا میں تمہیں جہنم کے باسیوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ یہ ہر وہ شخص ہے جو تشدد پسند، زبان دراز اور مغرور ہے"** (بخاری اور مسلم)۔

نبیؐ نے یہ بھی فرمایا: جو اس دنیا میں ریشمی لباس پہنے گا وہ آخرت میں نہیں پہنے گا (یہ مردوں کے لئے غرور اور نمائش کا ایک ذریعہ ہے جو ممنوع ہے، لیکن عورتوں کے لئے جائز ہے تاکہ اپنے شوہروں کے لئے بن سنور سکیں)۔ ایک بزرگ صاحبِ علم شخص سے پوچھا گیا کہ "انسان میں کتنی غلطیاں اور خامیاں ہیں؟" اُس نے کہا، بہت سی، لیکن اُس میں ایک ایسی خوبی ہے جو اس کی تمام غلطیوں کو ڈھانپ سکتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ وہ اپنی زبان کو قابو میں رکھے۔ ایک حدیث میں مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: "مجھے اعلیٰ اخلاقی کردار کو پورا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے"۔ ایک سچا مسلمان دوسروں کو جسمانی یا ذہنی اذیت نہیں پہنچاتا، جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس سے اجتناب کرتا ہے، اور اپنی خواہشات کے خلاف جہاد (انتہائی کوشش) کرتا ہے۔ اللہ آیت (3:200) میں کہتا ہے: اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، صبر سے کام لو، باطل پرستوں کے مقابلہ میں پامردی دکھاؤ۔ حق کی خدمت کے لیے کمربستہ رہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، امید ہے کہ فلاح پاؤ گے۔ اللہ آیت (5:2) میں کہتا ہے: ...اور دیکھو، ایک گروہ نے جس نے تمہارے لیے مسجدِ حرام کا راستہ بند کر دیا ہے تو اس پر تمہارا غصہ تمہیں اتنا مشتعل نہ کر دے کہ تم بھی ان کے مقابلہ میں ناروا زیادتیاں کرنے لگو۔ نہیں، جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو، اس کی سزا بہت سخت ہے۔ ابن قیم کہتے تھے، قرآن کریم میں انصاف کے بارے میں یہ سب سے سخت آیت ہے، کیونکہ یہ ہمارے خاندان اور دوستوں کے بارے میں بات نہیں کر رہی، بلکہ اُن لوگوں کے ساتھ انصاف کرنے کو کہہ رہی ہے جن سے ہم نفرت کرتے ہیں۔ ہمیں انصاف پسند ہونا چاہیے، کیونکہ یہ تقویٰ کے قریب تر ہے۔ اللہ اُن سے محبت کرتا ہے جو انصاف کرتے ہیں۔

خلاصہ

کسی بھی صورت حال کے تین حل ہو سکتے ہیں: معاف کرنا/رحم کرنا، یا انصاف کرنا، یا حد سے تجاوز کرنا۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو معاف کرنا اور اُن پر رحم کرنا پسند کرتا ہے۔ اگر ہم جنت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی معاف کرنا اور دوسروں کا خیال رکھنا سیکھنا چاہیے۔ ایک حدیث میں نبیؐ نے فرمایا کہ اللہ نے اپنی محبت کو سو حصوں میں تقسیم کیا اور اُس میں سے ایک حصہ مخلوق کو دیا ہے۔ اس ایک حصے کی وجہ سے اولاد، والدین، میاں، بیوی اور دوسروں کے درمیان محبت پیدا ہوئی ہے۔ نبیؐ نے فرمایا، **"اگر اللہ آسمانوں اور زمین کے باشندوں کو اُن کے اعمال کی سزا دے، تو وہ اُن کے ساتھ ظلم نہیں کر رہا ہو گا۔ اور اگر وہ ان پر رحم کرے تو اُس کی رحمت اُن کے اعمال سے بہتر ہے۔**

لَوْ أَنَّ اللّٰهَ عَذَّبَ أَهْلَ سَمَوَاتِهِ وَأَهْلَ أَرْضِهِ لَعَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَهُمْ وَلَوْ رَحِمَهُمْ لَكَانَتْ رَحْمَتُهُ خَيْرًا لَهُمْ مِنْ أَعْمَالِهِم۔

کیوں؟ اگر ہم موازنہ کریں جب ہم نے کسی صاحبِ اختیار سے ملنے جانا ہو، تو ہم اس کے منتظر ہوں گے، ہم بہترین لباس پہنیں گے، خوشبو لگائیں گے اور اُس سے بڑی مسکراہٹ اور مکمل توجہ کے ساتھ ملیں گے۔ دوسری طرف، جب ہم نماز میں اپنے ربّ سے ملاقات کے لیے جاتے ہیں، ہمیں اپنے ظاہری رکھ رکھاؤ کی فکر نہیں ہوتی، اکثر ہم اسے بوجھ تصور کرتے ہیں اور ہماری توجہ بھی نہیں ہوتی، جس کا اللہ کو علم ہے۔ اگر وہ ہمیں سزا دے تو کیا یہ جائز نہیں ہوگا؟ اگر کسی کو جبر کا حق ہے تو وہ صرف اللہ کا ہے، جسے کوئی بھی روک نہیں سکتا، لیکن اس کے باوجود **اُس نے اپنے عرش پر لکھا کہ اس کی رحمت اُس کے غصے پر غالب آئے گی**۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ میں نے اپنے اُوپر جبر کو حرام کیا ہے اور اس کو تمہارے لیے بھی حرام کیا ہے۔ تو، ایک دوسرے پر جبر نہ کرنا۔ مزید اللہ آیت (40:31) میں کہتا ہے: اللہ اپنے بندوں پر ظلم کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ اور آیت (50:29) میں اللہ کہتا ہے: میرے ہاں بات پلٹی نہیں جاتی اور میں اپنے بندوں پر ظلم توڑنے والا نہیں ہوں۔ یہ آیات جبر کے سارے دروازے بند کر دیتی ہیں، کیونکہ اللہ نے خود اپنے لئے جبر کو حرام کیا ہے اور اسے ہمارے لئے بھی حرام کیا ہے، ہم کیسے ایک دوسرے پر ظلم کرکے اپنے آپ کو جنتی سمجھ سکتے ہیں۔ اللہ کی محبت اپنی مخلوق کے لئے ہماری ماؤں سے ستر گنا زیادہ ہے؛ لہٰذا ظلم کرنے والوں کو آخرت میں سخت عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا؟ **دوسری صورت** مظلوم کو انصاف فراہم کرنا اور مجرم کو سزا دینا ہے۔ انصاف کے لئے مقرر کردہ اصول یہ ہیں: تورات میں ہم نے یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت، اور تمام زخموں کے لیے برابر کا بدلہ۔ **پھر جو قصاص کا صدقہ کر دے تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے**۔ اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ہیں (5:45)۔ **تیسری صورت** یہ ہے کہ انصاف سے تجاوز کرکے کسی کے حقوق غصب کرنا۔ یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں نبیؐ نے کہا کہ وہ کنگال ہے اور جہنم کا باسی ہوگا۔ انسؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: **"اللہ یومِ محشر اعلان کرے گا: کہاں ہیں میرے ہمسائے؟ کہاں ہیں میرے ہمسائے؟ فرشتے پوچھیں گے: اے ہمارے ربّ، وہ کون ہے جو آپ کا ہمسایہ ہونے کے لائق ہے؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہیں گے وہ جو مسجدوں کو آباد کرتے تھے"۔**

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ لَيُنَادِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَيْنَ جِيرَانِي أَيْنَ جِيرَانِي قَالَ فَتَقُولُ الْمَلَائِكَةُ رَبَّنَا وَمَنْ يَنْبَغِي أَنْ يُجَاوِرَكَ فَيَقُولُ أَيْنَ عُمَّارُ الْمَسَاجِدِ۔ مسند الحارث126۔

آخر میں تنبیہ کے لیے، ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: **"تین لوگ ایسے ہیں جن کی دعا مسترد نہیں ہوتی: روزے رکھنے والا شخص جب روزہ افطار کرتا ہے، عادل حکمران، اور مظلوم انسان کی دعا، اللہ اس کی دعا کو بادلوں سے اوپر اٹھالیتا ہے اور اُس کے لیے آسمانوں کے دروازوں کو کھول کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: "مجھے میری قوت کی قسم، میں ضرور اُس کی مدد کروں گا، چاہے یہ کچھ دیر کے بعد ہو (امتحان)"۔**

ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حَتَّى يُفْطِرَ وَالإِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ.وَيُفْتَحُ لَهَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ وَيَقُولُ غَمَامِ يَرْفَعُهَا اللهُ فَوْقَ ال ومِ الْمَظْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِي لأَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ۔

یہی وجہ ہے کہ اُم سلمہؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ کبھی اپنے گھر سے باہر نہیں نکلتے جب تک آسمان کی طرف دیکھ کر یہ دعا نہ پڑھ لیتے: **"اے اللہ، میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں دوسروں کو گمراہ کروں یا گمراہ کر دیا جاؤں، پھسلاؤں یا پھسلایا جاؤں، یا**

ناانصافی کروں یا مجھ سے ناانصافی کی جائے، کسی کے ساتھ غلط کروں یا میرے ساتھ غلط کیا جائے"۔ مسلمان ہونے کے ناطے سے ہمیں بھی اللہ سے یہ دعا مانگنے کی عادت اپنانی چاہیے کہ نہ ہم کسی کو نقصان دیں اور نہ کوئی ہمیں نقصان پہنچائے۔

اللهم إني أعوذ بك أن أضل أو أضل، أو أزل أو أزل، أو أظلم أو أظلم، أو أجهل أو يجهل علي.

ابن تیمیہؒ تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں، اس دنیا میں لوگ خوشحالی انصاف کے ذریعہ ہی حاصل کر سکتے ہیں، چاہے اُن کے ذاتی گناہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں۔ اس وجہ سے، اللہ ایسی قوم کو اُٹھائے گا چاہے وہ ایک کافر قوم ہو اور اللہ ظالم قوم کو تباہ کرے گا چاہے وہ ایمان رکھنے والی قوم ہو۔ ابن قیمؒ تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں، اگر ہم قرآن میں دیکھیں، جب بھی کسی علاقے کے لوگوں پر اللہ کا عذاب آیا، یہ اس وجہ سے آیا کہ وہ دوسروں پر ظلم اور جبر کرتے تھے۔ یہ محض کفر کرنے کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ کفر کے ساتھ ساتھ ناانصافی وجہ بنی۔ اگر میں انصاف کو چند الفاظ میں بیان کروں تو یوں بیان کروں گا: سب کے حقوق پورے کرنا انصاف ہے۔ مثال کے طور پر: اللہ کے حقوق کے ساتھ انصاف، اُس سے محبت کرنا، اُس کی عبادت اور اُس کے احکامات پر عمل کرنا ہے۔ نبیوںؑ اور نبیؐ کے حقوق کے ساتھ انصاف، اُن پر ایمان لانے، اُن سے محبت کرنے، اور نبیؐ کی اتباع کرنے میں ہے، کیونکہ آپؐ اللہ کی آخری کتاب کے ساتھ آخری رسول ہیں۔ قرآن کی آیت (2:285) کہتی ہے: رسولؐ اُس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اس کے ربّ کی طرف سے اس پر نازل ہوئی ہے اور جو لوگ اس رسولؐ کے ماننے والے ہیں انہوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کر لیا ہے۔ یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں اور ان کا قول یہ ہے کہ ''ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے، ہم نے حکم سنا اور اطاعت قبول کی۔ مالک! ہم تجھ سے خطا بخشی کے طالب ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف پلٹنا ہے۔'' اپنے ساتھ انصاف کرنا اپنے آپ کو گناہوں اور غرور سے بچانا ہے۔ جسم کے ساتھ انصاف اُس کو صحت مند غذا کے ساتھ تندرست رکھنا، اُسے نشہ آور چیزوں، بے جا مشقت اور بیماری سے دور رکھنا ہے۔ روح کے ساتھ انصاف اُسے گناہوں سے بچانا ہے۔ والدین کے حقوق کے ساتھ انصاف، اُن کا کہنا ماننا، اُن سے محبت اور اُن کی خدمت کرنا ہے۔ قرآن میں اللہ والدین کا تذکرہ اپنے ذکر کے بعد کرتا ہے، کیونکہ وہ ہمارے وجود میں آنے کا ذریعہ تھے۔ شریکِ حیات کے حقوق کے ساتھ انصاف، ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنے میں ہے، کیونکہ ہر ایک پر بچوں کی پرورش کا بوجھ ہے۔ اولاد کے حقوق کے ساتھ انصاف، اُن کی صحیح سمت کی طرف رہنمائی کرنا ہے۔ ہمسایوں کے حقوق کے ساتھ انصاف، اُن کو نقصان نہ پہنچانا، بلکہ اُن کا خیال رکھنا، اُن کے غم میں شریک ہونا ہے۔ بیمار کے حقوق کے ساتھ انصاف، اُس کی عیادت کرنا، تاکہ اُس کی خود اعتمادی بڑھے، اُس کی صحت یابی کے لیے اُس کا ساتھ دینا، اور ساتھ ہی اُس کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا ہے۔ لاچار اور غریبوں کے حقوق کے ساتھ انصاف، اُن کی بنیادی ضروریات کے لیے اُن کی مالی معاونت کرنا ہے۔ انسانیت کے حقوق کے ساتھ انصاف، اُس کی ترقی میں حصہ لینا ہے۔ علم کے حقوق کے ساتھ انصاف، اُس کو پھیلایا جائے تاکہ بلاامتیاز سب مستفید ہوں وغیرہ وغیرہ۔ جیسا پہلے کہا کہ حقوق دو قسم کے ہیں: ایک حقوق اللہ اور دوسرا حقوق العباد۔ نبیؐ نے فرمایا "ظلم سے خبردار رہو، یہ یومِ جزا گھپ اندھیرے میں بدل جائے گا۔ اِتَّقُوا الظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

آخر میں، اللہ آیت (3:14) میں کہتا ہے: لوگوں کے لیے مرغوباتِ نفس: عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں بڑی خوش آیند بنادی گئی ہیں، مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں۔ حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے حقوق

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جو درجہ کمال کے ساتھ مطلق ابدی اور ہر طرح کی رکاوٹوں اور پابندیوں سے آزاد ہے۔ وہ سب سے بنیادی مطلق حقیقت ہے۔ اس کا وجود ابتداء کے بغیر ابدی ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے اور اُسے کسی چیز کی حاجت نہیں۔ وہ دائمی ہے جسے وقت اور مقام بدل نہیں سکتے۔ اللہ کی مرضی کے بغیر کسی چیز کا کوئی وجود نہیں۔ وہ اکیلا ہی بنیادی اکائی ہے اور ساری کائنات ثانوی ہے۔ کائنات کا وجود اس کی مرضی سے ہے، اور اس کا وجود اللہ کے حکم کے تابع ہے۔ اُسی نے اس کائنات اور اِس میں موجود ہر چیز کو ایک دھماکہ سے وجود بخشا، جب نہ کائنات تھی، نہ جگہ تھی اُس وقت بھی اللہ کا وجود تھا۔ اللہ کے مقابلے میں یہ عظیم کائنات ایک ذرہ کے برابر بھی نہیں۔ کائنات اللہ کے حکم سے وجود میں آئی، اسی کی مرضی سے وجود رکھتی ہے، اور جب وہ چاہے گا اس کا وجود ختم ہو جائے گا۔ اللہ حق، نیکی اور خوبصورتی کا قطعی معیار ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، وہی ہمیشہ صحیح ہوتا ہے۔ قرآن آیات (112:1-4) میں بتاتا ہے: کہو، ! وہ اللہ ہے، یکتا۔ اللہ سب سے بے نیاز اور سب اس کے محتاج ہیں (وہ ہر چیز سے بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے)۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد (حیاتیات کو فروغ دینے کے لیے اُس نے صنف کو ڈیزائن کیا، اُس کی اپنی کوئی صنف نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایک آیت میں کہتا ہے کہ اُس نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور آدمؑ سے حوا کو پیدا کیا اور ان دونوں سے پوری انسانیت کو پیدا کیا)۔ اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے (وہ مادہ، وقت اور جگہ سے آزاد ہے، جبکہ مخلوق مادہ کی پابند، وقت کی پابند اور جگہ کی پابند ہے)۔ وہ وہی ہے جس کو آنکھ دیکھ نہیں سکتی نہ سمجھ سکتی ہے۔ اُس کے بارے میں شک وشبہ نہیں کیا جاسکتا، اور نہ ہی اس کی شان بیان کرنے والے بیان کر سکتے ہیں، کیونکہ قرآن کی آیت (31:27) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر (روشنائی بن جائے) جسے سات مزید سمندر روشنائی مہیا کریں تب بھی اللہ کی باتیں (لکھنے سے) ختم نہ ہوں گی۔ بے شک اللہ زبردست اور حکیم ہے۔ اور آیت (18:109) میں نبیؐ کو کہتے ہیں کہ کہو: اگر سمندر میرے ربّ کی باتیں لکھنے کے لیے روشنائی بن جائے تو وہ ختم ہو جائے مگر میرے ربّ کی باتیں ختم نہ ہوں، بلکہ اگر اتنی ہی روشنائی ہم اور لے آئیں تو وہ بھی کفایت نہ کرے۔ واقعات اس کو تبدیل نہیں کر سکتے، اور نہ ہی وہ کسی جابر یا کسی طاقت سے ڈرتا ہے (وہ مطلق لا محدود طاقت رکھتا ہے)۔ وہی ہے جو ہر پہاڑ کا صحیح وزن اور سمندر کی پیائش جانتا ہے۔ وہ وہی ہے جو زمین پر گرنے والی بارش کے قطروں کی تعداد، اور کل درختوں کے پتوں کی تعداد جانتا ہے۔ وہ بالکل صحیح جانتا ہے کہ رات کے اندھیرے میں کیا چھپا ہے اور دن کے اُجالے میں کیا ہے۔ وہی ہے جس کے علم سے نہ آسمانوں اور نہ زمینوں میں کچھ چھپا ہے، نہ سمندر کی گہرائیوں میں اور نہ ہی پہاڑوں کی بلندیوں پر۔ وہ اللہ ہے ! مزید قرآن آیت الکرسی (2:255) میں اللہ کی شان کو یوں بیان کرتا ہے: اللہ اُس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، وہ زندۂ جاوید ہستی (ابراہیمؑ نے کہا تھا کہ جو چیز غروب ہو جائے، مر جائے وہ عبادت کی لائق نہیں، وہ ساری کائنات کو رزق پہنچاتا ہے جبکہ اُس کو خود رزق کی ضرورت نہیں)۔ وہ نہ سوتا ہے اور نہ اُسے اُونگھ آتی ہے (جس کو اُونگھ آجائے یا سو جائے وہ حاجت روا یا مشکل کشا نہیں ہو

سکتا اور نہ ہی اُس کی پرستش کی جاسکتی ہے)۔ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے، اُسی کا ہے (ہم اس کی مخلوق ہیں، وہ ہمارا مالک ہے)۔ کون ہے جو اُس کی جناب میں اُس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے (اللہ بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے، لہٰذا، اُسے شفاعت قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا جاسکتا)؟ جو کچھ بندوں کے سامنے ہے اُسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ اُن سے اوجھل ہے، اُس سے بھی وہ واقف ہے اور اس کی معلومات میں سے کوئی چیز اُن کی گرفتِ ادراک میں نہیں آسکتی اِلاّ یہ کہ کسی چیز کا علم وہ خود ہی اُن کو دینا چاہے (وہ تمام علوم پر دسترس رکھتا ہے، وہ سب جاننے والا اور عالم الغیب ہے، ہم اُتنا ہی جانتے ہیں جتنا اُس نے بتانا پسند کیا)۔ اُس کی حکومت آسمانوں اور زمین پر چھائی ہوئی ہے اور اُن کی نگہبانی اس کے لیے کوئی تھکا دینے والا کام نہیں ہے (جو ہستی تھک جائے وہ خدا نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اُس کی عبادت کی جاسکتی)۔ بس وہی ایک بزرگ و برتر ذات ہے۔ وہی ہے جس نے زمین اور ساتوں آسمان بنائے، جس نے خوبصورت درخت اور باغات اُگائے۔ وہی ہے جس نے اس زمین کو ہمارے لیے جائے قرار بنایا، اور اس میں دریا چلائے، اور پہاڑوں کو میخوں کی طرح زمین میں گاڑا۔ وہی ہے جس نے دو سمندروں کے درمیان رکاوٹ کھڑی کی۔ وہی ہے جو بے قرار کی دعاؤں کو سنتا ہے جب وہ اُسے پکارتا ہے، اور اس کی تکلیف کو مٹاتا ہے۔ وہی ہے جس نے ہمیں زمین پر خلیفہ بنایا۔ وہی ہے جس نے ہمارے لیے کتابِ ہدایت بھیجی تا کہ اُس پر عمل کر کے آخرت کی کامیابی حاصل کر سکیں۔ وہ وہی ہے جو ہماری بقا کے لئے بارش بھیجتا ہے۔ وہی ہے جس نے پہلی دفعہ ہر چیز کو پیدا کیا اور پھر اسے دوبارہ پیدا کرتا ہے، اور ہمیں آسمانوں اور زمین سے رزق فراہم کرتا ہے۔ لہٰذا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اُس کا نہ کوئی شریک ہے نہ ہمسر۔ وہ ہی اِس دنیا میں اور آخرت میں تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ آپؐ پر اپنا فضل شامل حال رکھے، مرتبے بلند کرے، رحم کرے اور سلامتی بھیجے آپؐ پر، آپؐ کی آل اور صحابہؓ پر۔

اللہ ہی نے ہمارے پر امن وجود کے لئے اخلاقی ضابطے مقرر کئے ہیں (خالق و مخلوق کے حقوق)۔ یہ اللہ کا حق ہے کہ وہ ہمیں سب سے زیادہ محبوب ہو، اُسی کی ہم تعریف، عبادت اور اطاعت کریں۔ اُس نے ہمیں پیدا کیا، وہی ہمیں رزق دیتا ہے اور وہی ہمیں موت دے گا۔ وہ ہمارے اعمال کا فیصلہ کرنے کے لئے ہمیں دوبارہ زندہ کرے گا۔ وہ ہی اِس قابل ہے کہ ہم اُس سے ڈریں اور وہی ہمارے گناہ معاف کر سکتا ہے۔ لہٰذا، ہمارے دل میں اللہ کا احساس رہنا چاہیے تا کہ اپنے غلط کاموں کی وجہ سے اس سے ڈریں۔ وہ یومِ جزا ہم سے حساب کتاب لے گا، اور وہ عادل ہے۔ اللہ ہمیں رزق فراہم کرتا ہے، اور بدلے میں وہ ہم سے کچھ نہیں مانگتا ہے اور نہ ہی اُسے کسی چیز کی ضرورت ہے۔ وہ اپنی ذات میں آپ محمود ہے، لہٰذا، ہمیں اُس کی نعمتوں کے لیے اُسے پوجنا چاہیے۔ یہ اللہ کا حق ہے کہ ہم اُس پر ایمان لائیں، اُس کی صفات پر ایمان لائیں، اس بات پر بھی ایمان لائیں کہ وہ لامحدود ابدی طاقتوں کے ساتھ حیی و قیوم ہے، اس پر بھی ایمان رکھنا کہ وہ کون و مکاں اور وقت کی قید سے آزاد ہے اور یہ کہ وہ اپنی مخلوق سے مشابہت نہیں رکھتا۔ وہ اُن سے کہیں بلند ہے، جنہیں انسان اُس کا ہمسر ٹھہراتے ہیں۔ یہ وہ ہی ہے جس نے سات آسمانوں کو بغیر ستونوں کے کھڑا کیا۔ اللہ کی نظر میں سب سے بڑا جرم شرک ہے، یعنی اُس کے شریک ٹھہرانا۔ اسی لیے اللہ قرآن کی آیت (31:13) میں کہتا ہے: حق یہ ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ کیوں؟ کیونکہ اللہ واحد خالق ہے، جس نے ساری کائنات اور اس میں جو کچھ ہے اُسے اکیلے پیدا کیا۔ وہ کامل نہ ختم ہونے والی لامحدود

طاقتوں کا حامل ہے، جو ہمیں رزق دیتا ہے اور ہماری مرادیں پوری کرتا ہے۔ مشرک اللہ کی کسی بھیجی ہوئی دلیل کے بغیر، اُس کی صفات کو کمزور ہستیوں کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں۔ اُن ہستیوں کے ساتھ اگر اُنہیں آکسیجن نہ ملے تو مر جائیں، اگر کھانا نہ کھائیں تو مر جائیں، اگر مناسب لباس نہ پہنیں تو مر جائیں، اگر آرام نہ کریں تو مر جائیں۔ اگر کوئی چیز اُن کے جسم میں چھید کرے تو مر جائیں۔ فانی ہستیاں جو موت کو ٹال نہیں سکتیں، ہم اُن کے ساتھ زندہ جاوید ہستی کی صفات کو کیسے جوڑ سکتے ہیں؟ اگر ہم ایسا کرتے ہیں، تو ہم سب سے بڑے مجرم ہوں گے۔ اسی لیے جب نبیؐ سے پوچھا گیا کہ اللہ کی نظر میں سب سے گھناؤنا جرم کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: **اللہ کے ہمسر بنانا اور اُس نے تمہیں پیدا کیا ہے** (ابن حبان)۔

اللہ کا یہ حق ہے کہ ہم اُس کا حکم مانیں، لہٰذا اُس کا حکم ہونے کی وجہ سے ہمیں کم از کم پانچ وقت نماز وقت پر ادا کرنی چاہیے، اور اظہار محبت کے لیے نفلی نمازیں خاص طور پر تہجد نماز پڑھنی چاہیے، ماہِ رمضان کے روزے رکھنے چاہیے، ہمیں نفلی روزے بھی رکھنے چاہیے، اور اگر استطاعت ہو تو غرباء کا معیارِ زندگی بلند کرنے کی لیے ہمیں زکوٰۃ اور خیرات نکالنی چاہیے، اور زندگی میں کم از کم ایک دفعہ حج ضرور کرنا چاہیے۔ اگر ہم جنت کے خواہش مند ہیں تو وہ چاہتا ہے کہ ہم اُس کی صفات کو اپنائیں۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہم دوسرے لوگوں سے محبت و ہمدردی کریں، کیونکہ وہ خود الرحمٰن ہے (منبع رحم ہے)، وہ اُن کو پسند کرتا ہے جو ہمدرد ہیں، لہٰذا ہمیں اپنے اندر ہمدردی کے جذبات پیدا کرنے پڑیں گے، وہ چاہتا ہے کہ ہم دوسروں کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آئیں، کیونکہ وہ خود الرحیم ہے (سب سے زیادہ رحم کرنے والا)، وہ اُن کو پسند کرتا ہے جو نرم دل ہیں، لہٰذا ہمیں اپنے دل کو نرم کرنا پڑے گا۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم زیادتی کرنے پر لوگوں کو معاف کرنے کی عادت ڈالیں، کیونکہ وہ خود الغفور (سب سے بڑھ کر معاف کرنے والا)، اور وہ معاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، لہٰذا ہمیں معاف کرنا سیکھنا پڑے گا۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم عدل کریں، کیونکہ وہ خود الحاکم و العادل اور المقسط ہے۔ سب سے بڑھ کر انصاف کرنے والا، سب سے بڑھ کر عدل کرنے والا اور سب سے بڑھ کر منصف، اور وہ اُن لوگوں کو پسند کرتا ہے جو عادل اور انصاف پسند ہیں، لہٰذا ہمیں ہر معاملہ میں عدل پسند بننا پڑے گا۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم کمزوروں کے نگہبان ہوں، کیونکہ وہ خود المھیمن ہے (سب کا نگہبان)، اور وہ اُن لوگوں کو پسند کرتا ہے جو کمزورں کی نگہبانی کرتے ہیں، لہٰذا ہمیں کمزوروں کا ساتھ دینا پڑے گا۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم امن کو فروغ دیں، کیونکہ وہ السلام ہے، امن و سکون کا سب سے بڑا سرچشمہ، اور وہ اُن لوگوں کو پسند کرتا ہے جو امن و بھائی چارے کو فروغ دیتے ہیں، لہٰذا ہمیں اپنے معاشرہ میں امن اور بھائی چارے کو فروغ دینا پڑے گا۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم ظلم کو دبائیں، کیونکہ وہ القہار اور غالب ہے (مظلوموں کا سب سے بڑا پاسبان)، اور وہ اُن کو پسند کرتا ہے جو مظلوموں کا ساتھ دیتے ہیں، لہٰذا ہمیں مظلوم کا ساتھ دینا پڑے گا۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم لوگوں پر احسان کریں، کیونکہ وہ الوہاب ہے (سب سے بڑا حامی و مددگار) اور وہ اُن کو پسند کرتا ہے جو لوگوں کی مدد کرتے ہیں، لہٰذا بدلے میں کسی توقع کے بغیر ہمیں لوگوں کی مدد کرنی چاہیے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم ضرورت مندوں کا خیال رکھیں، کیونکہ وہ الرزاق ہے (جہانوں کا پالنے والا)۔ وہ چاہتا ہے کہ لوگ عقل مند اور صاحب علم ہوں، کیونکہ وہ الحکیم ہے (سب سے دانا)۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم دوسروں سے محبت کریں، کیونکہ وہ الودود ہے (سب سے زیادہ محبت کرنے والا)۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم باوقار

اور صاحب حشمت ہوں، کیونکہ وہ الجلیل ہے (اعلیٰ ترین اور بے نیاز)۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم دوسروں کے لیے فراخ دل اور فیاض ہوں، کیونکہ وہ الکریم ہے (سب سے زیادہ فیاض)۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم دوسروں کی استدعا اور درخواست پر توجہ دیں، کیونکہ وہ المجیب ہے۔ دعاؤں اور استدعاؤں کو سنتا ہے اور اُن کا جواب دیتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم راست باز ہوں، کیونکہ وہ حق ہے، سچ ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم اپنے اعتقادات میں مستحکم ہوں، کیونکہ وہ المتین ہے (سب سے زیادہ مستحکم)۔ وہ چاہتا ہے کہ ہمارا رویہ دوستانہ ہو، کیونکہ وہ الوالی ہے (سب سے سچا اور قابل اعتماد دوست)۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم بردبار ہوں، کیونکہ وہ الحلیم ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم دوسروں کی معذرت کو قبول کرنے والے ہوں، کیونکہ وہ التواب ہے (توبہ قبول کرنے والا)۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم معاف کرنے والے ہوں، کیونکہ وہ العفو ہے (معاف کرنے والا)۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم لوگوں کی ایمان کی طرف رہنمائی کریں، کیونکہ وہ الہادی والرشید ہے (حقیقی اور سب سے بڑا رہنما)، جو صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم صابر و شاکر ہوں، کیونکہ وہ الصبور ہے (سب سے زیادہ حوصلے والا) وغیرہ وغیرہ۔ وہ ایمان والے جو ان صفات کو اپنا لیں گے، جنت کے باسی ہوں گے۔ اللہ آیت (2:138) میں کہتا ہے: کہو: ''اللہ کا رنگ اختیار کرو اس کے رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ ہوگا؟ اور ہم اسی کی بندگی کرنے والے لوگ ہیں۔'' اے مسلمانو، آج ہم انحطاط پذیر ہیں کیونکہ ہم نے اللہ کی قدر نہ کی جیسے اُس کی قدر کرنی چاہیے تھی (اُس کی صفات کو اپنا کر)۔ اُس کی نعمتوں پر، ہم نے اللہ سے سچا پیار نہیں کیا، اور نہ اپنی غلط کاریوں پر اُس سے اُتنا ڈرے جتنا ڈرنا چاہیے تھا۔ اے اللہ ہمارے دل میں اپنی محبت بھر دے کہ ہم تجھے ناراض کرنے سے ڈرتے رہیں۔ آمین!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخلوق کے حقوق

اِن حقوق کو اٹھائیس سے زائد زمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱)والدین کے حقوق

اللہ سبحانہ وتعالٰی ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم اپنے والدین کی عزت واحترام کریں، اور جب تک وہ زندہ ہیں اُن کا کہا مانیں سوائے اس کے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالٰی کی نافرمانی کرنے کا حکم دیں۔ اسلام میں والدین کی عزت کرنا اور اُن سے محبت کرنا فرض ہے۔ لٰہذا، والدین کا پہلا اور سب سے اہم حق یہ ہے کہ اُن کی اولاد اُن سے محبت کرے، اُن کا حکم مانے اور اُن کی عزت کرے۔ ایک حدیث میں مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: ''کبیرہ گناہوں میں سے **سب سے بڑا گناہ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا ہے**''۔ نبیؐ نے جس طرح بچوں پر والدین کے حقوق اور اُن کے فرائض پر زور دیا، اُسی طرح، آپؐ نے والدین پر بچوں کے حقوق اور اُن کے فرائض پر زور دیا ہے۔ ہمیں اپنے والدین کی اطاعت کرنی چاہیے اور اُن کے ساتھ شفقت کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ قرآن اللہ کی وحدانیت کے بعد والدین کی اطاعت کا حکم دیتا ہے۔ وہ اعمال جو اللہ کی عبادت کے بعد سب سے زیادہ وزن رکھتے ہیں وہ والدین کی اطاعت، اُن کے ساتھ عزت اور شفقت کے ساتھ پیش آنا ہیں۔ اللہ آیت (17:23-24) میں کہتا ہے: تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ: تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو، مگر صرف اُس کی۔ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک، یا دونوں، بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اُف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان سے احترام کے ساتھ (شریفانہ) بات کرو۔ ایک حدیث میں نبیؐ نے فرمایا کہ **کسی شخص کے والدین اُس کی جنت اور جہنم ہیں**۔ یعنی، اگر کوئی **شخص** اپنے والدین کی اطاعت کرے اور ان کی ضروریات کو پورا کرے، انہیں آرام پہنچائے، اور انہیں خوش رکھے، تو وہ جنت حاصل کرلے گا۔ دوسری طرف، اگر وہ اُن کے ساتھ بدتمیزی کرے، اُن کی بے عزتی کرے، اور اُن کا نافرمان ہو، انہیں ناراض کرے، دکھ دے، تو اس کا ٹھکانہ دوزخ کی آگ ہوگا۔

جو کوئی بھی اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اُسے اپنے والدین کو خوش رکھنا چاہئے، اور والدین کی ناراضگی اللہ کے غضب اور ناراضگی کو دعوت دیتا ہے۔ نبیؐ نے فرمایا، "**باپ کے راضی ہونے میں خالق راضی، اور اس کی ناراضگی میں، خالق کی ناراضگی ہے**" (ایمان کے سوا)۔ بہت سی حدیثوں کے مطابق، خدمت اور اچھے برتاؤ پر ماں کا حق باپ کے مقابلے میں تین گنا زیادہ ہے۔ ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبیؐ سے پوچھا، "خدمت اور اچھے برتاؤ کا مجھ پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے"؟ نبیؐ نے فرمایا، "**سب سے پہلا حق تمہاری ماں کا، اور پھر تمہاری ماں کا، اور پھر تمہاری ماں کا۔ اس کے بعد، تمہارے والد کا، اور پھر تمہارے قریبی رشتہ داروں کا، اور ان کے بعد کے تعلقات کا**"۔ بڑھاپے میں والدین کو دیکھ بھال کی اور ساتھ ہی تندہی سے خدمت کی بے حد ضرورت ہوتی ہے۔ بڑھاپے میں ان کی خدمت کرنا اللہ سبحانہ وتعالٰی کو بہت پسند ہے، اور یہ جنت حاصل کرنے کا سب سے آسان طریقہ ہے۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ کہنے لگے ''وہ رسوا ہو جائے، وہ رسوا ہو جائے''۔ صحابہ نے پوچھا کون؟ نبیؐ نے فرمایا، ''وہ جس کے والدین اُس کی زندگی میں بڑھاپے کو پہنچ

جائیں اور وہ جنت نہ کما سکے (اُن کے ساتھ شفقت سے پیش آئے، خدمت اور اطاعت کرے)''۔ قرآن ماں کے حقوق پر زور دیتے ہوئے اُس درد اور مصیبت کا ذکر کرتا ہے جو اُسے حمل کے دوران، بچے کی پیدائش پر، اور بچوں کی پرورش پر برداشت کرنا پڑتے ہیں۔ ایک حدیث میں نبیؐ نے کہا کہ **بندے کی جنت اُس کی ماں کے پیروں کے نیچے ہے**۔ اِسے ماں کی خدمت اور اطاعت سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ایک اور حدیث میں نبیؐ نے فرمایا کہ **ماں، خالہ اور نانی کی خدمت ایسے عمل ہیں، جن کی بدولت ایک عظیم گنہگار اور بُرے کام کرنے والے کی توبہ قبول ہو جاتی ہے، اور اُسے معاف کر دیا جاتا ہے**۔ حتیٰ کہ اگر والدین کافر اور مشرک ہی کیوں نہ ہوں، اُن کے حقوق ساقط نہیں ہوتے، صرف اُس وقت شائستہ طریقہ سے نافرمانی کی جائے گی جب وہ ہمیں اللہ کے حکموں کے خلاف حکم دیں۔ اسماؓ بنت ابو بکرؓ نے روایت کیا کہ اُن کی والدہ مکہ سے اُنہیں ملنے کے لئے آئیں۔ اُن کی والدہ مشرکانہ عقائد کی پیروکار تھیں، لہذا اسماءؓ نے نبیؐ سے پوچھا کہ وہ اپنی والدہ جو مشرکہ ہیں، اُنہیں وہ نظر انداز کرے یا بیٹی بن کر اُس کے ساتھ شفقت سے پیش آئے۔ نبیؐ نے اُن سے کہا کہ **اُن کے ساتھ شفقت سے پیش آنا، اُن کا خیال رکھنا اور اچھا برتاؤ کرنا، کیونکہ ماں بیٹی کا رشتہ ختم نہیں ہوتا**۔

والدین کے حقوق ان کی وفات پر ختم نہیں ہو جاتے۔ دراصل، ان کے کچھ حقوق اُن کی وفات کے بعد شروع ہوتے ہیں، اور اولاد پر یہ مذہبی فریضہ ہے کہ وہ اُنھیں پورا کریں۔ اگرچہ اپنے والدین کی اطاعت کرنا، اُن کے ساتھ شفقت اور محبت سے پیش آنا بہت اچھے عمل ہیں، یہ ہمارے گناہوں کو زائل کرتے ہیں، اسی طرح، اُن کی وفات کے بعد اللہ سے اُن کے لیے مغفرت اور رحم کی دُعا کرنا، ایسے عمل ہیں جو اُن کی قبروں میں اُن کو آرام اور سکون پہنچاتے ہیں، اور ہمارے گناہوں کے لیے کفارہ ہوتے ہیں۔ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنے والدین کے لیے استغفار کرے۔ ابو اُسید سعدیؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبیؐ کے پاس آیا اور پوچھا، اے اللہ کے رسولؐ، کیا میرے والدین کے میرے اُوپر کچھ حقوق ہیں جنہیں مجھے ان کی وفات کے بعد بھی پورا کرنا ہے"؟ نبیؐ نے جواب میں کہا، **''ہاں، وہ یہ ہیں، اُن پر رحمت اور بخشش کے لئے دعا کرنا، ان کے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کرنا، ان کے رشتہ داروں سے تعلقات بنا کر رکھنا اور ان کے دوستوں کا احترام کرنا''**۔ جابرؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا، **"اللہ اُس شخص کی زندگی میں برکت ڈال دیتا ہے جو اپنے والدین کی اطاعت کرتا ہے اور ان کی خدمت کرتا ہے"**۔ ایک اور حدیث میں نبیؐ نے فرمایا، **"اپنے والدین کی اطاعت کرو اور ان کے ساتھ شفقت سے پیش آؤ، تمہارے بچے تمہارے ساتھ شفیق اور مطیع ہوں گے"**۔ جب آپؐ سے گناہ کبیرہ کے بارے میں پوچھا گیا تو نبیؐ نے جواب دیا، **"کسی کو اللہ کے ساتھ شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، غیر قانونی قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا ہیں"**۔ جس ترتیب سے نبیؐ نے بیان کیا، والدین کے حقوق شرک کے بعد آتے ہیں۔ نبیؐ نے یہ بھی کہا، **''اپنے والدین کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے''**۔ صحابہ نے آپؐ سے پوچھا، ''کوئی اپنے والدین کو گالی کیسے نکال سکتا ہے''؟ نبیؐ نے فرمایا، **''اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے والدین کو گالی دیتا ہے، اور جواب میں وہ شخص اُس کے والدین کو گالی دیتا ہے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے اُس نے اپنے ماں باپ کو گالی نکالی''**۔ ایک حدیث میں ایک صحابی نبیؐ کے پاس آئے اور کہا، **''میں نے اپنی والدہ کو پشت پر اُٹھا کر حج کروایا، کیا میں نے والدہ کا حق پورا کر دیا''**۔ نبیؐ نے فرمایا، **''تم نے اُس ایک قطرہ دودھ کا حق ادا نہیں کیا جو اُس**

نے **تمہاری نومولودگی پر تمہارے حلق میں ڈالا تھا**''۔ نبیؐ نے یہ بھی فرمایا کہ والدین کی دیکھ بھال کرنا آخرت میں بہت اجر کا سبب ہوگا۔ لُبِ لباب یہ ہے کہ نبیؐ نے فرمایا، **''والد جنت کا دروازہ ہے اور ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے''**۔

مندرجہ بالا حدیث والدین سے محبت اور احترام کی اہمیت کے بارے میں اسلام کی اخلاقی اور سماجی تعلیمات ہیں۔ حدیثیں والدین کی خدمت کی فضیلت بیان کرتی ہیں، ساتھ ہی اُن کی نافرمانی کرنا، اُن کی بے عزتی کرنا یا اُن کو نقصان پہنچانا، سب سے گھناؤنا جرم ہے۔ حدیث ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ والدین کی خدمت توجہ سے کرنے کا صلہ جنت اور خدا کی رضا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اُن مسلمانوں پر اس دنیا میں خاص رحمت نازل کرتا ہے جو اپنے والدین کے حقوق توجہ سے پورے کرتے ہیں۔ یہ بچوں پر والدین کا حق ہے کہ وہ اُن کی دیکھ بھال کریں، اُن کی حسبِ ضرورت جسمانی اور مالی معاونت کریں، خاص طور پر بڑھاپے میں۔

2)۔اولاد کے حقوق

عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے کہا: **''انسان کے لیے یہ گناہ ہی کافی ہے کہ اُس نے اُن سے غفلت برتی جن پر اُسے خرچ کرنا چاہیے تھا''**(ابوداؤد 1962)۔ بچے کا پہلا حق یہ ہے کہ اُس سے پیار کیا جائے اور اُس کی دیکھ بھال کی جائے۔ نبیؐ اپنے نواسوں کو چوما کرتے تھے، اور جب کوئی نبیؐ کی اس بات پر تعجب کرتا، تو آپؐ جواب میں کہتے، **"میں کیا کر سکتا ہوں اگر اللہ نے تمہارے دل کو انسانی جذبات سے محروم رکھا ہے"**؟ ایک حدیث میں نبیؐ نے فرمایا: **"محتاط رہو! تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے، اور تم میں سے ہر ایک سے اُس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ ایک راہنما اپنی عوام کا چرواہا ہے، اور اُس سے اُس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اور آدمی اپنے گھر کے لوگوں کا چرواہا ہے، اور اُس سے اُس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اپنے بچوں کی چرواہن ہے، اور اس سے اُن کے متعلق پوچھا جائے گا"**۔ لہٰذا بچوں کے اپنے والدین پر یہ حقوق ہیں:

1)۔ بچوں کو اچھا نام دینا: ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: ''اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو جو نام سب سے زیادہ محبوب ہیں وہ عبداللہ اور عبدالرحمان ہیں''(مسلم 2132)۔ انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: ''میرے ہاں رات ایک بچہ پیدا ہوا اور میں نے اُس کا نام اپنے باپ ابراہیمؑ کے نام پر رکھ دیا''(مسلم 2315)۔

2)۔ بچوں پر مناسب طریقے سے خرچ کرنا چاہیے: بچوں کا حق ہے کہ اُنہیں کھانے کو دیا جائے، لباس دیا جائے، اور اُن کی حفاظت کی جائے۔

3)۔ بچوں کے لیے مناسب تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا جائے: ایک مشہور حدیث میں نبیؐ نے فرمایا: **''تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے بچوں کو اچھی تعلیم دے**(علم، خوداعتمادی، اخلاق اور آداب سکھائے)۔ بچوں کو مناسب معیارِ زندگی، اُن کی صحت کا خیال رکھنا اور معیاری تعلیم مہیا کرنا اُن کا حق ہے۔ کھیل کود اور تفریح یہ بھی اُن کا حق ہے۔ اور یہ بھی اُن کا حق کہ اُنہیں متوازن غذا، سونے کے لئے آرام دہ بستر، اور اسکول تک رسائی دی جائے۔

4)۔ یہ بچے کا حق ہے کہ اُسے سراہا جائے، اور اپنے والدین کی محبت اور پیار سے لطف اندوز ہو۔

5)۔ بچوں کا یہ بھی حق ہے کہ تحفہ تحائف دیتے ہوئے سب بہن بھائیوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک کیا جائے۔ نبیؐ نے کہا: "**اللہ سے ڈرو، اور اپنے بچوں کے ساتھ انصاف کرو**"(بخاری 2447، مسلم 1623)۔ مزید نعمان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے اُس سے کہا، "**کیا تم چاہتے ہو کہ بچے تمہاری عزت کریں**"؟ اُنھوں نے کہا، "ہاں"۔ آپؐ نے فرمایا: "**تو پھر اُن کو تحفے دینے میں انصاف کرنا**"۔ جب والدین ایک بچے کو دوسرے پر ترجیح دیتے ہیں، تو یہ ناانصافی ہے، کیونکہ یہ عمل بہن بھائیوں جو سب سے قریبی رشتہ دار ہیں اور جن کے سب سے زیادہ حقوق ہیں، کے درمیان نفرت، غصہ اور تنازعہ کا باعث بن سکتا ہے۔ امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ کسی بچے کو اُسی صورت میں ترجیح دی جاسکتی ہے اگر وہ معذور ہو، جبکہ باقی صحت مند۔ اُن کا کہنا ہے کہ اگر کسی بچے کو خاص علاج کی ضرورت ہو، معذور یا اندھا ہو، پڑھائی میں مصروف ہو، علاج معالجہ وغیرہ کی وجہ سے اسے ترجیح دینا جائز ہے۔ اُس بچے کا حصہ روک لینا جو اُسے بدکاری اور واہیات کام پر خرچ کرے گا، جائز ہے۔ اسلام میں والدین اپنی مرضی سے کسی وارث کو وراثت سے عاق نہیں کرسکتے۔

6)۔ بچوں کا یہ حق ہے کہ اُنہیں بُرے برتاؤ، نظرانداز کرنے، استحصال اور بغض سے محفوظ رکھا جائے۔ اس میں بچوں کا حق ہے کہ اُن کو کھیلنے کے لئے محفوظ مقام، اُن میں درست رویوں کو فروغ دینے کے لئے تعمیری ماحول، اور علم کے حصول کے مواقع فراہم کئے جائیں۔

7)۔ بچوں کے لیے کافی وراثت چھوڑی جائے۔ ایک حدیث میں نبیؐ نے فرمایا کہ والدین کے لیے بہتر ہے کہ اپنے بچوں کے لیے غربت کی بجائے وافر مال چھوڑ کر جائیں۔

8)۔ اپنے بچوں کے لئے ایک اچھا شریکِ حیات تلاش کریں اور جب شادی کی عمر کو پہنچیں تو اُن کی رضامندی سے اُن کی شادی کردیں۔

اللہ آیت (66:6) میں کہتا ہے: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اُس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے... یہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچوں کی اسلامی اقدار کے مطابق تربیت کریں۔ جو یہ ہیں:

1۔ انہیں توحید اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حقوق کا تصور سکھائیں، اور انہیں اسلامی عقائد اور عبادت کے بارے میں بنیادی معلومات فراہم کریں۔ اللہ آیت (31:13) میں کہتا ہے: یاد کرو جب لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کررہا تھا تو اس نے کہا " بیٹا! خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا حق یہ ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ عبدالمالک ابن الربیع ابن صبرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا نے کہا کہ نبیؐ نے فرمایا: "**بچے کو 7 سال کی عمر میں نماز پڑھنا سکھائیں، اور اگر دس سال کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو اُنھیں ہلکا سا ٹھکائیں**"(ترمذی 407)۔

2۔ بچوں کو قرآن کریم، اسلامی اقدار اور اخلاقیات کا علم سکھاؤ، اور ان کو صحیح رول ماڈل منتخب کرنے میں مدد کرو۔ یعنی، بچوں کو اعلیٰ اخلاقی خصوصیات کے بارے میں بنیادی معلومات سکھانا جن کی مسلمانوں سے توقع ہے۔

3۔ انہیں اللہ کی مخلوق کے حقوق کے بارے میں بنیادی معلومات فراہم کریں، خاص طور پر انسانوں کے بارے میں۔

4۔ جائز (حلال) معاش حاصل کرنے کے لئے انہیں ہنر سکھائیں۔
5۔ان کی نشو و نما کے لئے انہیں صحت مند ماحول فراہم کریں۔

نبیؐ بچوں کو بہت پسند کرتے تھے اور آپؐ نے اس یقین کا اظہار کیا تھا کہ اقوامِ عالم میں مسلمان بچوں کے ساتھ شفقت کی وجہ سے پہچانے جائیں گے۔ کیا ایسا ہے؟ انّاللہ! اگر ہم اللہ کی ہدایات پر عمل کریں تو وہ آیت (52:21) میں ہمیں خوش خبری دیتے ہوئے کہتا ہے: جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اُن کی اولاد بھی کسی درجۂ ایمان میں اُن کے نقشِ قدم پر چلی ہے ان کی اِس اولاد کو بھی ہم (جنت میں) ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں کوئی گھاٹا اُن کو نہ دیں گے۔ ہر شخص اپنے کسب کے عوض رہن ہے۔ اے اُمتِ محمدؐ، یہ دولتِ اسلامیہ کی ذمہ داری ہے کہ غریب خاندان کے بچوں کو وظیفہ دیا جائے۔ حضرت عمرؓ کے دور میں قانون پاس ہوا کہ جب بچہ ماں کا دودھ پینا چھوڑ دیگا تو اُسے وظیفہ ملے گا۔ وظیفے کی خاطر ماؤں نے بچوں سے دودھ چھڑوانا شروع کر دیا۔ جب حضرت عمرؓ کو پتا چلا تو آپؓ نے پیدائش سے وظیفہ جاری کر دیا۔ یورپ میں اسے اب بھی عمر لاء کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

3)۔ میاں بیوی کے حقوق

میاں بیوی ایک معاشرے کے بنیادی ستون ہیں، لہٰذا اسلام ان کی اصلاح پر بہت زیادہ زور دیتا ہے۔ اللہ آیت (24:31) میں کہتا ہے: اور اے نبیؐ، مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے، اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں وہ اپنا بناؤ سنگھار نہ ظاہر کریں مگر اِن لوگوں کے سامنے شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائیوں کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے، اپنے میل جول کی عورتیں، اپنے لونڈی غلام، وہ زیردست مرد جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں۔ وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہو اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔ اے مومنو، تم سب مل کر اللہ سے توبہ کرو، توقع ہے کہ فلاح پاؤ گے۔ اللہ آیت (4:34) میں کہتا ہے: مرد عورتوں پر قوام ہیں، اس بنا پر کہ اللہ نے اُن میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور **اس بنا پر کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں**.... اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مومن مردوں اور عورتوں پر بعض فرائض اور ذمہ داریاں عائد کی ہیں، جن میں شوہر اور بیویوں کے حقوق شامل ہیں۔ یہ توازن پیدا کرنے کے لئے ہیں تاکہ شوہر اور بیوی دونوں اپنی اپنی صلاحیتوں کے حساب سے اپنے اپنے مخصوص حقوق سے لطف اندوز ہوں، جیسا کہ آیت (2:228) میں درج ہے: عورتوں کے لیے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں، جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں۔ البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔ اور سب پر اللہ غالب اقتدار رکھنے والا اور حکیم و دانا موجود ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مومن مردوں اور عورتوں پر کچھ فرائض اور ذمہ داریاں عائد کی ہیں، جن میں شوہروں اور بیویوں کے حقوق اور فرائض بھی شامل ہیں۔ جیسے عورت کے اپنے شوہر پر کچھ حقوق ہیں، اسی طرح بدلے میں شوہر کے اپنی بیوی پر کچھ حقوق ہیں۔ اسلام نے میاں بیوی کے حقوق واضح کر دیئے ہیں۔ حقوق کا مقصد ہے تاکہ خاندان خوش اسلوبی سے چلیں۔ حقوق پر

ایک دوسرے کی رضامندی کے ساتھ سمجھوتا کیا جاسکتا ہے۔ اسلام خاوند پر خوراک، رہائش اور لباس فراہم کرنے کی ذمہ داری عائد کرتا ہے، اور اسی لیے اُسے خاندان کا سربراہ بنایا گیا ہے۔ خاوند کو شادی کے معاہدے کے مطابق اپنی بیوی کو حق مہر ادا کرنا ہوتا ہے۔ اللہ آیت (4:4) میں کہتا ہے: اور عورتوں کے مہر خوشدلی کے ساتھ (فرض جانتے ہوئے) ادا کرو، البتہ اگر وہ خود اپنی خوشی سے مہر کا کوئی حصہ تمہیں معاف کر دیں تو اُسے تم مزے سے کھا سکتے ہو۔ نبیؐ نے کہا کہ مہر کو اس طرح سے طے کرو کہ یہ بہت کم نہ ہو کہ خاتون کی قدر نہ رہے، اور اتنی زیادہ بھی نہ رکھو کہ خاوند ادا نہ کر سکے، بلکہ اِسے ہونے والے خاوند کی حیثیت کے مطابق مقرر کیا جانا چاہئے۔

ا)۔ خاوند کے حقوق

اسلام میں شوہر کے حقوق بہت زیادہ نہیں ہیں، واحد کفیل ہونے کے ناطے، وہ خاندان کا سربراہ ہے۔ جیسے بیوی اپنے شوہر سے اچھے رویے کا حق رکھتی ہے، شوہر بھی اپنی بیوی سے اچھے رویے کا حق رکھتا ہے۔ اگر شوہر اور بیوی کے درمیان باہمی محبت اور احترام نہیں ہوگا تو وہاں نہ کوئی سچا ساتھ ہوگا اور نہ ہی افہام و تفہیم ہوگی، جس کے نتیجے میں شادی بوسیدہ ہو کر ختم ہو جائے گی (**جو شیطان کو بہت محبوب ہے**)۔ شوہر اور بیوی دونوں کو روزانہ کی بنیاد پر اپنے تعلقات میں شفقت، معاف کرنے، اور ہمدردی کے جذبات کو فروغ دینے کے لیے عملی مشق کرتے رہنا چاہئے، تاکہ اپنے اور اپنے بچوں کے لئے ایک صحت منداور خوش گوار ماحول پیدا کر سکیں۔ مندرجہ ذیل حدیث میں مردوں کے کچھ حقوق بیان کیے گئے ہیں، اس میں جابرؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے اپنے آخری خطبہ میں کہا تھا: **"عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو! بیشک تم نے انہیں اللہ کے نام پر لیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے الفاظ کے ساتھ تمہارے اُن کے ساتھ تعلقات کو حلال بنا دیا گیا۔ تمہارے بھی اُن پر حقوق ہیں کہ وہ کسی کو اپنے بستر پر بیٹھنے کی اجازت نہ دیں (یعنی اُنہیں گھر میں داخل نہ ہونے دیں) جنہیں تم پسند نہیں کرتے۔ لیکن اگر وہ ایسا کرتی ہیں تو، تم انہیں سزا دے سکتے ہو، لیکن سخت نہیں۔ تم پر ان کا حق یہ ہے کہ تم مناسب طریقے سے انہیں کھانا اور لباس فراہم کرو"** (مسلم، 1218)۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: **"جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر میں بلائے اور وہ انکار کر دے، اگر وہ اُس سے ناراض ہو کر سو جاتا ہے، تو وہ فرشتے اُس پر صبح تک لعنت بھیجتے ہیں"** (مسلم، 1436)۔ اس کا جواز غیر قانونی جنسی تعلقات کو روکنا ہے۔ نبیؐ نے فرمایا: **"سب سے اچھی خاتون وہ ہے، جب تم اسے دیکھو تو تمہیں خوشی ہو۔ جب تم اسے حکم دو تو اطاعت کرے۔ اگر تم اس سے دور ہو تو وہ اپنی اور تمہاری جائیداد کی حفاظت کرے"** (طبرانی)۔ خاوند کا ایک حق اپنی بیوی پر یہ بھی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو کہہ سکتا ہے کہ وہ فرض عبادت کے علاوہ نفلی عبادت نہ کرے، تاکہ وہ اس کے ساتھ مزید وقت گذار اسکے (تاکہ وہ کہیں اور نہ دیکھے)۔ نبیؐ نے فرمایا: **"بیوی کا روزہ رکھنا جائز نہیں (رمضان المبارک کے روزوں کے علاوہ)، خاوند کی اجازت کے بغیر۔ بیوی کو چاہیے کہ کسی ایسے شخص کو اپنے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دے جسے اُس کا خاوند ناپسند کرتا ہو"** (ترمذی)۔ مومنوں کی ماں ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: **"ہر وہ عورت جس کا خاوند اس سے راضی ہے، خوش اور مطمئن ہے، تو وہ جنت میں جائے گی"** (ترمذی)۔

ا)بیوی کواپنے خاوند سے پیار،اُس کی عزت اور اطاعت کرنی چاہیے (کیونکہ وہ واحد کفیل ہے)،اگراُس کا حکم اللہ اور اس کے رسول کے حکم منافی نہ ہو۔ نبیؐ نے فرمایا، **"اگر کسی شخص کو دوسرے شخص کو سجدہ کرنے کی اجازت ہوتی، تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے** (اطاعت اور احترام میں، نہ کہ عبادت کے لیے)" (ابوداؤد)۔

ب)جب شوہر اپنی بیوی کو بستر پر بلائے، تو اسے بلاوجہ انکار نہیں کرنا چاہئے (شرعی عذر)۔

پ)بیوی ناجائز تعلقات سے بچے۔ اُس شخص کو گھر میں داخل نہ ہونے دے جسے اُس کا خاوند ناپسند کرتا ہے (یہ اس لیے ہے کہ غلط فہمیوں سے بچا جائے)۔

ت)جب بیوی کا معمول کی گھریلو ضروریات کے علاوہ کہیں اور جانے کا ارادہ ہو، تو اسے اپنے شوہر سے اجازت لینی چاہیے (یہ بھی اُن کے درمیان غلط فہمی سے بچنے کے لئے ہے)۔

ٹ)بیوی کو اپنے شوہر کے خاندان والوں کے ساتھ عزت واحترام سے پیش آنا چاہیے، اور اسی طرح خاوند کو بیوی کے خاندان والوں کے ساتھ عزت واحترام سے پیش آنا چاہیے۔

ث) ایک مسلمان بیوی کو اپنے شوہر کے راز، عزت، وقار اور آپس کی رازداری کے معاملات کی حفاظت کرنی چاہیے۔ یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ خاوند کے مال کی حفاظت کرے، بچوں کی رہنمائی کرے، اور اس کے پیسوں، اُس کی چیزوں اور گھر کے سامان کو ہر ممکن حد تک ضائع نہ ہونے دے۔ نبیؐ نے فرمایا: **"بیوی اپنے شوہر کے گھر اور اپنے بچوں کی محافظ ہے"** (بخاری اور مسلم)۔

2)عورت/بیوی کے حقوق

نبیؐ نے فرمایا: "خواتین کے بارے میں میرا مشورہ ہے، کہ عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، کیونکہ اُنہیں پسلی سے پیدا کیا گیا ہے، اور پسلی کا اوپر کا حصہ سب سے زیادہ ٹیڑھا ہے۔ اگر اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کروگے، تو اسے توڑ دوگے، اور اگر اسے اس کے حال پر چھوڑ دوگے تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ لہٰذا، خواتین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو" (بخاری اور مسلم)۔ **نبیؐ نے کہا، "جو شخص بے رحم ہے وہ نیکی سے محروم ہے"** (مسلم 2592)۔ نبیؐ نے یہ بھی کہا، **"تم میں سے سب سے بہتر وہی ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہے، اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے بہتر ہوں"**۔ اسلام خواتین کے حقوق کے دفاع اور معاشرے میں اُن کی حیثیت کو بلند کرنے کے لئے آیا جو اُنہیں کسی دوسرے معاشرے میں میسر نہیں تھے۔ چودہ سو سال پہلے خواتین کے حقوق واضح کئے، اسلام نے ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کے حقوق پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ عورت اور مرد حیثیت اور وقار میں برابر ہیں، اور یہ کہ عورت ہونے کی وجہ سے اُس کی حیثیت کم نہیں ہوتی۔ اس سلسلے میں، نبیؐ نے ایک اہم حکم واضح کیا، جب آپؐ نے فرمایا: "خواتین مرد ایک دوسرے کے جوڑی دار ہیں" (ترمذی 113)۔ آپؐ نے اپنے ساتھیوں کو کہا: "میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ اپنی عورتوں کا خیال رکھنا" (بخاری 4890)۔ آپؐ نے اسے اپنے الوداعی حج کے خطبہ میں بھی دہرایا جب آپؐ نے لاکھ سے زیادہ مسلمانوں سے خطاب کیا۔ اسلام نے خواتین کو صرف زندگی کا حق ہی نہیں دیا، بلکہ اُن کے ساتھ بچپن سے اچھے سلوک کی تاکید کی۔ نبیؐ نے فرمایا: "جو بھی اپنی بیٹیوں کے ساتھ

فیاضی سے پیش آتا ہے، وہ جہنم کی آگ سے اُن کے لیے ڈھال ہو نگی" (بخاری5649)۔ نبیؐ نے فرمایا: ''اگر کسی شخص کے پاس بیٹی ہے، جسے وہ مناسب تعلیم دیتا ہے، اچھے آداب سکھاتا ہے...اسے دوگنا انعام ملے گا" (بخاری4795)۔ نبیؐ نے ایک دن عورتوں کو مشورہ دینے کے لئے مختص کیا تھا، آپؐ انہیں یاد دہانی کراتے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت کرنے کا حکم دیتے (بخاری101)۔

جب ایک لڑکی جوان اور بالغ ہو جاتی ہے (عام طور پر 12 سے 13 سال تک)، تو اسلام اسے اپنے لیے آئے ہوئے رشتہ کو قبول یا مسترد کرنے کا اختیار دیتا ہے۔ اُسے کسی ایسے شخص کو قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا جانا چاہئے جسے وہ نہیں چاہتی۔ اس سلسلے میں، نبیؐ کا فرمان ہے: "جو عورت پہلے سے شادی شدہ تھی، اسے اپنے سرپرستوں سے زیادہ اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق ہے۔ اور ایک کنواری سے بھی مشاورت کی جانی چاہیے، اور اس کی خاموشی اس کی رضامندی ہے" (مسلم1421)۔ آپؐ نے یہ بھی کہا کہ: **"پہلے سے شادی شدہ عورت کا اس کے مشورہ کے بغیر نکاح نہ کیا جائے؛ اور کسی کنواری کی اُس کی رضامندی کے بغیر شادی نہ کی جائے''**۔ لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے نبیؐ، کنواری لڑکی کی رضامندی کا کیسے پتہ چلے گا۔ آپؐ نے فرمایا، اُس کی خاموشی (وہ اُس کی رضامندی ظاہر کرتی ہے)'' (بخاری4843)۔

جب ایک عورت بیوی بنتی ہے، تو اسلام اس کے ساتھ اچھے برتاؤ کا کہتا ہے، عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ شرافت اور رحمدلی کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح نبیؐ نے فرمایا: "اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو پینے کے لئے پانی دیتا ہے، تو اسے اس کا اجر ملے گا"۔ ایک حدیث میں آپؐ نے دعا کی اور کہا: **"اے اللہ، میں اُس شخص کو گنہگار سمجھتا ہوں جو دو کمزوروں کے حقوق کی حفاظت کرنے میں ناکام رہا، یعنی یتیم اور عورت"**۔ اللہ آیت (4:19) میں کہتا ہے: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تمہارے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن بیٹھو۔ اور نہ یہ حلال ہے کہ اُنہیں تنگ کر کے اُس مہر کا کچھ حصہ اُڑا لینے کی کوشش کرو جو تم انہیں دے چکے ہو۔ ہاں اگر وہ کسی صریح بدچلنی کی مرتکب ہوں (تو ضرور تمہیں تنگ کرنے کا حق ہے) ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو مگر اللہ نے اُسی میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔ نبیؐ نے ہمارے لیے مثال قائم کی ہے، اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ رحمدلی، حُسنِ سلوک اور دستِ تعاون بڑھا کر۔ حدیث میں نبیؐ نے فرمایا، "ایمان والوں میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اخلاق میں بہترین ہیں، اور ان میں سے سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنے خاندان والوں کے ساتھ بہتر ہیں، اور میںؐ اپنے خاندان والوں کے ساتھ بہترین ہوں"۔ آپؐ اُن کے ساتھ کھیلتے، اُنہیں محظوظ کرتے، اُن کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے، ساتھ مل کے کھاتے، اور **آپؐ گھر کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتے**۔ جب آپؐ گھر آتے تھے تو گھر میں داخل ہونے والے تاریک بادل کی طرح نہیں تھے، بلکہ جیسے عائشہؓ کہتی تھیں، "اُنؐ کا ایک سورج ہے اور آسمان کا ایک سورج ہے"۔ مومنوں کی ماں عائشہؓ سے ترمذی میں روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ **آپؐ کا اپنے خاندان والوں کے ساتھ وقت اُن کی خدمت میں صرف ہوتا**۔ آپؐ بکریوں کا دودھ دوہتے، اپنے آپ کو دوسرے گھریلو کاموں کو سرانجام دینے، اور اپنے اہلِ خانہ کی مدد میں مصروف رکھتے، آپؐ اپنے جوتے اور اپنے کپڑوں کی مرمت خود کرتے۔ الاسود بن یزید سے روایت کی ہے کہ انہوں نے عائشہؓ سے پوچھا: نبیؐ گھر میں کیا کرتے تھے؟ عائشہؓ نے جواب دیا، "آپؐ خود کو اپنے خاندان والوں کی خدمت کرنے میں مصروف رکھتے اور جب نماز

کا وقت ہوتا تو آپ ؐ مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے چلے جاتے"۔ مکہ کے لوگوں میں ایک شادی شدہ جوڑے ابو زرع اور ام زرع کی محبت کی کہانی مشہور تھی۔ عربوں میں رواج ہے کہ وہ عزت دینے کے لیے کُنیت سے پکارتے ہیں جیسے اے فلاں کے والد، اے فلاں کی والدہ۔ نبیؐ نے ایک دفعہ عائشہؓ سے کہا کہ میری وفاداری اور محبت تمہارے لیے ابو زرع اور ام زرع کی طرح ہے۔ عائشہؓ نے جواب دیا کہ آپ ؐ مجھے اپنے والد اور ماں سے بھی زیادہ عزیز ہیں اور آپ ؐ ابو زرع اور ام زرع کی کہانی سے زیادہ وفادار اور محبت کرنے والے ہیں۔ میاں بیویوں کے معاملات پر عمل پیرا ہونے کے لئے یہ ایک ہمیشہ قائم رہنے والی زندہ مثال ہے۔

بیوی اپنی جائز ضروریات کے لئے اپنے کنجوس خاوند کے پیسے چوری کر سکتی ہے، جبکہ شوہر اُس کے پیسے پر حق نہیں رکھتا۔ عائشہؓ سے مروی ہے کہ ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ نبیؐ کے پاس آئیں اور کہا، اے اللہ کے رسولؐ، ابوسفیان ایک کنجوس شخص ہے، جو مجھ پر اور میرے بچوں پر ضرورت کے مطابق خرچ نہیں کرتا، لہٰذا میں اُسے بتائے بغیر اُس کے مال سے لے لیتی ہوں۔ کیا ایسا کرنے پر مجھ پر کوئی گناہ ہے؟ نبیؐ نے فرمایا، "اُس کے مال میں سے ایک مناسب حساب سے لے لو جو تمہارے اور تمہارے بچوں کے لئے کافی ہو" (یعنی وہ اپنے شوہر کی رضامندی کے بغیر صدقہ یا دوسروں کو اُس میں سے نہیں دے سکتی) (بخاری، 5049 مسلم، 1714)۔ شوہر کا فرض ہے کہ اپنی حیثیت کے مطابق بیوی کی جائز ضروریات کو پورا کرے، جیسے اس سے محبت کرنا، اُس کی دیکھ بھال کرنا، اس کے لیے پوشاک کا بندوبست کرنا، اُس کی کھانے پینے کا بندوبست کرنا وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ شوہر نے اپنے اہل وعیال کی ساری ضروریات کو پورا کرنا ہوتا ہے، اس لیے اُسے بیوی پر فضیلت حاصل ہوتی ہے، یہ اُسے خاندان کا سربراہ بنا دیتی ہے۔ طلاق کی صورت میں بچوں کی پرورش والد کی ذمہ داری ہے۔ اللہ آیت (65:7) میں کہتا ہے: خوشحال آدمی اپنی خوشحالی کے مطابق نفقہ دے اور جس کو رزق کم دیا گیا ہو وہ اُسی مال میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے۔ اللہ نے جس کو جتنا کچھ دیا ہے اُس سے زیادہ کا وہ اُسے مکلف نہیں کرتا۔ بعید نہیں کہ اللہ تنگ دستی کے بعد فراخ دستی بھی عطا فرما دے۔

اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے نفرت کرتی ہے اور اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی ہے، تو اسلام نے اُسے اپنے شوہر سے خلع لینے کا حق دیا ہے۔ اسلام نکاح کے وقت شادی کی دستاویز میں عورت طلاق کا حق طلب کر سکتی ہے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ثابت ابن قیس کی بیوی نبیؐ کے پاس آئی اور کہا: اے اللہ کے رسولؐ، ثابت کے کردار یا اس کے دین میں کوئی خرابی نہیں ہے، لیکن میں اُسے ناپسند کرتی ہوں اور اس سے طلاق چاہتی ہوں۔ اگر میں اس کے ساتھ رہتی ہوں تو میں اُس کے ساتھ غیر اسلامی سلوک کر سکتی ہوں۔ اس پر نبیؐ نے کہا، "کیا تم وہ باغ واپس کر دو گی جو تمہارے خاوند نے تمہیں دیا تھا؟ اس نے کہا، "ہاں"۔ پھر اس نے باغ اپنے شوہر کو واپس کر دیا، اور نبیؐ نے ثابت کو اسے طلاق دینے کا حکم دیا۔

اس کے علاوہ، اسلام عورتوں کو مردوں کی طرح مالی آزادی فراہم کرتا ہے۔ لہذا، اس پر خرید وفروخت کرنے، کرایہ یا لیز پر دینے پر کوئی پابندی نہیں، اگر وہ ذہین اور عقلمند ہے (معاملات طے کر سکتی ہے)۔ اللہ آیت (4:6) میں کہتا ہے: پھر اگر تم اُن کے اندر اہلیت پاؤ تو اُن کے مال اُن کے حوالے کر دو۔ جب ام ہانی بنت ابو طالب نے ایک کافر کو پناہ دے دی، جبکہ ان کے بھائی علیؓ کا اسے قتل کرنے پر اصرار تھا، تو نبیؐ نے فیصلہ دیا اور کہا: **"اے ام ہانی، ہم بھی اس شخص کو پناہ دیں گے جنہیں**

تم نے پناہ دی ہے"۔ لٰہذا، آپؐ نے انہیں اُس غیر مسلم کو پناہ دینے کا حق دیا جو قانون شکنی کی وجہ سے مطلوب تھا۔ آخر میں، نبیؐ نے مردوں کو مشورہ دیا کہ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے طریقہ سے رہو۔ اگر تم انہیں کسی وجہ سے ناپسند کرتے ہو، تو ہو سکتا ہے کہ شاید تم اُس چیز کو ناپسند کرتے ہو جس میں اللہ نے تمہارے لئے بہت اچھائی رکھی ہو۔ علماء نے مختلف احادیث کے مطالعے سے یہ اخذ کیا ہے:

1)مرد اُسے مہر اپنی حیثیت کے حساب سے دے گا۔

2)شادی بیاہ کے سارے خرچے دلہا اور اُس کے گھر والوں کو اُٹھانا چاہیے۔

3)اگر وہ کھانا بناتی ہے تو شوہر پر احسان کرتی ہے۔ اسی لیے اسلام ہمیں بیوی کے کھانے کی تعریف کرنے کو کہتا ہے اور نقص نکالنے سے منع کرتا ہے۔ اس پر مجھے مفتی منک کا وہ لطیفہ یاد آیا، جس میں ایک شخص مسجد میں گیا جہاں ایک عالم بیوی کے کھانے کی تعریف کرنے کی ترغیب دے رہا تھا۔ اُس نے فیصلہ کیا ہے کہ آج سے وہ اپنی بیوی کے کھانے کی تعریف کیا کرے گا۔ جب اُس کے سامنے کھانا چن دیا گیا، تو اُس نے مسکراتے ہوئے لقمہ منہ میں ڈالا اور کہا: ''بہت مزیدار کھانا ہے''۔ اس پر اُس کی بیوی کا پارہ چڑھ گیا اور کہنے لگی: ''میں چالیس سال سے تمہارے لیے کھانا پکا رہی ہوں، تم نے میرے کھانے کی کبھی تعریف نہیں کی، آج جب کھانا ہمسایوں کے گھر سے آیا ہے تم نے تعریفوں کے پل باندھ دیئے!!!

4)ہمیں اُنہیں بلاوجہ نہیں ڈانٹنا چاہیئے، کیونکہ وہ ہمارا دوسرا نصف ہیں۔

5)اگر وہ بچوں کی دیکھ بھال کرتی ہے، تو وہ شوہر پر احسان کرتی ہے۔

6)اس کا حق ہے کہ اگر وہ چاہے تو اُسے الگ رہائش مہیا کی جائے۔

7)اگر وہ اُس کے والدین کی خدمت کرتی ہے، تو اُس پر احسان کرتی ہے۔

8)اگر خاوند کنجوس ہے تو وہ اپنے اور اپنے بچوں کی ضرورت کے لیے اُس کے پیسے چرا سکتی ہے، جبکہ خاوند نہیں چرا سکتا۔

9) نبیؐ نے فرمایا تھا کہ اماں حوا آدمؑ کی پسلیوں سے پیدا کی گئی، جس طرح پسلیاں ٹیڑھی ہوتی ہیں اسی طرح عورتیں بھی۔ اُن کو سیدھا کرنے کی کوشش نہ کرنا وہ ٹوٹ جائیں گی (یعنی اُن کی شوخی اور چنچل پن ختم ہو جائے گا اور اُس کے لیے ہم جوابدہ ہوں گے)، اُنھیں اُسی طرح قبول کرو۔

10)شوہر کو چاہیے کہ اپنی بیوی کے گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹائے۔ نبیؐ اپنے خاندان کے گھریلو کاموں میں ہاتھ بٹاتے تھے، وغیرہ...

11)مردوں کو اپنے والدین اور اپنے بیوی بچوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔

12)جب عورت بیوہ یا مطلقہ ہوتی ہے، تب وہ باپ یا بھائی کی ذمہ داری بن جاتی ہے۔

یہ سب کچھ لکھنے کے بعد، میں سوچ رہا تھا کہ عورتیں اپنے حقوق کے لیے کیوں جلوس نکال رہی ہیں، جو کچھ اب تک ہم نے پڑھا ہے یہ اُلٹ ہونا چاہیے تھا۔ مردوں کی دل جوئی کے لئے میں انہیں بتا سکتا ہوں کہ نبیؐ کے ساتھیوں نے بھی نبیؐ سے شکایت کی تھی کہ عورتیں باغی ہو گئی ہیں۔ اپنے مضمون کو میں مفتی منک کے دوسرے لطیفہ پر ختم کروں گا۔ ایک شخص

مسجد میں لیکچر سن کر گھر آیا اور بیگم کو کہنے لگا "ڈارلنگ میں تمہیں اُٹھانا چاہتا ہوں"۔ بیگم بولی دیکھ لو میں بھاری ہوں۔ خاوند کہنے لگا پرواہ نہیں، اُٹھانا ہے۔ جب اُس نے اُسے اُٹھا لیا، تو بیوی بولی آج تمہیں کیا سوجھی۔ خاوند کہنے لگا، میں مسجد گیا تھا، وہاں عالم کہہ رہا تھا کہ قیامت والے دن ہر ایک نے اپنا بوجھ خود اُٹھانا ہے؟؟؟ اے مرد حضرات، انہیں خوش رکھو تا کہ وہ قیامت کے دن ہمارے لئے بہت زیادہ بوجھ ثابت نہ ہوں؟ مرد حضرات، یہ وہ ذمہ داری ہے جس کی وجہ سے نبیؐ نے فرمایا، اگر خدا کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے کی اجازت ہوتی تو میں بیوی کو کہتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ اسی لیے اسلام میں خواتین کو دبانے کے تمام پروپیگنڈوں کے باوجود، مذکورہ حقائق کی وجہ سے یورپ اور امریکہ میں اسلام کی طرف لوٹنے والوں میں دو تہائی خواتین ہیں۔

اے مسلمانو، ایک معاشرتی عمارت کی بنیادی اینٹ میاں بیوی ہیں۔ اسی لیے اسلام میاں بیوی کے درمیان اچھے تعلقات پر بہت زور دیتا ہے۔ اس کا ثمر یہ ہوگا کہ اچھی عادات کا اثر بچوں اور بالعموم معاشرے پر پڑیگا۔ ایک حدیث میں نبیؐ نے ہمیں بتایا تھا کہ شیطان کی نظر میں سب سے پسندیدہ عمل (بد عملی) میاں بیوی کے درمیان نفاق ڈالنا ہے۔ بلڈنگ کے بنیادی بلاک کی بربادی بالآخر معاشرہ کی بربادی کا سبب بنتی ہے۔ ایک بار کسی نے عائشہؓ سے پوچھا کہ نبیؐ گھر پر کیسے تھے۔ آپؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہؐ بہت نرم مزاج اور نرم خو تھے۔ آپؐ ہمیشہ مسکراتے اور اپنے گھر میں خوش رہتے۔ آپؐ گھریلو کاموں میں اپنے گھر والوں کا ہاتھ بٹھاتے، آپؐ خود اپنے کپڑے سیتے، اپنے جوتوں کی مرمت کرتے، بکری کا دودھ دوھتے وغیرہ"۔

4) بہن بھائیوں اور رشتہ داروں کے حقوق

اسلام میں رشتہ دار ایک خاص حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ رشتہ داروں کے حقوق پر بہت زور دیتا ہے، اور ہم مسلموں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ ہم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کریں۔ رشتہ دار وہ ہیں جو خونی رشتے اور قریبی تعلقات کے ذریعے ہمارے ساتھ جڑے ہوئے ہیں؛ جیسے بھائی بہن، چچا چچی وغیرہ۔ ہر وہ شخص جس کا ہم سے کوئی رشتہ ہے، قربت کے لحاظ سے ہم پر اُس کے کچھ حقوق ہیں۔ قرآن کریم کی بہت ساری آیات ہمیں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے کی ترغیب دیتی ہیں۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: یقیناً اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا، جب وہ اس سے فارغ ہوا تب رحم (رشتہ داری) کھڑی ہوئی اور کہنے لگی: کیا یہ وہ جگہ ہے جہاں مجھ سے ناطہ توڑنے والوں سے تیری پناہ مانگی جاتی ہے؟ اللہ بلند و برتر نے کہا: جی ہاں، یقینا۔ پھر کہا: کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں ان لوگوں کے ساتھ تعلق رکھوں جو تمہارے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور ان سے قطع تعلق کر لوں جو تجھ سے قطع تعلق کرتے ہیں؟ رحم کہنے لگی ہاں بیشک! اللہ نے کہا، پھر یہ تمہارے لیے ہے۔ نبیؐ نے فرمایا: "پھر، یہ تم سے متوقع ہے کہ اگر تمہیں اقتدار سونپا جائے، تو تم زمین میں فساد کرو گے اور اپنے رشتہ داروں سے تعلقات توڑ لو گے"؟ قرآن کی آیات (47:22-24) کہتی ہیں: اب کیا تم لوگوں سے اِس کے سوا کچھ اور توقع کی جا سکتی ہے کہ اگر تم اُلٹے منہ پھر گئے تو زمین میں پھر فساد برپا کرو گے اور آپس میں ایک دُوسرے کے گلے کاٹو گے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان کو اندھا اور بہرہ بنا دیا۔ کیا اِن لوگوں نے قرآن پر

غور نہیں کیا، یا دلوں پر اُن کے قفل چڑھے ہوئے ہیں؟ نبیؐ نے یہ بھی کہا: جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ باہمی تعلقات بنا کر رکھے (بخاری)۔ نبیؐ نے یہ بھی کہا، "جو شخص باہمی تعلقات (رشتہ داریوں) کو توڑتا ہے وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا" (بخاری 5984)۔ اسلام میں رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات کے بارے میں بہت سخت قوانین ہیں۔ اوپر دی گئی حدیث کی رو سے اگر کوئی شخص اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اپنے رابطوں کو کاٹ دیتا ہے تو وہ انتہائی بداخلاقی کا مرتکب ہو گا۔ لہٰذا، قانونی حدود میں رہتے ہوئے ہمیں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ہر ممکن طریقے سے اچھا سلوک کرنا چاہیے، اور اُن کی ضروریات کو مدِ نظر رکھ کر اپنی حیثیت کے مطابق اُن کی مدد کرنی چاہیے۔

ایک روایت میں جب اللہ نے آیت (3:92) اُتاری: تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اپنی وہ چیزیں (خدا کی راہ میں) خرچ نہ کرو جنہیں تم عزیز رکھتے ہو اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ اس سے بے خبر نہ ہو گا۔ ابو طلحہؓ کہتے ہیں کہ مجھے اپنے مال میں سے سب سے زیادہ عزیز بیر حاء کا باغ ہے، اُسے میں اللہ کی راہ میں صدقہ کر رہا ہوں، اور میں اللہ سے اس کے اجر کی اُمید رکھتا ہوں۔ ابو طلحہؓ نے نبیؐ سے عرض کی اے اللہ کے نبیؐ آپؐ اِسے اللہ کی ہدایت کے مطابق جیسے چاہیں خرچ کریں۔ نبیؐ نے فرمایا: ''یہ بہت منافع بخش سودا ہے۔ میں نے سن لیا جو تم نے کہا، میں تمہیں صلاح دیتا ہوں کہ یہ تم اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرو''۔ ابو طلحہؓ کہنے لگے کہ اے اللہ کے نبیؐ میں ایسا ہی کروں گا۔ اور باغ کو اپنے عزیزوں میں بانٹ دیا۔

اے مسلمانو، انسان ہونے کے ناطے، اللہ ہم سے توقع کرتا ہے کہ ہم اپنے خاندان اور رشتہ داروں کی دیکھ بھال کریں گے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ چاہتا ہے انسانیت ایک جسم کی مانند ہو، اگر جسم کا ایک حصہ تکلیف میں ہو تو پورا جسم اُس درد کو محسوس کرتا ہے، یعنی اگر کوئی انسان تکلیف میں ہو تو پوری انسانیت اُس درد کو محسوس کرے۔ بدقسمتی سے، جدید دور میں ذرائع ابلاغ کی پیدا کردہ خواہشات کی وجہ سے، انسانوں کی وسیع اکثریت خود نمائی اور پُر تعیش معیارِ زندگی حاصل کرنے کی دوڑ میں لگی ہوئی ہے۔ ہم اپنی ضروریات کو اپنے وسائل سے بڑھا کر اُسے عذر بناتے ہیں تاکہ رشتہ داروں پر خرچ نہ کرنا پڑے۔ اس رویے نے ہمیں خود پسند اور لالچی بنا دیا ہے، اور ہم نے قناعت کرنا چھوڑ دیا ہے جو جنتیوں کی ایک اہم خصوصیت ہے۔ لوگوں کو یہ ظاہر کرنے کی کوشش میں کہ ہم امیر ہیں؛ ہم خود کو برانڈڈ اشیاء کے ساتھ لاد لیتے ہیں۔ اس نے ہمیں فضول خرچ اور دکھاوا کرنے والا بنا دیا ہے، اور جیسا کہ میں نے اپنی کتاب "اسلام اور جادو" میں بیان کیا ہے کہ یہ رویہ ہمیں مغرور بنا دیتا ہے، جس کی وجہ سے ہم میں شک، حسد، بغض اور ضعیف الاعتقادی پیدا ہوتی ہیں۔ جب ہم میں ضعیف الاعتقادی پیدا ہو جاتی ہے، تو ہم نام نہاد پیروں، بزرگوں، قسمت کا حال بتانے والوں، جادوگروں وغیرہ کو قیمتی تحائف اور پیسے پیش کرتے ہیں، جو ہمیں اکثر اپنے رشتہ داروں کے خلاف اُبھارتے ہیں۔ دکھاوے کے لیے ہم اپنے ہمکار ساتھیوں، دوستوں وغیرہ کی خوب دعوتیں کریں گے، لیکن اپنے والدین اور رشتہ داروں کو نظر انداز کر دیں گے چاہے وہ کتنے ہی حاجت مند کیوں نہ ہوں۔

رشتہ داروں کے حقوق کی اہمیت پر زور دینے کے لئے، میں خلیفہ اول ابو بکر صدیقؓ کا واقعہ بیان کروں گا۔ ابو بکرؓ اپنے کزن مسطح کو وظیفہ دیتے تھے۔ جب منافق عبد اللہ بن اُبی نے مومنوں کی ماں اور ابو بکر صدیقؓ کی بیٹی عائشہؓ پر بہتان لگایا، تو مسطح اُس کے ساتھ پیش پیش تھا۔ جب قرآن کی آیات نے عائشہؓ کو بری کر دیا تو ابو بکرؓ نے قسم کھائی کہ وہ مسطح کو اب کچھ نہیں دیں گے۔ قرآن کی آیت نازل ہو گئی: تم میں جو لوگ صاحبِ فضل اور صاحبِ مقدرت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں

کہ اپنے رشتہ دار، مسکین اور مہاجر فی سبیل اللہ لوگوں کی مدد نہ کریں گے۔ انہیں معاف کر دینا چاہیے اور در گزر کرنا چاہیے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کرے؟ اور اللہ کی صفت یہ ہے کہ وہ غفور اور رحیم ہے (24:22)۔ آیت سن کر، ابو بکر صدیقؓ نے کہا، "ہاں، مجھے یہ پسند ہے کہ اللہ مجھے معاف کرے"۔ آپؓ نے اپنی قسم توڑی، اور قسم کو توڑنے کا کفارہ دس مساکین کو کھانا بھی کھلایا اور مسطح کو وظیفہ نہ صرف دینا شروع کیا بلکہ بڑھا دیا۔ **اس آیت کا لُبِ لُباب یہ ہے کہ، ہم سب سے کبھی نہ کبھی گناہ سرزد ہوں گے، اگر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ ہمیں معاف کرے، تو ہمیں دوسروں کو معاف کرنا سیکھنا ہو گا، یعنی معافی چاہتے ہو تو معاف کرو۔**

آخر میں، نبیؐ نے فرمایا، **"جب ایک شخص کسی دوسرے شہر میں اپنے بھائی کو ملنے کے لیے چلا، تو اللہ نے ایک فرشتے کو اُس کے راستہ پر اُس کا انتظار کرنے کے لیے بھیجا۔ فرشتے نے پوچھا، "تمہارا کہاں کا ارادہ ہے"؟ اس نے جواب دیا، "میں اِس شہر میں اپنے بھائی کو ملنے جا رہا ہوں"۔ فرشتے نے پوچھا، "کیا اُس نے تم پر کوئی احسان کیا ہے، جس کا بدلہ چکانا ہے؟" اس نے کہا: "نہیں، میں اُسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خاطر محبت کرتا ہوں"۔ اس پر فرشتے نے کہا، "میں تمہارے پاس اللہ کا پیغام لے کر آیا ہوں کہ اللہ تم سے محبت کرتا ہے جیسا کہ تم اپنے بھائی سے محبت کرتے ہو"** (صحیح مسلم)۔ سبحان اللہ! ہم سب پر واجب ہے کہ ہم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ احترام، محبت اور ہمدردی کے ساتھ پیش آئیں اور اچھے تعلقات قائم کریں۔ ہمیں اُن کے مصائب میں اُن سے تعاون کرنا چاہیے اور ان کی خوشیوں میں اُن کے ساتھ شریک ہونا چاہیے، اور ضرورت کے وقت ان کی مالی اور اخلاقی مدد کرنی چاہیے۔

5) ہمسایوں کے حقوق

کن کو ہمسایہ تصور کیا جاتا ہے؟ اللہ آیت (4:36) میں کہتا ہے: اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آؤ، اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے، اور اُن لونڈی غلاموں سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں، احسان کا معاملہ رکھو، یقین جانو اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے پندار میں مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے۔

1) رہائش گاہ کے پڑوسی، رشتہ دار ہوں یا غیر رشتہ دار

2) ایک ساتھ سفر کرنے والے

3) ایک جگہ کام کرنے والے وغیرہ۔

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم وہ ایمان نہیں لایا، اللہ کی قسم وہ ایمان نہیں لایا، اللہ کی قسم وہ ایمان نہیں لایا''۔ آپؐ سے پوچھا گیا، ''وہ کون ہے اے اللہ کے نبیؐ''؟ آپؐ نے فرمایا: ''وہ جس کے شر سے اُس کا ہمسایہ اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتا'' (بخاری اور مسلم، باب 39، ح 305)۔ اسلام میں پڑوسیوں کے ہم پر بہت سے حقوق ہیں، چاہے پڑوسی مسلمان ہوں یا غیر مسلم، رشتہ دار ہوں یا غیر رشتہ دار۔ نبیؐ سے پوچھا گیا: ''کون ہمسایہ ہے''؟ آپؐ نے فرمایا: ''تمہارے پڑوسی تمہارے آگے کے چالیس گھر ہیں اور چالیس گھر تمہارے پیچھے کے، چالیس گھر تمہارے دائیں طرف کے

اور چالیس گھر تمہارے بائیں طرف کے۔ جب ہم ان تمام لوگوں کو اپناپڑوسی تصور کریں گے اور اُن کے حقوق کا خیال رکھیں گے تو، ہم انصاف پر مبنی ایک مضبوط سماجی معاشرہ کی تعمیر کریں گے۔ مجاہد سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے گھر والوں کے لئے ایک بھیڑ کو ذبح کیا تھا، لہٰذا، جب وہ گھر آئے تو آپؓ نے پوچھا: "کیا تم نے اپنے یہودی پڑوسی کو اِس میں سے کچھ گوشت بھیجا؟ میں نے نبیؐ کو کہتے سنا ہے کہ، "جبرائیلؑ نے مجھے بار بار پڑوسیوں کے ساتھ شفقت اور نرمی سے پیش آنے کا مشورہ دیا، یہاں تک کہ میں سوچ میں پڑ گیا کہ اللہ شاید اُنہیں وارثوں میں شامل کرنے کا حکم دیں گے" (بخاری 6014)۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبیؐ سے پوچھا، "اے اللہ کے رسولؐ، ایک عورت ہے جو بہت زیادہ نماز پڑھتی ہے، خیرات دیتی ہے اور روزے رکھتی ہے، لیکن وہ اپنی بول چال سے اپنے پڑوسیوں کو بہت ایذا پہنچاتی ہے"۔ آپؐ نے فرمایا: ''وہ جہنم میں جائے گی''۔ پھر وہ آدمی کہنے لگا، ''اے اللہ کے نبیؐ، ایک اور عورت ہے جو کم نماز اور روزے رکھتی ہے، وہ جو خشک دہی کا صدقہ کرتی ہے۔ لیکن ہمسایوں کے ساتھ اُس کا سلوک بہت اچھا ہے اور اُنہیں ایذا نہیں پہنچاتی''۔ آپؐ نے کہا، ''وہ جنت میں جائے گی'' (احمد جلد 4، صفحہ 166)۔ اے مسلمانو! اگر ہم جنت چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے پڑیں گے۔ اس کے علاوہ ابن ابی قُراد کہتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا، "جو بھی اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے، یا چاہتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسولؐ اُس سے محبت کرے، تو اُسے چاہیے جب وہ بولے تو سچ بولے، اسے چاہیے امانت امانت والے کو پہنچائے، اور اسے چاہیے اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے" (بیہقی، شعب الایمان 1439، بخاری)۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي قُرَادٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُحِبَّ اللهَ وَرَسُولَهُ أَوْ يُحِبَّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ فَلْيَصْدُقْ حَدِيثَهُ إِذَا حَدَّثَ وَلْيُؤَدِّ أَمَانَتَهُ إِذَا اؤْتُمِنَ وَلْيُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَهُ، 1439 شعب الإيمان، للبيهقي الخامس عشر من شعب الإيمان۔

پڑوسیوں کے حقوق کو پورا کرنے کی اہمیت پر زور دینے کے لئے، عقبہ ابن عامرؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے کہا، "قیامت والے دن سب سے پہلے دو پڑوسیوں کے درمیان اختلافات کا مقدمہ پیش ہوگا" (مسند احمد 16921)۔ اے اللہ، وہ ہم نہ ہوں۔ آمین

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ خَصْمَيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جَارَانِ۔ مسند أحمد 16921،

بُرے پڑوسی کا اثر اتنا بُرا ہوتا ہے کہ نبیؐ بُرے پڑوسی کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے۔ عقبہ ابن عامرؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ دعا فرماتے: اے اللہ، میں بُرے دن، بُری رات سے، بُرے ساتھی سے، اور بُرے پڑوسی (رہائش گاہ کی جگہ پہ) سے تیری پناہ مانگتا ہوں" (المعجم الکبیر 14227)۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ يَوْمِ السَّوْءِ وَمِنْ لَيْلَةِ السَّوْءِ وَمِنْ سَاعَةِ السَّوْءِ وَمِنْ صَاحِبِ السَّوْءِ وَمِنْ جَارِ السَّوْءِ فِي دَارِ الْمُقَامَةِ۔ المعجم الكبير للطبراني 14227۔

نبیؐ نے ہمیں اپنے اعمال کو پرکھنے کے لیے ایک کسوٹی بتا دی، عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ کسی شخص نے نبیؐ سے پوچھا کہ اُسے کیسے پتا چلے گا کہ اُس نے اچھا کام کیا ہے۔ نبیؐ نے فرمایا، اگر تمہارا ہمسایہ تمہارے بارے میں اچھی رائے رکھے تو سمجھو تم نے اچھا کام کیا ہے، اور اگر تم سنو وہ تمہارے بارے میں اچھا نہیں کہہ رہا تو سمجھ جاؤ تم نے کوئی بُرا کام کیا ہے (ابن

ماجہ اور مشکوۃ 424)۔ پڑوسیوں کے ساتھ اچھے تعلقات کی اہمیت کے بارے میں نوفل ابن الحویرثؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: "کسی شخص کے سکون کا حصہ ایک اچھا پڑوسی، وافر رقم اور وسیع رہائش ہے" (صحیح الجامع، 3029)۔

ہمسایوں کے بارے میں مزید چند حدیثیں:

1) ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: "کوئی بھی اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی کی کھونٹی ٹھوکنے سے نہ روکے"۔ ابو ہریرہؓ نے (اپنے ساتھیوں کو) کہا، "میں تم میں اس سے کراہت کیوں محسوس کرتا ہوں؟ اللہ کی قسم، میں اسے پھر بھی ضرور بیان کروں گا" (صحیح بخاری)۔

2) نبیؐ نے فرمایا: ''وہ مومن نہیں ہے جو پیٹ بھر کر کھانا کھائے، جبکہ اُس کا پڑوسی بھوکا ہو'' (بخاری)۔

مندرجہ بالا بیانات کی روشنی میں، آئیں ہم اپنے آپ سے پوچھیں، "کیا ہم نے کبھی اپنے غیر مسلم پڑوسیوں کو کچھ بھیجا، کیا ہم نے کبھی ان سے اچھے تعلقات بنانے کی کوشش کی ہے"؟ بد قسمتی سے، آج ہم اپنے مسلمان پڑوسیوں کو بھی نہیں جانتے ہیں۔ ہم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ ساتھ والے گھر میں کون رہتا ہے۔ نبیؐ نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ ہم اپنے اخراجات کو بڑھائے بغیر اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اپنا کھانا کیسے بانٹ سکتے ہیں۔ نبیؐ نے اپنے ساتھی، ابوذرؓ کو مشورہ دیا اور کہا: "اگر تم شوربہ والا کھانا پکاؤ تو اُس میں شوربہ بڑھا دینا اور اپنے پڑوسیوں کو بھیج دینا" (البخاری)۔ اسی طرح، بیمار پڑوسی، رشتہ دار اور دوستوں کی عیادت کرنا اُن کا حق ہے۔ یہ نیک اعمال میں سے سب سے بہتر ہے۔ علیؓ نے کہا، میں نے نبیؐ کو کہتے سنا ہے کہ، "جب ایک مسلمان صبح کسی بیمار مسلم کی عیادت کرتا ہے تو، ستر ہزار فرشتے اس کے لئے شام تک دعا کرتے ہیں۔ اگر وہ شام میں کسی کی عیادت کرتا ہے تو، ستر ہزار فرشتے صبح تک اُس کی مغفرت کے لیے دعا کرتے ہیں"۔

پڑوسیوں کے حقوق کا اتنا زیادہ اثر تھا کہ، امام غزالیؒ ایک واقعہ بتاتے ہیں کہ بعض لوگوں نے ابن المقفع کو اپنے گھر میں چوہوں کے بارے میں شکایت کرتے ہوئے سنا۔ اس پر اُن سے کہا گیا کہ "اگر آپ کے پاس بلی ہوتی!" ابن المقفع نے کہا، "مجھے ڈر ہے کہ چوہے بلی کی آواز سن کر میرے پڑوسیوں کے گھروں کی طرف بھاگ جائیں گے۔ **جس کا مطلب ہوگا کہ میں نے اپنے لیے جو پسند کیا وہ میں نے اُن کے لیے پسند نہیں کیا"**۔ امام غزالیؒ نے کہا، "یاد رکھو، پڑوسیوں کا حق نہ صرف نقصان سے محفوظ رکھنا ہے بلکہ ممکنہ نقصان سے بھی"۔ ہمسائے کو ممکنہ نقصان سے محفوظ رکھنے سے اُس کے دوسرے حقوق ساقط نہیں ہوتے، یعنی ان کے ساتھ احسان، سلامتی اور نیک عمل کا رویہ رکھنا چاہیے" (احیاء علوم الدین 213/2)۔

عن الغزالي وبلغ ابن المقفع أَنَّ وشكا بعضهم كثرة الفأر في داره فقيل له لو اقتنيت هراً فقال أخشى أن يسمع الفأر صوت الهر فيهرب إلى دور الجيران فأكون قد أحببت لهم ما لا أحب لنفسي۔ قال الغزالي وَاعْلَمْ أَنَّهُ لَيْسَ حَقُّ الْجِوَارِ كَفَّ الْأَذَى فقط بل احتمال الأذى فإن الجار أيضاً قد كف أذاه فليس في ذلك قضاء حق ولا يكفي احتمال الأذى بل لابد من الرفق وإسداء الخير والمعروف۔ 213/2 إحياء علوم الدين۔

پڑوسیوں کے حقوق کا خلاصہ

ا) اسلام پڑوسیوں کے ساتھ بھلائی پر بہت زور دیتا ہے۔ حقیقت میں، نبیؐ فرماتے ہیں: "جبرائیلؑ مجھے مسلسل پڑوسیوں کی دیکھ بھال کرنے کا مشورہ دیا کرتے، یہاں تک کہ میں سمجھا کہ اللہ انہیں ہمارا وارث بنادیں گے"۔

ب) ایک اچھا پڑوسی ہونا اور پڑوسیوں کی ذمہ داری کو سمجھنے کا یہ مطلب نہیں کہ صرف ساتھ والے گھر کے لوگوں سے اچھے تعلقات رکھنا، بلکہ اس کا مطلب بالعموم اپنے پڑوس میں رہنے والوں کی دیکھ بھال کرنا اور بالخصوص حاجت مندوں کی مدد کرنا ہے۔

پ) قانونی حد میں رہتے ہوئے اگر ہمارے پڑوسی ہم سے ہماری مدد مانگیں تو ہمیں اُن کی مدد کرنی چاہیے۔ اگر وہ مالی مدد کے خواہاں ہیں، تو ہمیں اسے فراہم کرنا چاہئے، اگر انہیں قرض کی ضرورت ہے؛ تو ہمیں اُنہیں قرض دے دینا چاہیے (اگر ہم دے سکتے ہیں)۔

ت) ہمیں انہیں پریشان نہیں کرنا چاہئے۔

ٹ) جب ہم پھل خریدیں، تو ہمیں چاہیے کہ اپنے کم خوشحال پڑوسیوں کو کچھ بھیجیں؛ اگر ہم نہیں دینا چاہتے، تو پھر اپنے بچوں کو ان کے بچوں کے سامنے کھانے نہ دیں، کیونکہ اُن میں احساسِ محرومی حسد کو جنم دے سکتا ہے۔

ث) ہمیں اُن کی عیادت کرنی چاہیے جب وہ بیمار ہوں۔

ج) اُن کی فوتگی پر ہمیں ان کے جنازہ میں شامل ہونا چاہیے (اور ان کے کفن دفن کے انتظامات میں حصہ لینا چاہیے)۔

چ) اگر اُس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے (قانونی حدود کے اندر رہتے ہوئے) تو اُس کا کچا چٹھا نہیں کھولنا چاہئے۔ اُس کی خوشی میں اُسے مبارک باد دیں اور غمی میں اُس کے ساتھ شریک ہوں۔

جب کوئی پڑوسی ضرورت مند ہو، یا بیمار ہو، یا خطرے اور مصائب میں گھرا ہو، تو ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہمارا فرض ہے کہ (پڑوسی کے مذہب اور پس منظر کو مدِ نظر رکھے بغیر) اُسے مدد کی پیشکش کریں۔ ایسا نہ کرنے میں پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی میں ناکام ہونا ہے۔ مندرجہ بالا احادیث رہائش گاہ کے ارد گرد ساز گار ماحول کو برقرار رکھنے پر زور دیتی ہیں۔ ہم سماجی ہم آہنگی کو ایک دوسرے کے حقوق پامال کر کے تباہ کر دیتے ہیں۔ اسی لئے، اسلام اُن مقامات پر اچھے اور دوستانہ ماحول پیدا کرنے پر زور دیتا ہے جہاں ہم رہتے، کام کرتے، پڑھتے اور کھیلتے ہیں، ہم وہاں رہنے والے کسی شخص کے حق سے انحراف نہیں کر سکتے۔ اسی طرح، اسلام آپس میں تحائف کے تبادلے پر بھی بہت زور دیتا ہے، کیونکہ اس سے آپس میں پیار بڑھتا ہے۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: "اے مسلمان عورتو، کوئی بھی کسی پڑوسن کے تحفے کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھے، حتیٰ کہ اگر وہ بھیڑ کا پاؤں ہی کیوں نہ ہو" (بخاری 6017)۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمیں اپنے پڑوسیوں کے ساتھ تحائف کا تبادلہ کرنا چاہئے، قیمت کو مدِ نظر رکھے بغیر۔ اللہ آیت (99:7-8) میں کہتا ہے: پھر جس نے ذرّہ برابر بھی نیکی کی ہو گی وہ اس کو دیکھ لے گا، اور جس نے ذرّہ برابر بھی بدی کی ہو گی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ عائشہؓ نے کہا کہ میں نے نبیؐ سے پوچھا: "اے اللہ کے نبیؐ، میرے دو پڑوسی ہیں، میں ان میں سے کسے تحفہ بھیجوں"؟ آپؐ نے فرمایا: "جس کا دروازہ

تمہارے کے قریب تر ہے" (بخاری)۔ عبد اللہ بن عمرؓ سے اچھے ساتھی کے بارے میں ایک حدیث مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: "اللہ کے نزدیک سب سے بہترین ساتھی وہ ہے جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ بہتر ہے، اور اللہ کے نزدیک سب سے بہترین پڑوسی وہ ہے، جو اپنے پڑوسی کے لئے سب سے بہتر ہے" (ترمذی)۔

اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے، جس نے لوگوں کے درمیان امن اور ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لئے قوانین مقرر کیے ہیں۔ ہم آہنگی کو فروغ دینے کا بہترین طریقہ اپنے قریب ترین پڑوسیوں سے شروع کرنا ہے، تاکہ اچھے رویے کا یہ سلسلہ پورے علاقہ، شہر، ملک اور دنیا بھر میں پھیل جائے۔ اگر ہر کوئی اپنے ساتھ والے پڑوسی کی دیکھ بھال شروع کر دے، تو زمین پر کسی قسم کا بغض و عناد باقی نہ بچے گا!

6) یتیم کے حقوق

اللہ آیت (4:6) میں کہتا ہے: اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔ پھر اگر تم اُن کے اندر اہلیت پاؤ تو اُن کے مال اُن کے حوالے کر دو ایسا کبھی نہ کرنا کہ حدِ انصاف سے تجاوز کر کے اس خوف سے اُن کے مال جلدی جلدی کھا جاؤ کہ وہ بڑے ہو کر اپنے حق کا مطالبہ کریں گے۔ یتیم کا جو سرپرست مال دار ہو وہ پرہیز گاری سے کام لے اور جو غریب ہو وہ معروف طریقہ سے کھائے۔ پھر جب اُن کے مال اُن کے حوالے کرنے لگو تو لوگوں کو اس پر گواہ بنالو، اور حساب لینے کے لیے اللہ کافی ہے۔ اور آیت (4:2) میں کہتا ہے: یتیموں کے مال اُن کو واپس دو، اچھے مال کو برے مال سے نہ بدل لو، اور ان کے مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھا جاؤ، یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ یتیموں کی دیکھ بھال کرنا بہت ثواب کا کام ہے، اور اسی طرح اُن کے ساتھ بدسلوکی سخت گناہ ہے۔ اللہ آیت (4:127) میں کہتا ہے: اللہ تمہیں ہدایت کرتا ہے کہ یتیموں کے ساتھ انصاف پر قائم رہو، اور جو بھلائی تم کرو گے وہ اللہ کے علم سے چھپی نہ رہ جائے گی۔ نبیؐ نے فرمایا، **"جو بھی اللہ کی خاطر یتیم کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتا ہے، اُس کے نامہ اعمال میں ہر اُس بال کے عوض ایک نیکی لکھی جائے گی جہاں سے اُس کا ہاتھ گزرا، اور جو کسی یتیم کے ساتھ بھلائی اور رحم دلی سے پیش آیا، وہ اور میں جنت میں ایک دوسرے کے ساتھ دو انگلیوں کی طرح قریب ہوں گے اور پھر آپؐ نے اپنی دو انگلیاں ملا کر دکھائیں"**۔ نبیؐ نے یہ بھی فرمایا: **"مسلمانوں کے درمیان بہترین گھر وہ ہے جہاں یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہے، اور مسلمانوں کے درمیان بدترین گھر وہ ہے جہاں یتیم کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہے"**۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا، **"کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے اور تمہیں وہ مل جائے جس کی تمہیں تمنّا ہے؟ تو یتیموں کے ساتھ رحمدلی کے ساتھ پیش آؤ، اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرو اور اسے وہ کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو"**۔ آپ کو اس بات کا اندازہ کرانے کے لیے کہ نبیؐ یتیم کے معاملات میں کتنے حساس تھے، میں حدیث میں بیان کردہ ایک واقعہ بیان کروں گا۔ ایک صحابی نبیؐ کے پاس آئے اور کہا کہ اُس کا بیٹا تین دن سے غائب ہے، براہ کرم دعا کریں کہ وہ مجھے مل جائے، اس کی ماں نے تین دن سے کچھ نہیں کھایا۔ اِس سے پہلے کہ نبیؐ دعا کے لیے ہاتھ اُٹھاتے، ایک صحابی نے کہا میں نے اُسے فلاں باغ میں بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ شخص اُس سے ملاقات کے لیے دوڑا۔ نبیؐ نے اُسے واپس بلایا اور کہا، میں تمہاری جلدی اور بے قراری کو سمجھ سکتا ہوں، جب تم اپنے بچے

سے ملو تو اُسے بیٹا کہہ کر نہ بلانا، بلکہ اُس کے نام سے بلانا۔ اُس صحابی نے پوچھا، ''میں اپنے بیٹے کو بیٹا کہہ کر کیوں نہیں بلا سکتا''؟ نبیؐ نے فرمایا: ''تم اپنے بیٹے سے تین دن سے بچھڑے ہوئے ہو اور جب تم اُسے ملو گے تو تمہاری آواز میں بہت زیادہ جذباتیت اور محبت ہو گی اور ممکن ہے بچوں کے درمیان کوئی یتیم بچہ ہو اور وہ اپنے باپ کی یاد میں اُداس ہو جائے۔ لہٰذا، گھر جا کر اُسے جیسے مرضی بلاؤ اور چومو''۔ سبحان اللہ! ایک اور واقعہ میں، نبیؐ عید کی نماز پڑھانے کے لئے جا رہے تھے جب آپؐ نے ایک بچے کو سسکیاں لیتے دیکھا، آپؐ نے اس سے اداسی کی وجہ پوچھی۔ بچے نے کہا کہ اس کا باپ مر چکا ہے اور وہ یتیم ہے۔ نبیؐ نے اسے اٹھایا اور کہا "آج سے میںؐ تمہارا باپ ہوں"۔ اے اللہ، ہم کس کی پیروی کر رہے ہیں؟ ہمیں معاف کر دے۔ آمین!

قرآن کی تعلیمات اور رسول اللہؐ کے کردار نے عربوں کے ظالم اور سخت دلوں کو (جو اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے) تبدیل کر کے سب سے نرم دل بنا دیا تھا۔ نتیجتاً صحابہ کا ہر گھر یتیم کا گھر بن گیا تھا۔ یتیموں کو اپنی نگہداشت میں لینے کے لیے صحابہ ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے۔ عبد اللہ بن عمرؓ کھانا نہیں کھاتے تھے جب تک کسی یتیم بچے کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک نہ کر لیتے۔ بد قسمتی سے، مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت قرآن کو سمجھ کر نہیں پڑھتی اور اس کے نتیجے میں ہم دینی عقائد کی ممنوعات اور مشروعات سے نابلد ہیں۔ آج لاعلمی کی وجہ سے، ہم صرف نام کے مسلمان ہیں، اور ہم میں سے یہ تصور ختم ہو گیا ہے کہ ہمیں اپنے اعمال کے حساب کتاب کے لیے آخرت میں دوبارہ اُٹھایا جائے گا۔ بد قسمتی سے، ہم نے اس فانی دنیا کو اپنے وجود کا واحد مقصد بنا لیا ہے۔ دجالی میڈیا کی خوشنمائی نے ہمیں خود غرض اور لالچی بنا دیا ہے، جب کوئی بچہ یتیم ہو جاتا ہے، پہلی چیز جو اکثر اس کے قریبی رشتہ دار اور معاشرے کے دیگر افراد کرتے ہیں وہ اُس کی جائیداد اور مال پر قبضہ جمانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک بچہ، جس سے ہم نے پیار کرنا تھا اور جس کا خیال رکھنا تھا، ہم نے اسے معاشرے کی سب سے حقیر ہستی بنا دیا۔ مسلمان ممالک میں، نہ ریاست اور نہ ہی معاشرہ ان کے حقوق اور اُن کی پرورش کی پرواہ کرتا ہے، پھر ہم گلہ کرتے ہیں اُمت کی حالت دگرگوں کیوں ہے۔ اناللہ۔

7) غرباء، مسافر، مجبور لوگوں کے حقوق

یہاں میں ایک تصور کو واضح کرنا چاہتا ہوں، زمین و آسمان میں ہر چیز کا مالک کون ہے؟ وہ اللہ ہے! جو مال ہمارے پاس ہے وہ ہمیں امانتاً دیا گیا ہے، تاکہ اُسے اُس کی ہدایت کے مطابق استعمال کیا جائے۔ اسی نے غریبوں اور محتاجوں کے لئے زکوٰۃ کی ادائیگی کو فرض کیا ہے، تاکہ پیسہ امیروں کے درمیان ہی گردش نہ کرتا رہے۔ یہ اسلام کے پانچ ستونوں میں سے ایک ہے اور ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر فرض ہے کہ ہر قمری سال کے اختتام پر 2.5 فیصد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرے، چاہے منافع ہو یا نقصان۔ اسی طرح، ہمیں نہری زمین کی پیداوار کا 5 فیصد اور بارانی زمین کی پیداوار کا 10 فیصد ادا کرنا چاہیے۔ زکوٰۃ کا بنیادی مقصد معاشرے کے محتاج لوگوں کی مدد کرنا ہے، اُس دولت میں سے جو اللہ نے امیر لوگوں کو امانتاً دی ہے۔ بدلے میں، ہمیں نہ صرف اس دنیا میں بلکہ آخرت میں بہت زیادہ اجر و ثواب ملے گا۔ زکوٰۃ ہمارے مال کو پاک کر دیتی ہے

(یعنی یومِ جزا مال کے بارے میں ہم سے آسان حساب لیا جائے گا)۔ اسلام ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ اِس دنیا کے ماحول کو ضرورت مندوں کی مدد کر کے اور آپس میں بھائی چارہ پیدا کر کے بہتر بنایا جاسکتا ہے۔

وہ سیاح یا مسافر جو پھنس گیا ہے، یعنی اپنے سفر کو جاری رکھنے کے لئے اُس کے پاس پیسے نہیں ہیں۔ اسے زکٰوۃ دی جاسکتی ہے، تاکہ وہ اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکے۔ لیکن اگر وہ اُسی علاقہ کا ہے جہاں وہ رہتا ہے اور سفر کرنا چاہتا ہے تو وہ راہگیر نہیں ہے، اور اُسے اِس بنیاد پر زکٰوۃ نہیں دی جاسکتی۔ شیخ ابن العثمیین نے کہا: مسافر جو کہیں پھنس گیا ہے، یعنی، اُس کے پیسے کھو گئے یا اپنے گھر تک پہنچنے کے لیے کم ہیں، مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ اُس کی ضرورت کے مطابق اُس کی مدد کی جائے۔ زکٰوۃ اُس راہگیر کو بھی دی جاسکتی ہے جو اپنے علاقہ میں بہت امیر تصور کیا جاتا ہو، کیونکہ اِس وقت وہ ضرورت مند ہے۔ اُس کی ضرورت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہمیں اُس کی اِتنی مدد کرنی چاہیے کہ وہ اپنے وطن پہنچ سکے۔

جو شخص اپنے گھر سے سفر کے لیے نکل رہا ہو اُسے زکٰوۃ نہیں دی جاسکتی، کیونکہ جو شخص اپنے گھر سے سفر کے لیے نکل رہا ہے اُسے حقیقت میں مسافر نہیں کہا جاسکتا، حتیٰ کہ اس بنا پر بھی ہم اُسے زکٰوۃ نہیں دے سکتے اگر وہ یہ کہے کہ، وہ مدینہ کے سفر کا ارادہ رکھتا ہے۔ زکٰوۃ ہر کسی کو نہیں دی جاسکتی۔ جن لوگوں کو زکٰوۃ دی جاسکتی ہے ان کی اقسام قرآن کی آیت (9:60) میں بیان کی گئی ہیں: یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور اُن لوگوں کے لیے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں، اور اُن کے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو۔ نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لیے ہیں۔ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا و بینا ہے۔ اس آیت کے مطابق، زکوۃ حاصل کرنے کے اہل افراد کی آٹھ اقسام ہیں:

1) غریب، ایسے لوگ ہیں جو غربت کی لکیر سے نیچے رہتے ہیں اور جن کے پاس دوسروں کی طرح عام زندگی گزارنے کے لئے وسائل نہیں ہیں۔ وہ اپنی روزانہ کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہماری امداد کے مستحق ہیں۔

2) ضرورت مند، وہ ہیں جو انتہائی غریب اور محتاج لوگ ہیں، جن کے پاس نہ کوئی مال ہے اور نہ ہی ذریعہ آمدنی۔ زکٰوۃ کا پیسہ اُن کی زندگی کے حالات کو بہتر بنانے میں مدد کر سکتا ہے۔

3) زکٰوۃ اُن لوگوں کو بھی دی جاسکتی ہے جن کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ زکٰوۃ جمع کریں اور اُسے غریبوں میں تقسیم کریں (تنخواہ کے طور پر)۔ اس میں قابل اعتماد ادارے اور این جی اوز شامل ہیں، جو کم مراعات یافتہ مسلموں کی مدد کرنے کے لئے کام کر رہی ہیں۔

4) جو لوگ دائرہِ اسلام میں داخل ہوئے ہیں، (اگر وہ ضرورت مند ہیں) وہ زکٰوۃ حاصل کرنے کے مستحق ہیں۔ مثال کے طور پر، اگر کوئی دائرہِ اسلام میں داخل ہوا اور اپنے خاندان اور دوستوں سے کٹ گیا، تو ہم اپنی زکٰوۃ اُس کو دے سکتے ہیں تاکہ وہ اپنی زندگی کا نیا سفر شروع کر سکے۔

5) **قیدیوں کو آزاد کرنا:** دنیا میں غلامی ممنوع ہے لیکن کچھ جگہیں ایسی موجود ہیں جہاں لوگوں کو غلاموں کے طور پر قید کر کے رکھا جاتا ہے۔ ہماری زکٰوۃ کا پیسہ اُنہیں اپنے آپ کو آزاد کرانے اور اپنے معیار زندگی کو بہتر بنانے میں مدد کر سکتا ہے۔

6)زکوٰۃ کسی شخص کے قرض کوادا کرنے کے لئے بھی دی جاسکتی ہے جو خود ادا کرنے کے قابل نہ ہو۔تاہم،اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ قرض دار امداد کو کسی بھی غلط کام کے لئے استعمال نہیں کرے گا۔

7)جو لوگ اللہ کے راہ میں جدوجہد کرتے ہیں وہ ہماری زکوٰۃ کے مستحق ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے دور اللہ کے دین کی خاطر لڑ رہے ہیں۔ہماری زکوٰۃ اُن کے خاندانوں کو بہتر زندگی گزارنے میں مدد دے سکتی ہے۔

8)زکوٰۃ ایک ایسے مسافر کو دی جاسکتی ہے جو دیارِ غیر میں پھنس گیا ہو اور اپنی منزل پر واپس آنے یا سفر کا مقصد پورا کرنے کے لئے جسے رقم کی ضرورت ہے،شرط یہ ہے کہ انسان اچھے مقصد کے لئے سفر کر رہا ہو،دوسری صورت میں اُسے زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔پناہ گزین بھی راہگیر ہیں اور اُنھیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے کیونکہ اُنھوں نے تشدد اور ظلم سے بچنے کے لیے محفوظ جگہ کی تلاش میں اپنے ملک کو چھوڑا ہے۔

8)جسمانی اور ذہنی معذوروں کے حقوق

اسلام ضرورت مند اور معذور افراد کے لئے مثبت اور ہمدردانہ رویہ اپنانے پر زور دیتا ہے۔قرآن اور حدیث معذور افراد کی دیکھ بھال کے لئے اصول اور عملی تجاویز فراہم کرتے ہیں۔ایک نابینا کے والد نے جب خلیفہ عمر بن خطابؓ سے شکایت کی کہ اس کا بیٹا مسجد پہنچنے سے قاصر ہے تو آپؓ نے اُس اندھے شخص کو مسجد کے قریب رہائش فراہم کی۔ذہنی طور پر معذور لوگوں کی دیکھ بھال کے لیے،ولید ابن عبد الملک نے ان کے لیے پہلا دیکھ بھال کا گھر اور ہسپتال قائم کیا۔انہوں نے ہر معذور اور محتاج فرد کی دیکھ بھال کے لیے معاون مقرر کئے (الجزولی، 2004)۔اسلام معاشرے کے تمام طبقوں پر توجہ دیتا ہے،ہر طبقے کے اپنے حقوق ہیں،جن میں معذور افراد بھی شامل ہیں۔اسلامی تناظر میں معذور کے حقوق کو سمجھنے کے لیے جیسے جسمانی معذور، اندھے، بہرے، لنگڑے، ذہنی معذور اور جذام کے مریض وغیرہ کے بارے میں اللہ آیت(48:17)میں کہتا ہے:ہاں اگر اندھا اور لنگڑا جہاد کے لیے نہ آئے تو کوئی حرج نہیں اور مریض بھی نہ آئے تو کوئی حرج نہیں۔جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا اللہ اسے ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی،اور جو منہ پھیرے گا اسے وہ دردناک عذاب دے گا۔"

اسلام معذور افراد جن کی خاص ضروریات ہیں اُن کی توضیح یوں کرتا ہے "سماجی مواقع سے محروم لوگ"۔قرآن معاشرے اور ریاست پر زور دیتا ہے کہ ایسے افراد کی ذمہ داری قبول کرے تاکہ اُن کے معیارِ زندگی کو بہتر بنایا جاسکے۔یہ بھی ٹیسٹ کا حصہ ہے۔نبیؐ نے صحیح مسلم میں (32،6258) کہا: "باہمی محبت،ہمدردی اور احساس کے بارے میں مومنوں کی مثال، (معذوروں سمیت) ایک جسم کی سی ہے،جب کسی عضو میں درد ہوتا ہے،بخار اور نیند کی کمی کی وجہ سے سارے جسم میں درد ہوتا ہے"۔ایک اور حدیث میں نبیؐ نے فرمایا: "وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے بچوں کے ساتھ شفقت کے ساتھ پیش نہیں آتا اور نہ ہی ہمارے بزرگوں کا احترام کرتا ہے (اس میں معذور افراد بھی شامل ہیں)۔

معذور افراد کے حقوق:قرآن میں کئی جگہوں پر معذور لوگوں کے حقوق کا ذکر کیا گیا ہے۔اللہ آیت(4:5)میں کہتا ہے: اور اپنے وہ مال جنہیں اللہ نے تمہارے لیے قیامِ زندگی کا ذریعہ بنایا ہے،نادان لوگوں کے حوالہ نہ کرو،البتہ انہیں کھانے اور

پہننے کے لیے دواور انہیں نیک ہدایت کرو۔ مزید آیت (4:6) میں کہتا ہے: اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کے قابل عمر کو پہنچ جائیں۔ پھر اگر تم اُن کے اندر اہلیت پاؤ تو اُن کے مال اُن کے حوالے کر دو ایسا کبھی نہ کرنا کہ حدِ انصاف سے تجاوز کر کے اس خوف سے اُن کے مال جلدی جلدی کھا جاؤ کہ وہ بڑے ہو کر اپنے حق کا مطالبہ کریں گے۔ یتیم کا جو سرپرست مال دار ہو وہ پرہیز گاری سے کام لے اور جو غریب ہو وہ معروف طریقہ سے کھائے۔ پھر جب اُن کے مال اُن کے حوالے کرنے لگو تو لوگوں کو اس پر گواہ بنالو، اور حساب لینے کے لیے اللہ کافی ہے۔

قرآن مجید کے بالا مضامین سے، مندرجہ ذیل اخذ کیا جاسکتا ہے:

الف) اسلام سماجی مواقع سے محروم لوگوں کی سرپرستی کا تصور پیش کرتا ہے، جیسے معذور، کمزور ذہن اور یتیم۔

ب) سماجی مواقع سے محروم لوگوں کی سرپرستی، احساس ذمہ داری، انصاف اور رحمدلی کے ساتھ مشروط ہے۔ سرپرستی اُس وقت ختم ہو جائے گی جب زیر سرپرست اپنے فیصلوں کا خود ذمہ دار ہو جائے۔

ج) اللہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ہمیں فراہم کردہ مال آپس میں سماجی ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے ہے، خاص طور پر اس میں سماجی مواقع سے محروم لوگ شامل ہیں۔

عزت اور احترام کے تحفظ کا حق: اللہ آیت (49:11) میں کہتا ہے: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بُری بات ہے۔ جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہ ظالم ہیں۔ معاشرے پر یہ سماجی ذمہ داری ہے کہ کسی کی معذوری پر نہ ہنسیں، بلکہ ان کا احترام کریں، اور انہیں بنیادی ضروریات، جیسے کھانا، حفاظت، اضافی دیکھ بھال اور پناہ گاہ فراہم کریں۔

سماجی حقوق: اسلام مسلمانوں پر، بے سہارا لوگوں، مسافروں اور وہ افراد جو اپنی روزی کمانے سے قاصر ہیں (معذور افراد) کے لیے فرض اور رضاکارانہ خیرات عائد کرتا ہے۔ فرائض اور ذمہ داریوں سے معذوروں کے لئے استثناء ہے جسے وہ انجام نہیں دے سکتے (نماز وغیرہ)، ان کی معذوری یا ذہنی پختگی کی کمی کے باعث اِنہیں کم یا ختم کیا جاسکتا ہے۔ اسلام نادار اور معذور افراد کی فلاح و بہبود کو یقینی بنانے کے لئے اُنہیں باقاعدگی سے صدقہ خیرات دینے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ نبیؐ بیماروں کی عیادت کرتے تھے، ان کے لئے دعا کرتے تھے اور ان کا حوصلہ بڑھاتے، ان میں خود اعتمادی پیدا کرتے۔ آپؐ سماجی مواقع سے محروم لوگوں کی آواز پر لبیک کہتے، اس کی ایک مثال عتبان بن مالک تھے جو انصار کے ایک نابینا آدمی تھے۔ اُنھوں نے نبیؐ سے فرمایا: "میں چاہتا ہوں کہ اے اللہ کے رسولؐ، آپؐ میرے گھر آئیں اور نماز پڑھیں، تاکہ میں اسے نماز کی جگہ بنالوں"۔ عتبانؓ نے کہتے ہیں: اللہ کے رسولؐ اور ابو بکرؓ صبح سویرے میرے گھر آ گئے۔ رسول اللہؐ نے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی، جو میں نے دے دی۔ آپؐ نے بیٹھے بغیر فوری طور پر مجھ سے پوچھا: "تم گھر کے کون سے حصہ میں مجھ سے نماز پڑھوانا چاہتے ہو"؟ میں نے گھر میں ایک مخصوص جگہ کی طرف اشارہ کیا، لہٰذا رسول اللہؐ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھانا شروع کی اور ہم نے آپؐ کے پیچھے ایک صف بنا کر نماز پڑھی (بخاری اور مسلم)۔

علاج اور بحالی کا حق: بحالی کے عمل کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، روک تھام اور علاج۔ اسلام معذوری کی روک تھام اور علاج دونوں پر زور دیتا ہے۔ معذوری کا علاج ادویات، بحالی (ورزش وغیرہ) اور روحانی ہو سکتے ہیں۔

ادویات: دوائیوں کا استعمال بیماری سے بچاؤ اور علاج کے لیے کرنا اور بیماریوں کے علاج کو تلاش کرنے کے لیے تحقیق کا آغاز کرنا انسانی ذمہ داری ہے۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہؐ اور صحابہؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، جب کچھ دیہاتی آئے اور نبیؐ سے سوال کیا، "کیا ہم طبّی علاج کا استعمال کر سکتے ہیں"؟ آپؐ نے جواب دیا: "ہاں، طبّی علاج کا استعمال کرو، کیونکہ اللہ نے کوئی بیماری ایسی نہیں بنائی جس کا علاج نہ پیدا کیا ہو، ایک بیماری کے سوا، وہ بڑھاپا ہے" (ابوداؤد، 3855)۔

ویکسینیشن: اسلام بیماری سے بچاؤ کی تدبیر، ادویات اور روحانی علاج (دعا) پر زور دیتا ہے۔ نبیؐ نے مسلمانوں کو دعا سکھائی، مثال کے طور پر: اے اللہ، مجھے صحت مند جسم عطا فرما، اے اللہ، مجھے میری قوتِ سماعت عطا فرما، اے اللہ، مجھے میری بینائی عطا فرما، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے اللہ، میں پناہ مانگتا ہوں کفر اور غربت سے، میں پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے (القحطانی، 1989، ص 21)۔ اسی طرح اللہ آیت (17:82) میں کہتا ہے: ہم اس قرآن کے سلسلۂ تنزیل میں وہ کچھ نازل کر رہے ہیں جو ماننے والوں کے لیے تو شفا اور رحمت ہے، مگر ظالموں کے لیے خسارے کے سوا اور کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتا۔

تعلیم کا حق: سماجی مواقع سے محروم افراد کو تعلیم حاصل کرنے کا حق ہے اور ان کی صلاحیتوں کو ہیچ نہیں سمجھنا چاہئے۔ اُن کے اِس حق کو قرآن کی آیات (80:1-6) یوں بیان کرتی ہیں: ترش رُو ہوا اور بے رخی برتی اس بات پر کہ وہ اندھا اِن کے پاس آ گیا۔ (حضرت عبد اللہؓ ابن ام مکتوم) تمہیں کیا خبر، شاید وہ سدھر جائے (شاید وہ اپنی اصلاح کرتا) یا نصیحت پر دھیان دے اور نصیحت کرنا اس کے لیے نافع ہو؟ جو شخص بے پروائی برتتا ہے اُس کی طرف تو تم توجہ کرتے ہو۔ اللہ نے اپنے رسولؐ کو جھڑک دیا، جب آپؐ نے ایک اندھے آدمی کو نظر انداز کر دیا جو آپؐ سے اسلام کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپؐ اشرافیہ کو اسلام کی دعوت دے کر مسلمان بنانے کی کوشش میں مصروف تھے۔ اللہ کی جھڑکی کی وجہ سے آپؐ تعظیماً انہیں خوش آمدید کہنے کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ نبیؐ نے دو دفعہ مدینہ شہر کی قیادت اِس نابینا شخص ابن امِ مکتومؓ کو سونپی۔ اس کے علاوہ، قرآن نے یہ واضح کیا ہے کہ جسمانی ساخت، رنگ، نسل یا قومیت کے لحاظ سے لوگوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر صورتحال کا ذرا غور سے تجزیہ کریں تو اِس آیت سے ہم بہت سے سبق سیکھ سکتے ہیں۔ سبق یہ ہیں:

الف) ہر شخص کا حق ہے کہ اُس کے ساتھ برابری کا سلوک کیا جائے، چاہے معذور ہے یا نہیں۔

ب) معذوری کو مدِ نظر رکھے بغیر ہر شخص کو تعلیم حاصل کرنے کا حق ہے۔

ج) معذور لوگوں کو معاشرے میں ایک مؤثر کردار ادا کرنے کا حق حاصل ہے۔

د) معذوروں کے لئے مناسب وسائل مختص کرنا معاشرے پر فرض ہے۔

ذ) شادی کرنا سماجی مواقع سے محروم افراد کا ایک اور حق ہے۔

9)کارکنوں اور غلاموں کے حقوق

اسلام نے غلاموں اور کارکنوں کو عزت دی اور اُن کی دیکھ بھال کی تلقین کی، اور تاریخ میں پہلی مرتبہ اُن کے حقوق کو تسلیم کیا۔ قدیم معاشروں میں غلاموں کے ساتھ ذلت آمیز اور بُرا سلوک کیا جاتا تھا، اسلام نے اُنھیں سماجی انصاف اور ان کے لئے معقول معیارِ زندگی فراہم کیا۔ نبیؐ نے لوگوں پر زور دیا کہ وہ اپنے غلاموں کے ساتھ ہمدردانہ اور مشفقانہ رویہ رکھیں۔ آپؐ نے اِس بات پر بھی زور دیا کہ اُن پر رحم کریں، اُن پر مہربان ہوں اور اُنہیں اُن کی صلاحیت سے بڑھ کر کام تفویض نہ کریں۔ نبیؐ نے کہا: تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں اور اللہ نے اُنہیں تمہارے تابع کیا ہے۔ لہٰذا، جس کسی کا بھی کوئی بھائی اُس کے تابع ہے اسے **چاہیے اُسے وہ کھانا کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور اسے وہ پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے۔**

1۔ ہم اپنے کارکنان کو ان کی صلاحیت (طاقت) سے بڑھ کر کام کرنے کو نہیں کہہ سکتے اور اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو ہمیں ان کی مدد کرنی چاہیئے (بخاری 30، مسلم 1661)۔

2۔ ہمیں ان کے ساتھ بھائیوں جیسا سلوک کرنا چاہیئے۔ نبیؐ نے اعلان کیا، "تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں"۔ اسلام نے غلاموں کو بھائی کی سطح پر بلند کیا، اور یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں بہت سے غلام بادشاہ بنے۔

3۔ یہ آجر پر واجب ہے کہ وہ اپنے کارکنان کی اجرت اُن کو وقت پر ادا کرے۔ آپؐ نے فرمایا کہ: ملازم کو تنخواہ اُس کا پسینہ خُشک ہونے سے پہلے ادا کرو (ابن ماجہ 2443)۔

4۔ مزدور کے ساتھ زیادتی نہ کرو۔ نبیؐ نے اللہ رب العزت سے روایت کیا ہے کہ اللہ کہتا ہے، میں قیامت کے دن تین افراد کے خلاف ہوں گا اُن میں سے ایک وہ ہے جو مزدور سے پورا کام لیتا ہے اور اس کی اجرت اُسے ادا نہیں کرتا (بخاری 2114)۔

5۔ ہمیں مزدوروں پر کوئی ایسا بوجھ نہیں ڈالنا چاہیئے جو اُن کی صحت کے لئے نقصان دہ ہو، یا وہ اُس کام کو کرنے سے قاصر ہوں۔ نبیؐ نے فرمایا: اگر تم اپنے غلام کے کام میں کمی کردو تو، تمہارے اعمال نامہ میں ایک نیکی لکھ دی جائے گی۔

6۔ ہمیں اپنے کارکنان اور غلاموں کے ساتھ انکساری سے پیش آنا چاہیئے۔ اس سلسلے میں، نبیؐ نے مسلمانوں پر زور دے کر کہا: "جو کوئی اپنے خادم کے ساتھ کھاتا ہے، اُن کے ساتھ بازار میں گدھے پر سوار ہوتا ہے، اور اپنی بھیڑوں کو باندھ کر اُن کا خود دودھ دوہتا ہے، وہ متکبر نہیں۔ متکبر شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا"۔ دوسرے خلیفہ حضرت عمرؓ، جب عیسائیوں سے یروشلم کا قبضہ لینے کے لیے نکلے تو اُن کے اور اُن کے غلام کے پاس ایک سواری تھی۔ کچھ وقت کے لئے غلام پیدل چلتا اور آپؓ اونٹ پر سوار ہوتے، اور پھر غلام سواری کرتا اور عمرؓ پیدل چلتے۔ جب وہ یروشلم کے دروازے پر پہنچے، تو اُس وقت سواری پر بیٹھنے کی باری غلام کی تھی۔ یہ دیکھ کر عیسائیوں نے یروشلم کے دروازے کھول دیئے۔

7۔ ہمیں اپنے کارکنان یا غلاموں پر ہاتھ نہیں اُٹھانا چاہیے۔ عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبیؐ نے کبھی کسی پر ہاتھ نہیں اُٹھایا، نہ کسی عورت پر اور نہ ہی نوکر پر... (مسلم 2328)۔ ابو مسعود انصاریؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جب میں اپنے غلام کو مار رہا تھا تو، میں نے اپنے پیچھے ایک آواز سنی (جو کہہ رہی تھی): "ابو مسعود، یاد رکھو جتنا تم اِس پر غالب ہو اللہ تم پر اس کے مقابلے میں زیادہ غالب ہے"۔ میں مڑا اور میں نے نبیؐ کو دیکھا۔ میں نے کہا، "اے اللہ کے رسولؐ، میں نے اللہ کے لئے اسے آزاد

کیا"۔اِس پر آپؐ نے کہا: "اگر تم ایسا نہ کرتے؛ تو جہنم کے دروازے تمہارے لیے کھل جاتے "(مسلم 1659)۔ ایک اور واقعہ میں ایک کنیز بھیڑوں کو چرانے کے لیے لے گئی، ایک بھیڑ پہاڑی سے گر کر مر گئی۔ جب اس واقعہ کے بارے میں اپنے آقا کو اطلاع دی، تو اس نے اسے تھپڑ مارا۔ نبیؐ کے ساتھی ہونے کی وجہ سے، وہ جاننا چاہتے تھے کہ کہیں اُن سے زیادتی تو نہیں ہو گئی۔ وہ نبیؐ کے پاس تشریف لے گئے اور اس واقعے کے بارے میں بتایا۔ نبیؐ نے ان سے کہا کہ تم نے اپنے لیے جہنم کی آگ کمائی ہے۔ ساتھی نے کہا، "اے اللہ کے نبیؐ، آپ گواہ رہیں، میں نے اسے آزاد کر دیا"۔ اسلام میں اگر ہم جہنم سے بچنا چاہتے ہیں تو غلام کو پیٹنے پر اُسے آزاد کرنا ہو گا۔ نبیؐ کے خادم انس بن مالکؓ کہتے ہیں: اللہ کے رسولؐ لوگوں میں سب سے بہترین کردار کے مالک تھے۔ آپؐ نے مجھے ایک دن ایک کام کے لیے بھیجا، مجھے جس کام کے لیے اللہ کے رسولؐ نے حکم دیا تھا وہ میں کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ جب میں باہر گیا تو مجھے گلی میں بچے کھیلتے ہوئے ملے، میں نے ان کے ساتھ کھیلنے میں مشغول ہو گیا۔ کچھ دیر بعد، اللہ کے رسولؐ مجھے ڈھونڈتے ہوئے وہاں آ گئے، آپؐ نے میری گردن کو پیچھے کی طرف سے پکڑ لیا۔ میں نے جب اُن کی طرف دیکھا، تو آپؐ مسکرا رہے تھے، آپؐ نے پوچھا: "انس، کیا تم نے وہ کام کیا، جس کا میں نے تمہیں کہا تھا"؟ میں نے کہا: "میں جا رہا ہوں"۔ انسؓ نے مزید کہا: "میں نے آپؐ کی دس سال خدمت کی لیکن میں نہیں جانتا کہ آپؐ نے مجھے کبھی یہ نہیں کہا کہ یہ کام کیوں کیا یا یہ کام کیوں نہیں کیا"(مسلم 2310)۔ مذہبی احکامات کو غلط طریقے سے انجام دینے پر اسلام میں زیادہ تر غلام کو آزاد کرنے کی سزائیں ہیں۔ مثال کے طور پر اگر ہم قسم توڑ دیں، تو ہمیں دس مساکین کو وہ کھانا کھلانا ہو گا جو ہم کھاتے ہیں، یا ایک غلام کو آزاد کرنا ہو گا۔

اس کے علاوہ، نبیؐ اپنے ملازمین کی اس حد تک فکر کرتے کہ اُنہیں شادی کی ترغیب دیتے۔ ربیع بن کعب الاسلمی کہتے ہیں: "جب میں نبیؐ کی خدمت کر رہا تھا تو آپؐ نے مجھے بلایا اور پوچھا"۔ "ربیع، کیا تم شادی نہیں کرنا چاہتے "؟ میں نے کہا: "میں نہیں چاہتا کہ کوئی چیز میرا دھیان آپؐ کی خدمت سے ہٹائے۔ اس کے علاوہ، میرے پاس بیوی کو دینے کے لیے نہ ہی حق مہر ہے اور نہ ہی اُسے رکھنے کے لیے جگہ "۔ نبیؐ خاموش رہے۔ جب آپؐ نے مجھے دوبارہ دیکھا، تو پھر پوچھا: ربیع، کیا تم شادی نہیں کرنا چاہتے ؟ میں نے پہلے والا جواب دیا۔ آپؐ پھر خاموش رہے۔ مجھے اپنے کہے پر افسوس ہوا اور میں نے اپنے آپ کو بُرا بھلا کہا: تف ہے تم پر، ربیع۔ اللہ کی قسم، نبیؐ میرے مقابلے میں مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ اس دنیا میں اور آخرت میرے لئے کیا اچھا ہے اور وہ یہ بھی بہتر جانتے ہیں کہ میرے پاس کیا ہے۔ اللہ کی قسم، اگر نبیؐ نے مجھے دوبارہ پوچھا تو میں مثبت جواب دونگا۔ زیادہ دیر نہ گزری کہ نبیؐ نے مجھ سے پھر پوچھا: "ربیع، کیا تم شادی نہیں کرنا چاہتے "؟ میں نے جواب دیا، ہاں، اے اللہ کے رسولؐ، لیکن مجھ سے شادی کون کرے گا، آپؐ کو میری حالت کا علم ہے۔ پھر آپؐ نے کہا: تم انصار کے فلاں گھر جاؤ... (احمد 16627)۔ اپنے خادموں پر نبیؐ کی رحمدلی میں غیر مسلم بھی شامل تھے۔ ایک نوجوان یہودی لڑکا نبیؐ کی خدمت کرتا تھا اور وہ بہت سخت بیمار ہو گیا۔ لہٰذا نبیؐ اُس کی عیادت کے لیے اُس کے گھر گئے۔ آپؐ اُس کے سرہانے بیٹھے اور اس سے کہا کہ وہ اسلام قبول کر لے۔ لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا، جو وہاں بیٹھا ہوا تھا، اُس نے بیٹے سے کہا: "ابو القاسم (نبیؐ) کی بات مان لو"۔ لڑکے نے اسلام قبول کیا اور فوت ہو گیا۔ نبیؐ یہ کہتے ہوئے باہر تشریف لائے، "ساری تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے لڑکے کو جہنم سے بچا لیا" (بخاری 1290)۔ یہ غلاموں اور مزدوروں کے حقوق

ہیں جو اسلام نے مقرر کیے ہیں اور جن پر لفظی اور عملی طور پر عمل کر کے رسول اللہؐ نے دکھایا، اُس وقت جب چاروں طرف ناانصافی، ظلم اور جبر تھا۔ یہ اسلام کے اعلیٰ اخلاقی اقدار کی عکاسی کرتی ہیں۔

9)ساتھیوں اور دوستوں کے حقوق

مسلمانوں کے لئے، دوستی/ساتھی کی بنیاد ہمیشہ اسلام کے اصولوں پر مبنی ہونی چاہئے؛ یعنی ناقابل تردید حقیقت کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور یہ کہ محمدؐ، اللہ کے رسول ہیں۔ عام طور پر، جن لوگوں کے قدریں اور عقائد ایک جیسے ہوں، اچھے دوست اور ساتھی بن جاتے ہیں۔ نبیؐ اس بات پر زور دیتے تھے کہ اچھے لوگوں سے خود کو گھیر لو، کیونکہ ہم اپنے ساتھیوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ آپؐ نے ہمیں خبردار کیا ہے کہ دوستوں کا انتخاب بہت سوچ سمجھ کر کرنا چاہئے (ترمذی، ابوداؤد)۔

1) ساتھیوں اور دوستوں کا پہلا حق یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کے لیے باہمی محبت، دیکھ بھال اور رحم کا جذبہ رکھیں۔ اس کی مثال ایک جسم کی سی ہے، اگر جسم کے کسی حصہ میں درد ہو تو، سارا جسم وہ درد محسوس کرتا ہے (بخاری و مسلم)۔

2) اچھا دوست وہ ہے جو اللہ کی خاطر محبت کرتا ہے اور اللہ کی خاطر معاف کرتا ہے۔ ہمیں اپنے دوستوں کی خامیوں کو نظرانداز کرنا چاہئے، اور ساتھ ہی ہمیں ان کی رہنمائی اور ان کی مدد کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، یعنی ہمیں ان کی غلطیوں کو نظرانداز کرنا چاہئے، اور اگر ممکن ہو تو اُن کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔

3) چونکہ دوست ہمارے کردار پر اثرانداز ہوتے ہیں، ہمیں انہیں احتیاط سے چننا چاہئے۔ اگر ہمارے دوست اور ساتھی ہمیں اپنے ربّ کے قریب کرتے ہیں، اور ہمارے دل میں اللہ کی مخلوق کے لئے محبت بھرتے ہیں تو وہ اچھے دوست ہیں، لیکن اگر وہ ہمیں اللہ کی یاد سے دور کرتے ہیں، یا ہمیں کنجوس اور کمینہ بناتے ہیں، تو پھر ہمیں ان کی اصلاح کرنے کی کوشش کرنی چاہئے یا دوستی پر نظرثانی۔ قرآن کی آیات (25:27-29) یومِ جزا ایسے شخص کی تصویر کشی کرتی ہیں جس کے بدکردار دوست تھے۔ وہ کہتی ہے: ظالم انسان اپنے ہاتھ چبائے گا اور کہے گا "کاش میں نے رسولؐ کا ساتھ دیا ہوتا ہائے میری کم بختی کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا اُس کے بہکائے میں آ کر میں نے وہ نصیحت نہ مانی جو میرے پاس آئی تھی، شیطان انسان کے حق میں بڑا ہی بے وفا نکلا"۔ ہمیں چاہیے کہ اچھے دوست تلاش کریں، جو آپس میں اور علاقہ کے لوگوں اور ربّ کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کرنے میں معاون ہوں۔ ہمیں ایسے دوستوں کا انتخاب کرنا چاہیے جو آخرت میں جنت کے متلاشی ہیں۔ اللہ آیت (18:28) میں کہتا ہے: اور اپنے دل کو ان لوگوں کی معیّت پر مطمئن کرو جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن کر صبح و شام اُسے پکارتے ہیں، (یعنی صحابہؓ) اور ان (صحابہؓ) سے ہر گز نگاہ نہ پھیرو۔ کیا تم دنیا کی زینت پسند کرتے ہو؟ کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنی خواہشِ نفس کی پیروی اختیار کر لی ہے اور جس کا طریقِ کار اَفراط و تفریط پر مبنی ہے۔ نبیؐ نے اچھے اور بُرے دوست کو عطر فروش اور لوہار کی مثال سے سمجھایا۔ عطر فروش سے یا تو عطر خریدو گے یا خوشبو سونگھو گے، جبکہ لوہار سے کپڑے جلاؤ گے یا گندی بو سونگھو گے (بخاری)۔

4) ہمیں اپنے دوستوں کو ذلیل یا تنگ نہیں کرنا چاہیے، اور نہ ہی ان کے عیب ظاہر کرنے چاہئے۔ ہمارے تمام معاملات میں خوش اخلاقی اور رحم دلی ظاہر ہونی چاہیے۔ کیونکہ نبیؐ نے فرمایا، "جو بھی کسی مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالتا ہے، یومِ جزا اللہ اُس کے عیبوں پر پردہ ڈالے گا" (ابو داود)۔ اسلامی محقق، ابن مازن کہتے ہیں، "مومن اپنے بھائی کو معاف کرنے کے لئے عذر ڈھونڈتا ہے، جبکہ منافق اُن کے عیب تلاش کرتا ہے"۔ اور حمدان الاقصر کہتے تھے، "اگر آپ کے بھائی سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے، تو اس کو معاف کرنے کے لئے ننانوے بہانے تلاش کرو اور اگر نہیں کر سکے، تو تم میں خرابی ہے"۔

5) دوستوں پر اگر اللہ کی رحمت نازل ہو تو ہمیں حسد نہیں بلکہ خوش ہونا اور ان کی خوشحالی کے لئے دعا کرنی چاہئے۔ نبیؐ نے فرمایا: "جب ہم اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں دعا کرتے ہیں تو، وہ قبول ہوتی ہے"۔ نبیؐ نے یہ بھی کہا: اپنے بھائی کے خلاف بغض نہ رکھو، نہ اُس سے حسد کرو، نہ حق کے معاملہ میں اُس کے خلاف جاؤ اور نہ ہی اُسے چھوڑو۔ اے اللہ کے بندو، آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ہم کلام نہ ہو (مسلم)۔ ہمیں نرم خو، وفا شعار، سخی اور ایک دوسرے کے لئے دعا کرنے والا ہونا چاہئے۔ اسلام ایک ضابطہ حیات ہے جو تاکید کرتا ہے کہ ہر شخص دوسرے شخص کا احترام کرے گا۔ اسلام کہتا ہے کہ تم ایک کمیونٹی کا حصہ ہو اور یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ تم اُن کے درمیان بہترین صاحبِ کردار بننے کی کوشش کرو۔

10) طلباء کے حقوق

استاد کا فرض ہے کہ وہ اپنے طالب علموں کے لیے ایک اچھی مثال بنے، وہ اچھا استاد ہو، اُن کی اچھی رہنمائی کرے اور کلاس کے اندر اور باہر اُن کا خیال رکھے، گریجویشن سے پہلے اور بعد میں بھی۔ طلباء کے حقوق یہ ہیں:

1. استاد اپنے شاگردوں کو محبت اور اخلاص کے ساتھ پڑھائے اور اُن کا خیال رکھے۔ اللہ نبیؐ کو آیت (3:159) میں کہتے ہیں: (اے پیغمبرؐ) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔ ورنہ اگر کہیں تم تند خو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد و پیش سے چھٹ جاتے۔ ان کے قصور معاف کر دو، ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو، اور دین کے کام میں ان کو بھی شریک مشورہ رکھو، پھر جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو، اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اُسی کے بھروسے پر کام کرتے ہیں۔ یعنی، اگر استاد سخت ہوگا، تو شاگرد علم حاصل کرنے کے لئے اس کے پاس نہیں آئیں گے۔ نبیؐ نے کہا، **"یہ بہتر ہے کہ اساتذہ بغیر ڈانٹے سکھائیں"۔ آپؐ نے یہ بھی کہا، "ان لوگوں کے ساتھ نرم رویہ رکھو جنہیں تم پڑھاتے ہو یا جو تم سے سیکھتے ہیں"۔**

2. استاد کو چاہیے کہ کلاس میں اپنے شاگردوں کا مذاق نہ اُڑائے اور نہ ہی اُنہیں ڈانٹے۔ بلکہ، ابن مسقب کہتے ہیں کہ "شاگردوں کی تعریف کی جانی چاہیے اور اچھے انداز اور اخلاق پر انعام ملنا چاہیے"۔

3. استاد کو اپنے طلباء کے اخلاقی کردار کی تعمیر پر زیادہ توجہ دینی چاہئے۔

4. استاد کو اپنے تمام طالب علموں کے ساتھ برابری کا سلوک کرنا چاہئے۔ نبیؐ نے کہا، "استاد جس کے تین مختلف سماجی طبقات کے طالب علم ہوں، اور وہ ان کے ساتھ برابری کا سلوک نہیں کرتا، وہ قیامت کے دن غداروں کی لائن میں ہوگا"۔

11)اساتذہ اور مذہبی رہنماؤں کے حقوق

اسلام علم کی تلاش پر زور دیتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ جو لوگ علم کو فروغ دیتے ہیں اُن کے احترام پر بھی زور دیتا ہے۔ اسی لیے اسلام نے اساتذہ کو نبیوں کے درجہ سے نوازا ہے اور اساتذہ کے حقوق کے بارے میں بہت سے حکم صادر فرمائے ہیں۔ بہت سے موقعوں پر، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو علم حاصل کرنے کا حکم دیا۔ جنگی قیدیوں کو دس مسلمانوں کو پڑھنا اور لکھنا سکھانے پر آزاد کر دیا جاتا۔ اللہ آیت (58:11) میں کہتا ہے: ''تم میں سے جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں اور جن کو علم بخشا گیا ہے، اللہ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا''۔ اسلام میں تعلیم سب سے زیادہ معزز پیشوں میں سے ایک ہے۔ والدین اپنے بچوں کے استاد ہیں، اور تمام انبیاءؑ اپنی اُمت کے اساتذہ اور رہبر تھے۔ نبیؐ آخری رسول اور آخری کتابِ ہدایت کی وجہ سے تمام انسانیت کے لئے تا قیامت استاد اور رہنما ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ قرآن میں کہتا ہے: جس طرح (تمہیں اِس چیز سے فلاح نصیب ہوئی کہ) ہم نے تمہارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول بھیجا، جو تمہیں ہماری آیات سناتا ہے، تمہاری زندگیوں کو سنوارتا ہے، تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ابو ہریرہؓ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں نبیؐ نے کہا: **''میں تمہارے باپ کی طرح ہوں؛ میں تمہیں سکھاتا ہوں''** (ابو داؤد 8، نسائی 40، ابن ماجہ 313)۔ نبیؐ نے یہ فرمایا: **"علم کی تلاش کرو، علم حاصل کرتے وقت اپنے آپ کو پر وقار اور شائستہ رکھو اور ان لوگوں کے سامنے عاجزی سے پیش آؤ جن سے تم علم سیکھتے ہو"** (طبرانی)۔ جو شخص تعلیم دیتا ہے وہ استاد ہے، اس کی والد کی طرح عزت و اطاعت کرنی چاہیے۔ جو معاشرہ اپنے اساتذہ اور علماء کو عزت دیتا ہے، وہ معاشرہ انصاف کے ساتھ پھلتا پھولتا ہے، اور جس معاشرہ میں اساتذہ اور علماء کی عزت نہیں ہوتی وہ انتشار کی وجہ سے تباہ ہو جاتا ہے۔ اساتذہ کا معاشرے میں بہت اہم کردار ہے، وہ طالب علم کی شخصیت کو نکھارتے اور انہیں تعلیم دیتے ہیں۔ اساتذہ کے اہمیت کی وجہ سے انہیں اسلام میں سب سے زیادہ معزز تصور کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اسلام نے انہیں بلند درجہ اور بہت زیادہ حقوق عطا کئے ہیں۔ ہم اساتذہ کے بلند مقام کو علیؓ کے اس قول سے سمجھ سکتے ہیں جس میں انہوں نے کہا کہ: "اگر کوئی شخص مجھے ایک لفظ سکھاتا ہے تو اس نے مجھے زندگی بھر کے لئے اپنا غلام بنا لیا"۔ نبیؐ نے کہا، "وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے بزرگوں کا احترام نہیں کرتا، ہمارے نوجوانوں پر رحم نہیں کرتا، اور ان لوگوں کے حقوق نہیں جانتا جو ہمیں تعلیم دیتے ہیں" (البانی)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی استاد یا بزرگ کی عزت نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں ہے۔ ایک حدیث جو علماء اور اساتذہ کے مقام کی وضاحت کرتی ہے جس میں نبیؐ نے کہا، **"اے اللہ! مجھے ایک ایسے وقت تک نہ پہنچنے دینا کہ جہاں علماء حق کی پیروی نہ ہو، اور نیک لوگوں کا احترام نہ کیا جائے"** (احمد)۔ یہ حدیث ہم سے کہہ رہی ہے کہ ایک وقت آئے گا جب لوگ پڑھے لکھے ہونگے لیکن ہونگے جاہل کیونکہ اُن میں استاد کا احترام نہیں ہوگا۔ **یہاں میں ایک اور چیز کا ذکر کرنا چاہتا ہوں: اگر کوئی استاد ہمارے بچوں کو 2+2=5 سکھاتا ہے، تو ہم اسے استاد کے طور پر قبول نہیں کریں گے۔ اسی طرح، اگر کوئی مذہبی سکالر قرآن کے خلاف جائے گا اسے ہم مسترد کر دیں گے اور اسے سکالر تسلیم نہیں کریں گے۔ تاریخ گواہ ہے کہ صحیح عقائد کو چھپانے کے لیے علماء سو اور ریاستی سربراہوں نے ہمیشہ عوام کو مذہبی صحیفوں کے مطالعہ سے دور رکھا، تاکہ صحیفوں کو**

آسانی سے تبدیل کیا جاسکے۔ ہم مسلمان بہت خوش قسمت ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن (آخری وحی ہونے کی وجہ سے) **کو تاقیامت محفوظ رکھنے کا وعدہ کیا ہے۔**

1) استاد کے بنیادی حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ اُس کا احترام کیا جائے اور جائز باتوں میں اُس کی اطاعت کی جائے۔ ایک عالم یا ایک استاد کے احترام کی اہمیت پر زور دینے کے لئے، میں تیسرے خلیفہ علیؓ کا قول جو اُنھوں نے خلیفہ بننے کے بعد اپنے دوسرے وعظ کے دوران بیان کیا: "ایک عالم کا حق یہ ہے کہ تم سب کا استقبال عام طریقہ سے کرو اور استاد کا خاص طریقہ سے۔ اُس کے سامنے ادب سے بیٹھو، اُن کی موجودگی میں اشارہ نہ کرو، نہ ہی آنکھ مارو۔ کوئی ایسا حوالہ نہ دو جو اس کے کہے کے برعکس ہو۔ اُس کی موجودگی میں کسی کی چغل خوری نہ کرو، اُسے اُس کے کپڑوں سے نہ پکڑو، جب وہ تھکا ہوا ہو تو جواب کے لیے اصرار نہ کرو، کبھی یہ نہ سمجھنا کہ تم نے اُس سے زیادہ علم حاصل کر لیا ہے، کیونکہ وہ ایک کھجور کے درخت کی طرح ہے جس کے نیچے لوگ پھل گرنے کا انتظار کرتے ہیں"۔

2) اساتذہ کا چناؤ بہت سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے، کیونکہ نئی نسل کی تربیت کی ذمہ داری اُن کے کندھوں پر ہوگی۔

3) اساتذہ کو اچھی تنخواہ دینی چاہئے، تاکہ وہ تدریس اور کردار کی تعمیر پر توجہ مرکوز کر سکیں۔

4) اساتذہ کو شاگردوں یا ان کے والدین کی طرف سے ہراساں نہیں کیا جانا چاہیے۔

5) طالب علموں کو اپنے اساتذہ کے ساتھ بحث میں نہیں الجھنا چاہئے۔

6) طالب علم کو اساتذہ کو ایک دوست یا ایک ساتھی کی طرح نہیں پکارنا چاہئے۔ اللہ آیت (24:63) میں کہتا ہے: مسلمانو! اپنے درمیان رسول کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کا سا بلانا نہ سمجھ بیٹھو۔ اسی طرح اساتذہ اور علماء حق کے ساتھ معاملہ ہے، کیونکہ نبیؐ کے بعد اُن کی وہی حیثیت (تدریس اور رہنمائی) ہے۔ اسلام ہمیں اساتذہ اور علماء کا احترام کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ہمیں اپنے اساتذہ اور علماء کو اس طرح سے نہیں بلانا چاہئے جیسا کہ ہم اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو بلاتے ہیں۔

7) اساتذہ کا ہم پر ایک حق یہ بھی ہے کہ ہم ان کی تعظیم کریں، کلاس میں جو وہ پڑھا رہے ہیں اُس پر توجہ دیں، یعنی جو علم ہم اُن سے حاصل کریں اُسے لوگوں تک پہنچائیں جو اُس سے نابلد ہیں۔ ہم نے جو علم حاصل کیا ہے اُسے درست طریقے سے آگے پہنچانے کا سلیقہ سیکھیں"۔

12) ڈاکٹر اور مریضوں کے حقوق

انسان ہونے کے ناطے، ہم اپنی زندگی میں کبھی نہ کبھی بیمار ضرور ہوں گے۔ ایک مسلمان ہونے کی وجہ سے، ہمیں بیماری سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ ہم اللہ اور اللہ کی رحمت پر یقین رکھتے ہیں، ہم تقدیر پر یقین رکھتے ہیں، ہم آخرت میں اپنے اصل گھر پر یقین رکھتے ہیں، اگر موت کا وقت نہیں آیا تو یہ یقین ہم میں تحمل اور صبر پیدا کر کے بیماری کو برداشت کرنے کی طاقت دیتا ہے۔ اور یہ نظریہ کہ ہم اس دنیا میں مسافر ہیں، ہم میں قوتِ ارادی کو بڑھا دیتا ہے۔ تاہم، نبیؐ کی حدیث کے مطابق ہمیں اپنا علاج کرنا چاہیے۔ ایک اور حدیث میں یاسرؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: "ہر بیماری کے لئے ایک

علاج ہے،اور جب(صحیح)علاج کیا جاتا ہے تو بیماری اللہ کے اذن سے ختم ہو جاتی ہے "(احمد اور مسلم)۔قرآن آیت(5:32) میں کہتا ہے: اسی وجہ سے بنی اسرائیل پر ہم نے یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اُس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔ مگر اُن کا حال یہ ہے کہ ہمارے رسول پے در پے ان کے پاس کھلی کھلی ہدایات لے کر آئے پھر بھی ان میں بکثرت لوگ زمین میں زیادتیاں کرنے والے ہیں۔ بد قسمتی سے، جدید دور کی ایجادات، سوشل اور مین سٹریم میڈیا کے منفی کردار نے مل کر تقریباً ہر ایک کو منفی طریقہ سے متاثر کیا ہے۔ ہماری زندگیوں کا محور اب کاروباری ذہنیت، فیشن کے رجحانات، انا پرستی اور دکھاوا بن گئے ہیں۔ اس نے ہمیں اللہ اور دین سے دور کر دیا ہے، جو انسانی اخلاقیات کا منبع ہیں۔ اس منفی اثر کی وجہ سے، جدید زمانے کے بیشتر ڈاکٹر اپنی انسانیت اور پیشہ ورانہ اخلاقیات کھو چکے ہیں۔ زیادہ تر ڈاکٹر مادہ پرست، سخت دل اور دھوکہ باز بن گئے ہیں، اور اب اُن میں نہ بے نیازی ہے، نہ صلاحیت اور نہ ہی جذبہ خدمت۔ ایک مسلمان ڈاکٹر میں تین اہم خصوصیات ہونی چاہئیں، اللہ پر اور تقدیر پر ایمان، اور یہ یقین کہ ہر بیماری کا علاج ہے۔ کیونکہ نبیؐ نے فرمایا کہ اللہ نے کوئی ایسی بیماری نہیں بھیجی جس کے لئے اس نے اُس کا علاج نہ بھیجا ہو۔ ڈاکٹر پر فرض ہے کہ صحیح تشخیص کرے، یا کم از کم تشخیص کرنے کی پوری کوشش کرے اور مناسب علاج تجویز کرے۔

1) اس مادہ پرستی کے دور میں، وہ طبیب جو مادہ پرستی سے بے نیاز ہیں، میری رائے میں ولی اللہ ہیں لہٰذا ہمارے عزت واحترام کے مستحق ہیں۔

2) ڈاکٹروں کو نرم دل، ہمدرد اور اپنے مریضوں کی صحت کے بارے میں فکر مند ہونا چاہیے۔

3) یہ مریض کا حق ہے کہ ڈاکٹر اس کی بیماری کی تشخیص اخلاص، ہمدردی اور مریض کی صحت کے بارے میں فکر مند ہو کر کرے۔ ڈاکٹر کو بیماری کا علم ہونا چاہئے، یا کم از کم بیماری کی مناسب طریقے سے تشخیص کرے اور اپنی صلاحیت کو بروئے کار لا کر بیماری کا بہترین علاج تجویز کرے۔

4) ڈاکٹر کا یہ حق ہے کہ اس کے مشورے کو غور سے سنا جائے۔

5) ہمیں اپنے ڈاکٹر کی تشخیص پر بھروسہ کرنا چاہئے، اور ساتھ ہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ وہ اُسے ہماری صحت یابی کا موجب بنائے۔ یاسرؓ کہتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا: "ہر بیماری کے لئے ایک علاج ہے، اور جب(صحیح)علاج کیا جائے تو، بیمار اللہ کے اذن سے صحت یاب ہو جاتا ہے "(احمد اور مسلم)۔

6) دوائی کو ڈاکٹر کے مشورہ کے مطابق استعمال کرنا چاہئے۔

7) مریض کو اس حقیقت کو قبول کرنا چاہئے کہ اللہ ہی شفا دیتا ہے، اور ڈاکٹر محض شفا یابی کے لیے وسیلہ ہیں۔ لہٰذا ہمیں صحت یابی کے لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور دعا مانگنی چاہئے۔ ہمیں صبر اور استقامت کے ساتھ بیماری کا سامنا کرنا چاہئے (یہ نصف علاج ہے)۔

8) طبیب کو اس کی مہارت کے مطابق معاوضہ ملنا چاہیے۔

9)ڈاکٹر پر فرض ہے کہ ہر مرحلے میں انسانی زندگی کی حفاظت کرے۔اُسے پوری کوشش کرنی چاہئے کہ اپنے مریضوں کو موت، بیماری، درد اور تشویشوں سے بچائے۔

10)ڈاکٹر کو اپنے مریض کے کسی بھی قسم کے راز ظاہر نہیں کرنے چاہیے۔

11)طب کی پریکٹس صرف اُن افراد کے لئے جائز ہے جو مناسب تعلیم و تربیت یافتہ اور قابل ہیں، اور قانون میں بیان کردہ معیار پر پورا اترتے ہیں۔ نبیؐ کی واضح حدیث ہے: **"جو بھی طب کے علم کے بغیر کسی کا علاج کرتا ہے، وہ خرابی کا ذمہ دار ہو گا"۔**

12)ڈاکٹر مریض کی حالت پر رحم کھا کر بھی اُس کی زندگی ختم نہیں کر سکتا۔ یہ ممنوع ہے؛ نبیؐ نے ہماری رہنمائی کے لیے ایک واقعہ بیان کیا کہ: "پرانے وقتوں میں ایک آدمی بیمار تھا جو بیماری کی شدت برداشت نہ کر سکا۔ اس نے اپنی کلائی کو چاقو سے کاٹا اور زیادہ خون بہنے سے مر گیا"۔ اللہ اُس سے ناخوش ہوا اور کہا، "میرے بندے نے اپنے خاتمے میں تیزی کی... میں نے اس پر جنت حرام کی"۔

13)ڈاکٹر کو چاہیے کہ قریب المرگ مریضوں کی اچھی دیکھ بھال کرے، اخلاقی مدد اور دوائیوں کے ذریعہ درد کی شدت کو کم کرنے کی پوری کوشش کرے۔ ڈاکٹر کا فرض ہے کہ اپنے مریض کے اللہ پر عقیدہ کو مضبوط کرے تاکہ وہ صبر کے ساتھ ذہنی سکون حاصل کر لے۔ خالق پر ایمان ایک علاج ہے، شفاء ہے، ذہنی دباؤ دور کرتا ہے اور بیماری کا علاج ہے۔

13)جج اور مدعی کے حقوق

قرآن مجید کا صحیفہ ایمان اور انصاف کے بنیادی اصولوں کو بیان کرنے کے لیے وقف ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اللہ کے قانون کے تحت تمام انسانوں کا حق ہے کہ اُنہیں انصاف فراہم کیا جائے۔ اللہ آیت (5:42) میں کہتا ہے: اور فیصلہ کرو تو پھر ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اللہ آیت (2:42) میں بھی کہتا ہے: باطل کا رنگ چڑھا کر حق کو مشتبہ نہ بناؤ اور نہ جانتے بوجھتے حق کو چھپانے کی کوشش کرو۔ اللہ نے قرآن میں انصاف کے بنیادی معیار واضح کئے ہیں اور آیت (6:115) میں کہتا ہے: تمہارے ربّ کی بات سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے، کوئی اس کے فرامین کو تبدیل کرنے والا نہیں ہے اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ اسلام میں انصاف ایک فرض ہے اور آیت (4:58) میں اللہ کہتا ہے: مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہلِ امانت کے سپرد کرو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو، تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو، اللہ تم کو نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے اور یقیناً اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔ اسی لیے آیات (4:105-106) میں اللہ فرماتا ہے: اے نبیؐ، ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ جو راہِ راست اللہ نے تمہیں دکھائی ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ تم بددیانت لوگوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ بنو، اور اللہ سے درگزر کی درخواست کرو، وہ بڑا درگزر فرمانے والا اور رحیم ہے۔ آیت (5:42) میں نبیؐ کو بتایا گیا تھا: یہ جھوٹ سننے والے اور حرام کے مال کھانے والے ہیں، لہٰذا اگر یہ تمہارے پاس (اپنے مقدمات لے کر) آئیں تو تمہیں اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہو ان کا فیصلہ کرو ورنہ انکار کر دو۔ انکار کر دو تو یہ تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتے، اور فیصلہ کرو تو

پھر ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ قرآن میں انصاف کے لئے مقرر کردہ معیار، نسل، مذہب، رنگ اور عقیدہ کے تمام نظریات سے بالاتر ہیں۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے دوستوں اور دشمنوں کے ساتھ ہر سطح پر انصاف کریں۔ قرآن آیت (4:135) اس کو یوں بیان کرتا ہے: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، انصاف کے علم بردار اور خدا واسطے گواہ بنو، اگرچہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریقِ معاملہ خواہ مال دار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ اُن کا خیر خواہ ہے۔ لہٰذا اپنی خواہشِ نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو۔ اور اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔

قرآن نے انصاف کو سب سے افضل عمل قرار دیا ہے، اس حد تک کہ یہ ترجیحات میں اللہ کی وحدانیت اور نبیؐ کی رسالت کے بعد سب سے اہم ہے۔ اللہ قرآن کی آیت (16:90) میں اعلان کرتا ہے: اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو۔ ایک اور آیت (5:8) میں کہتا ہے: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو، یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔ لہٰذا، ہم نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ انصاف کرنا مسلمانوں پر فرض ہے اور ناانصافی کرنا حرام ہے۔ قرآنی نظامِ انصاف کی بنیاد مندرجہ ذیل آیت (57:25) پیش کرتی ہے: ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا، اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لیے منافع ہیں یہ اس لیے کیا گیا ہے کہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون اُس کو دیکھے بغیر اس کی اور اُس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔

اسلام میں، انصاف کی ایک اخلاقی حیثیت ہے اور یہ انسانیت کی ایک خاصیت ہے۔ جو حقوق اور فرائض کے درمیان مساوات قائم کرتا ہے۔ اس کے علاوہ، نبیؐ لوگوں کے درمیان ایک جج کے طور پر بھیجے گئے تھے، اور اللہ آیت (42:15) میں کہتا ہے: (چونکہ یہ حالت پیدا ہو چکی ہے) اس لیے اے نبیؐ، اب تم اُسی دین کی طرف دعوت دو، اور جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اسی پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جاؤ، اور ان لوگوں کی خواہشات کا اتباع نہ کرو اور ان سے کہہ دو کہ "اللہ نے جو کتاب بھی نازل کی ہے میں اس پر ایمان لایا۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں، اللہ ہی ہمارا ربّ بھی ہے، اور تمہارا رب بھی ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں، اور تمہارے اعمال تمہارے لیے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں۔ اللہ ایک روز ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف سب کو جانا ہے"۔ نبیؐ نے اعلان کیا: **"یوم جزا اللہ سات قسم کے افراد کو اپنے عرش کے سایہ کے نیچے پناہ دے گا جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ان میں سے ایک عادل جج ہے"** (مسلم)۔ اللہ، نبیؐ سے اس طرح مخاطب ہوا: "اے میرے بندو، میں نے اپنے اُوپر ناانصافی کو منع کیا ہے اور اُسے تمہارے لئے بھی منع کیا ہے۔ لہٰذا، ایک دوسرے پر جبر نہ کرنا (مسلم)"۔ اس طرح، انصاف اخلاقی اقدار کی

نمائندگی کرتا ہے، یعنی انصاف کا مقصد یہ ہے کہ ہر چیز کو اُس کی جگہ پر رکھنا جہاں اُس کی جگہ ہے۔ انصاف کا ذکر حقوق پورے کرنے کے ذکر کے فوراً بعد ملتا ہے، اس میں اشارہ ہے کہ انصاف حقوق میں سے سب سے اہم ہے۔ مومنوں کی ماں ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: "میں ایک انسان ہوں، تم اپنے تنازعات میرے پاس لاتے ہو، اور یہ ممکن ہے کہ تم میں سے ایک دوسرے سے اپنے دلائل کو زیادہ بہتر پیش کر کے قائل کر سکتا ہو، اور میں اس کے دلائل پر مبنی ایک (غلط) فیصلہ کر دیتا ہوں، اس شخص کو اس سے کچھ بھی نہیں لینا چاہیئے کیونکہ یہ کچھ نہیں بلکہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے۔

عن أم سلمة، قالت: قال رسولُ الله ـصلَّى الله عليه وسلمـ: إنَّما أنا بَشَرٌ، وإنكم تَختَصِمُونَ إليَّ، ولعل بعضَكُم أن يكونَ ألْحَنَ بحجَّته من بعض، فأقضي له على نحوٍ مما أسمع منه، فمن قضيتُ له من حقِّ أخيه بشيء، فلا يأخُذْ منه شيئاً، فإنَّما أقطَعُ له قطعةً من النار۔ سنن ابی داود، باب قضاء القاضي إذا أخطأ، حديث 3583

1) یہ جج کا حق ہے کہ اُس پر اعتماد کیا جائے۔

2) یہ جج کا حق ہے کہ اس کا احترام کیا جائے۔

3) یہ جج کا حق ہے کہ اُس کے سامنے پوری حقیقت بیان کی جائے۔ عبدالرحمٰن ابن ابو بکرؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، جو نبیؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے کہا، "سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا، جھوٹی گواہی دینا، جھوٹی گواہی دینا ہے"۔

نبیؐ کے زمانہ میں ایک واقعہ پیش آیا، کچھ مسلمانوں نے چوری پکڑے جانے کے خوف سے، ثبوت اس طرح رکھے کہ یہودی چور ثابت ہو۔ اس سے پہلے کہ نبیؐ اپنا فیصلے سناتے، اللہ نے سچائی بیان کرنے کے لیے قرآن کی آیات نازل کیں۔ آیت(4:113) میں اللہ نبیؐ کو کہتے ہیں: اگر اللہ کا فضل تم پر نہ ہوتا اور اس کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے تو تمہیں غلط فہمی میں مبتلا کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا تھا، حالانکہ در حقیقت وہ خود اپنے سوا کسی کو غلط فہمی میں مبتلا نہیں کر رہے تھے اور تمہارا کوئی نقصان نہ کر سکتے تھے۔ اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور تم کو وہ کچھ بتایا ہے جو تمہیں معلوم نہ تھا، اور اس کا فضل تم پر بہت ہے۔ اس واقعے کے بعد نبیؐ نے فرمایا، "اگر میں ثبوتوں کی وجہ سے غلط فیصلہ کر دیتا تو، یہ صحیح نہ ہوتا، مجرموں کو آخرت میں چوری اور دوسروں پر الزام لگانے پر جوابدہ ہونا پڑے گا"۔ اسی طرح، ایک حدیث میں نبیؐ نے کہا، "اگر جج اخلاص کے ساتھ فیصلہ کرے اور اگر فیصلہ صحیح ہو، تو اُسے دوگنا اجر ملے گا، اور اگر شواہد کی بنا پر فیصلہ غلط ہو تب بھی اُسے ایک اجر ملے گا"۔

1) جج کو ہر حالت میں اللہ کی امانت سمجھتے ہوئے انصاف فراہم کرنا چاہیئے، باقی تمام دوسری ذمہ داریوں کی طرح انصاف کی فراہمی احساسِ ذمہ داری اور مقرر کردہ قواعد و ضوابط سے بڑھ کر کرنی چاہیے۔

2) اسلام میں انصاف چیزوں کو ان کی صحیح جگہ پر رکھنا ہے۔ لہٰذا، جج پر ذمہ داری ہے کہ وہ ہر ایک کے ساتھ بغیر امتیاز کے مساوی سلوک کرے (چاہے مسلمان ہوں یا غیر مسلم، امیر ہوں یا غریب، کالے ہوں یا سفید)۔ اللہ آیت(5:8) میں کہتا ہے: عدل کرو، یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

3)اسلام لوگوں کو جھوٹی گواہی دینے کے خلاف خبر دار کرتا ہے۔ نبیؐ نے فرمایا: "سب سے بڑے گناہ، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا ہیں"۔

4)جج کو اپنی فہم استعمال کرتے ہوئے حق اور باطل، حقیقت اور سنی سنائی باتوں کے درمیان فرق کرنا چاہئے۔

5)اسے رشوت نہیں لینی چاہئے۔

6)جج کو بغیر کسی تعصب کے انصاف فراہم کرنا چاہئے۔ ایک مثال نبیؐ نے قائم کی، جب آپؐ کے منہ بولے پوتے اسامہ بن زیدؓ نے آپ سے مخزومی قبیلہ کی خاتون فاطمہ جو چوری میں پکڑی گئی تھی کی سفارش کی۔ نبیؐ اس بات پر ناراض ہوئے اور اسامہ سے کہا: "اللہ کی قسم، اگر فاطمہ بنت محمد چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا"۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ قومیں جہاں امیر اور غریب، اعلیٰ اور کم حیثیت کے لوگوں کے لیے مختلف قوانین ہوں وہ برباد ہو جاتی ہیں۔

7)جج کو ذہن میں رکھنا چاہئے کہ اسلام شہریوں کو اپنے دفاع کا حق دیتا ہے۔

8)اسے علم ہونا چاہئے کہ نبیؐ نے کیا فرمایا، "... کوئی شک نہیں، قرض خواہ کو حق ہے کہ اپنے قرض کا سختی سے مطالبہ کرے...."۔ نبیؐ نے ایک دفعہ کسی یہودی سے کچھ پیسے بطور قرض لیے اس وعدہ کے ساتھ کہ ایک مقرر مدت میں کھجور کی شکل میں واپس دیں گے۔ مقرر مدت سے چند دن قبل یہودی نبیؐ کے پاس آیا اور سختی سے اپنے پیسوں کا تقاضا کیا، اور کہنے لگا کہ تم مسلمان ایسے ہی ہوتے ہو۔ عمرؓ کو سخت ناگوار گزرا اور نبیؐ سے اجازت چاہی کہ وہ اُس کا سر قلم کر دے۔ نبیؐ نے عمرؓ سے کہا تمہیں چاہیے تھا کہ مجھے کہتے کہ اس کے پیسے واپس کر دو۔ آپؐ نے حکم دیا کہ اُسے حسبِ وعدہ کھجوریں دی جائیں اور جو عمرؓ نے کہا اُس کے بدلے میں اضافی دس صاع کھجوریں دی جائیں۔ اضافی کھجوریں حاصل کرنے پر یہودی مسلمان ہو گیا، کیونکہ پرانے عہد نامہ میں آخری نبی کے کرداروں میں سے ایک کردار یہ تھا۔

9)جج کو فیصلہ کرنے سے قبل فریقین کے نقطہ نظر کو سننا چاہیے۔

10)آخر میں، انصاف میں تاخیر نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ انصاف میں تاخیر ظلم ہے یا جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ انصاف میں تاخیر ناانصافی ہے۔

حکمران قانون سے بالاتر نہیں ہیں

اسلام تقاضا کرتا ہے کہ اسلامی ریاست کے تمام حکام، ریاست کے سربراہ سے لے کر عام ملازمین قانون کی نظر میں برابر ہیں، اور کسی کو استثناء حاصل نہیں۔ یہاں تک کہ ایک عام شہری بھی حکام یا ملک کے سب سے بڑے ایگزیکٹو کے خلاف دعویٰ دائر کرنے کا حق رکھتا ہے۔ عمرؓ کہتے ہیں کہ نبیؐ نے مدینہ میں اپنے آخری خطبہ میں کہا تھا: اگر میں نے کسی کا کچھ دینا ہے وہ یہاں لے لے، آخرت میں نہیں، اگر میں نے کسی کو ضرر پہنچایا ہے تو وہ مجھ سے یہاں بدلہ لے لے۔ ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا، "اے اللہ کے رسولؐ، ایک بار آپؐ کی چھڑی حادثاتی طور پر میری ننگی پیٹھ پر پڑی تھی"۔ نبیؐ نے فرمایا، میری ننگی کمر پر مار لو۔ وہ شخص آگے آیا اور نبیؐ کی کمر کو چوم کر کہنے لگا، بس میں یہی چاہتا تھا۔ ایک دفعہ خلیفہ دوم عمرؓ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص اُٹھا اور کہنے لگا، "اے عمر ہم تمہاری بات نہیں سنیں گے، تم خائن ہو، تم دراز قد ہو، جتنا کپڑا سب کو ملا ہے اُس میں تم اپنا کُرتا نہیں سلوا سکتے تھے"۔ عمرؓ کہنے لگے یہ صحیح ہے، میرا بیٹا عبداللہ اس الزام کا جواب دے گا۔ عبد

اللہؐ نے کہا کہ اُس نے اپنا حصہ اپنے والد کو دیا ہے۔ خلیفہ دوم عمرؓ کے دور میں مصر کے گورنر کے بیٹے محمد نے دوڑ ہارنے پر ایک عیسائی شخص کو کوڑا مارا۔ جب اُسے گورنر سے انصاف نہ ملا، تو وہ مدینہ آیا اور خلیفہ عمرؓ کے پاس اپنی شکایت درج کروائی، آپؓ نے فوراً گورنر اور اُس کے بیٹے کو مدینہ طلب کر لیا۔ جب مدینہ میں وہ اُن کے سامنے پیش ہوئے، خلیفہ نے شکایت کنندہ کو کوڑا دیا اور کہا میرے سامنے گورنر کے بیٹے کو مارو۔ بدلہ لینے کے بعد، عمرؓ نے پھر کوڑا تھما کر کہا کہ اب گورنر کو بھی مارو، اُس کا بیٹا تمہیں کبھی نہ مارتا اگر اُسے اپنے باپ کے اعلیٰ منصب کا مان نہ ہوتا۔ شکایت کنندہ کہنے لگا میں پہلے ہی اپنے مجرم سے بدلہ لے چکا ہوں۔ عمرؓ نے کہا: "اللہ کی قسم، اگر تم گورنر کو مارتے تو میں تمہیں ایسا کرنے سے نہ روکتا۔ تم نے اُسے اپنی مرضی سے چھوڑا ہے"۔ پھر عمرؓ غصہ میں گورنر عمرو بن عاص کی طرف مڑے اور کہا: "اے عمرو، کب سے تم نے لوگوں کو غلام بنانا شروع کر دیا، جبکہ اُن کی ماں نے اُنہیں آزاد جنا"، اور اسے اُس کے عہدہ سے ہٹا دیا۔ جب اسلامی ریاست اللہ کی کتاب کے احکامات پر عمل کر رہی تھی، عام لوگ خلیفہ وقت کے خلاف عدالت میں شکایت درج کرا سکتے تھے، اور خلیفہ کو جج کے سامنے پیش ہو کر الزام کا جواب دینا پڑتا تھا۔

14) ہمارے جسم، خوراک اور پانی کے حقوق

اللہ نے ہمیں جسم، دولت وغیرہ بطور امانت دی ہیں۔ لہٰذا، ہمیں اپنے جسم کی دیکھ بھال کرنی چاہیے، اور مالک (اللہ) کی ہدایت کے مطابق اُس کی عطا کردہ نعمتوں کو خرچ کرنا چاہیے۔ بیماریوں سے بچاؤ کے لیے ہمیں اپنے جسم کو صاف رکھنا چاہیے، اور اگر کسی بیماری میں مبتلا ہو جائیں تو اس کا مناسب علاج کروانا چاہیے۔ ہمیں اپنے ناخن کاٹنے، بغلوں اور زیر ناف بالوں کو باقاعدگی سے مونڈنا چاہیے، کیونکہ یہ بہت ساری بیماریوں کا باعث ہیں۔ ہمیں اپنے بائیں ہاتھ کو بیت الخلا میں صفائی کے لیے استعمال کرنا چاہئے اور احتیاط کے طور پر بائیں ہاتھ کے ساتھ کھانے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ نبیؐ نے اس بات پر بھی زور دیا کہ ہم موت نہ مانگیں، بلکہ اپنی تمام تر توانائیاں اپنے آخری گھر (جنت) کی تیاری پر لگائیں۔ ہمیں اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں ہے، اسی لئے ہمیں نشہ آور، زہریلی یا ایسی چیزیں کھانے کی اجازت نہیں ہے جو ہماری صحت کے لئے مضر ہوں۔ نبیؐ سے جب پوچھا گیا کہ سب سے بڑے گناہ کون سے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا: شرک اور کسی بے گناہ روح کو قتل کرنا۔ لفظ روح کو عام (زندہ چیز) کے لیے استعمال کیا گیا ہے، تاکہ کسی بھی روح کو بغیر کسی حق کے نہ مارا جائے۔ نبیؐ نے ہمیں خودکشی اور کسی مریض پر ترس کھا کر مارنے سے منع فرمایا ہے۔ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص جان بوجھ کر اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر خود کو ختم کرتا ہے، وہ دوزخی ہے اور ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور اس عمل کو دوہراتا رہے گا، اور جو زہر پی کر اپنے آپ کو مارتا ہے، وہ اس زہر کو دوزخ میں پیتا رہے گا، اور جو اپنے آپ کو کسی ہتھیار سے قتل کرتا ہے، وہ ہتھیار اپنے ہاتھ میں لے کر جائے گا اور جہنم میں اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا"۔ اپنے جسم کو صحت مند رکھنے کے لیے جب بھوک لگے اُس وقت صحت مند غذا کھانی چاہئے، اور ہمیں کھانا پیٹ بھر کر نہیں کھانا چاہیے۔ مقدام بن معدیکربؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا: **"کسی آدمی نے کوئی برتن اپنے پیٹ سے زیادہ برا نہیں بھرا، آدمی کے لیے چند لقمے ہی کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں، اور اگر زیادہ ہی کھانا ضروری ہو تو پیٹ کا ایک تہائی حصہ**

اپنے کھانے کے لیے، ایک تہائی پانی پینے کے لیے اور ایک تہائی سانس لینے کے لیے باقی رکھے"(سنن ترمذی، حدیث نمبر 2380)۔ مزید جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "**ایک شخص کا کھانا دو کے لیے کافی ہوتا ہے اور دو کا کھانا چار کے لیے کافی ہوتا ہے، اور چار کا کھانا آٹھ افراد کے لیے کافی ہوتا ہے**"(ابن ماجہ 3254)۔ آخر میں، جو جسم اللہ نے ہمیں فراہم کیا ہے اُس کے لئے ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ یہاں مجھے ایک کہانی یاد آ گئی ہے جب موسیٰؑ نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے کہا کہ مجھے اپنا سب سے زیادہ شکر گزار بندہ دکھائے۔ اُنہیں کہا گیا کہ فلاں جگہ جاؤ۔ جب موسیٰؑ اُس جگہ پہنچے تو آپؑ نے ایک اندھی عورت دیکھی، جس کے پیر اور بازو نہیں تھے، پھر بھی وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کر رہی تھی۔ موسیٰؑ نے کہا، "اے اللہ تو نے اسے کسی چیز سے نہیں نوازا، پھر وہ کس چیز کا شکر ادا کر رہی ہے"؟ اس عورت نے موسیٰؑ کی بات سن لی۔ اُس نے جواب دیا، "مجھے ہاتھ پیر نہ دے کر، اللہ نے اُن مقامات پر چل کر جانے اور اس کی نافرمانی کرنے سے بچایا ہے۔ آنکھوں کے بغیر، میں فحش چیزیں دیکھنے سے بچ گئی ہوں، اور میں اللہ کی شکر گزار ہوں کہ اُس نے مجھے اُس کا شکر ادا کرنے اور اس کی تعریف کرنے کے لئے زبان دی"۔ کیا ہمیں اپنے خالق اللہ کا زیادہ ممنون اور شکر گزار نہیں ہونا چاہئے؟ اے اللہ، ہم تیرے بہت ناشکرے بندے ہیں ہمیں معاف فرما۔ آمین!

خوراک اور پانی کے حقوق: خوراک اور پانی کے حقوق یہ ہیں کہ انہیں ضائع نہ کیا جائے۔ جب ہم سپلائی اور طلب کے اصول کی بنا پر کھانا ضائع کرتے ہیں تو کھانا مہنگا ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے بہت سارے لوگ بھوکے رہ جاتے ہیں۔ ایک حدیث میں، خوراک کو محفوظ رکھنے کی ضرورت پر زور دینے کے لیے جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے، تو اسے چاہیے کہ اس پر جو ناگوار چیز لگ گئی ہے اسے پونچھ کر کھا لے (سنن ابی داود 3279)۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ام المؤمنین عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبیؐ گھر میں داخل ہوئے تو روٹی کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا دیکھا، آپ نے اسے اٹھایا، صاف کیا پھر اُسے کھا لیا، اور فرمایا: "عائشہ! احترام کے قابل چیز (یعنی اللہ کے رزق) کی عزت کرو، اس لیے کہ جب کبھی کسی قوم سے اللہ کا رزق پھر گیا، تو اس کی طرف واپس نہیں آیا"(ابن ماجہ 3353)۔ مزید ایک اور حدیث میں ام عاصمؓ بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہؐ کے غلام نبیشہؓ آئے، اس وقت ہم ایک بڑے پیالے میں کھانا کھا رہے تھے، انہوں نے کہا کہ نبیؐ کا ارشاد ہے: "جو شخص کسی بڑے پیالے میں کھاتا ہے پھر چاٹ کر صاف کرتا ہے، اس کے لیے یہ پیالہ استغفار کرتا ہے"(ابن ماجہ 3271)۔ یعنی خوراک ضائع نہ کرنا۔ نبیؐ نے یہ بھی کہا کہ پانی ضائع نہ کرو اگرچہ تمہارے پاس دریا بہہ رہا ہو۔ میں ایک واقعہ جو میرے آفس میں پیش آیا، اُسے بیان کرنا چاہوں گا، ایک یورپی مہمان سے ایک لقمہ نیچے گر گیا، اُس نے اُسے اُٹھایا، صاف کیا اور کھا گیا۔ یہ تو ہم مسلمانوں کو کہا گیا تھا اور ہمیں کرنا چاہیے تھا، لیکن افسوس ہمیں شرم آتی ہے کہ لوگ کیا کہیں گے، اور پھر ڈھٹائی سے گلہ کرتے ہیں کہ اللہ ہماری مدد نہیں کرتا۔ اناللہ! اے اُمتِ محمدؐ، باقی دنیا کے بہ نسبت ہم مسلمان زیادہ خوراک ضائع کرتے ہیں۔ ہم اِسے فخر سمجھتے ہیں یاد کھاوے کے لیے کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں زیادہ تر بھوک میں مبتلا لوگ مسلم دنیا میں ہیں، اور پھر ڈھٹائی سے امید کرتے ہیں کہ اللہ ہماری مدد کرے گا، جائیں اور پیش لفظ کو دوبارہ پڑھیں۔ اے اُمتِ محمدؐ، رمضان کے روزے ہم پر اس لیے فرض ہیں تاکہ کم کھا کر ہم اپنی جسمانی بیماریوں کا علاج کر سکیں، اور جب کم کھانا کھایا جائے گا، اشیائے خورد ونوش کی طلب میں کمی کی وجہ سے

قیمتیں کم ہو جائیں گی، اور بے سہارا لوگوں کو کچھ سہارا مل جائے گا۔ آج کی جدید تحقیق اِس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ سال میں ایک مہینے کے روزے جسمانی صحت کے لئے فائدہ مند ہیں۔ ہم مسلمانوں کو روزے رکھنے چاہیے تھے (یعنی کم کھانا چاہیے تھا)، اس کے بجائے، ہم نے رمضان کو دعوتیں اُڑانے کا مہینہ بنادیا ہے۔ زیادہ کھانے کی وجہ سے ہمارا وزن بڑھ جاتا ہے اور ہم مزید جسمانی امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اور ساتھ ہی اشیائے خوردونوش کی مانگ میں اضافہ کی وجہ سے قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔ ہم نہ صرف اپنے جسم کو بیمار کرتے ہیں، بلکہ غریبوں اور لاچاروں کے لئے مزید مسائل بھی پیدا کرتے ہیں۔ ہم دو عہد توڑنے کے باوجود ڈھٹائی کے ساتھ سوچتے ہیں کہ اللہ ہمیں اجر دے گا۔ اناّللہ! جب ہم کسی ریسٹورنٹ میں جاتے ہیں تو ہم بہت کھانا ضائع کرتے ہیں۔ مجھے کسی نے بتایا تھا کہ جرمنی میں اگر ہم کسی ریسٹورنٹ میں ضرورت سے زیادہ کھانا ضائع کریں تو سزا کے طور پر جرمانہ دینا پڑتا ہے۔ اے مسلمانوں، یہ تو ہماری خصوصیت سمجھی جاتی تھی۔

کھانا کھانے کے آداب: عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "جب دستر خوان لگایا جائے تو ہر شخص کو اس جانب سے کھانا چاہیے جو اس سے قریب ہو، وہ اپنے ساتھی کے سامنے سے نہ کھائے" (ابن ماجہ 3273)۔ اسی طرح عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ کھانے پینے کی چیزوں میں نہ پھونک مارتے تھے، اور نہ ہی برتن کے اندر سانس لیتے تھے (ابن ماجہ 3288)۔

15) روح کے حقوق

روح کا حق یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو گناہوں کے ارتکاب سے دور رکھیں، دوسروں کی غلطیاں تلاش کرنے سے بچیں، غیر اخلاقی حرکتوں سے باز رہیں، اور انسانیت اور اللہ کی دیگر مخلوقات کے خلاف جرائم کا ارتکاب نہ کریں۔ اللہ کی شریعت کو جاننے کے لئے ہمیں سمجھ کر قرآن پڑھنا چاہیے۔ ہمیں اچھے پرہیزگار دوست بنانے کی کوشش کرنی چاہیے، جو ہماری بُری خواہشات پر قابو پانے کے لئے رہنمائی کا ذریعہ ہوں۔ یہاں میں حسن بصریؒ کا قول یاد دلانا چاہتا ہوں، بیہقی میں روایت ہے کہ حسن بصریؒ نے کہا، "اے ابن آدمؑ، تم کیسے مومن ہو سکتے ہو جب کہ تمہارا پڑوسی تمہارے شر سے محفوظ نہیں؟ اے ابن آدمؑ، تم کیسے مسلمان ہو سکتے ہو جبکہ لوگ تمہارے شر سے محفوظ نہیں ہیں؟ اے ابن آدمؑ، تم کبھی بھی اپنے دل میں ایمان کی حقیقت کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ تم لوگوں کو اس غلطی پر قصوروار نہیں ٹھہراتے جو تم میں ہے، اپنی غلطی کو درست کرنے سے شروع کرو۔ اگر تم ایسا کرتے ہو تو تم اپنی ایک غلطی کو درست کروگے تو تمہیں اپنی دوسری غلطی نظر آجائے گی" (شعب الایمان 6338)۔

عن البیهقی قَالَ الْحَسَنُ رحمه الله ''يَا ابْنَ آدَمَ كَيْفَ تَكُونُ مُؤْمِنًا وَلَا يَأْمَنُكَ جَارُكَ. يَا ابْنَ آدَمَ كَيْفَ تَكُونُ مُسْلِمًا وَلَا يَسْلَمُ النَّاسُ مِنْكَ يَا ابْنَ آدَمَ لَنْ تُصِيبَ حَقِيقَةَ الْإِيمَانِ فِي قَلْبِكَ حَتَّى لَا تَعِيبَ النَّاسَ بِعَيْبٍ هُوَ فِيكَ، حَتَّى تَبْدَأَ بِإِصْلَاحِ ذَلِكَ الْعَيْبِ، فَإِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ لَمْ تُصْلِحْ عَيْبًا إِلَّا وَجَدْتَ آخَرَ''۔ شعب الإيمان 6338۔

16)غیر مسلم شہریوں کے حقوق وغیرہ۔

اسلام مسلمانوں اور غیر مسلم دونوں کے لئے رحمت کا مذہب ہے۔ نبیؐ کو اپنے پیغام کے لئے قرآن مجید میں پوری انسانیت کے لئے رحمت قرار دیا گیا ہے۔ اے نبی ﷺ، ہم نے تو تم کو دنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے(21:107)۔ جب کوئی شخص کھلے ذہن کے ساتھ اسلام کے قوانین کا تجزیہ کرے گا تو آیت میں رحمت کا مفہوم عیاں ہو جائے گا۔اس رحمت کا ایک پہلو یہ ہے کہ اسلامی قانون دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ کس طرح کا سلوک کرتا ہے۔ ذمی عربی اصطلاح ذمہ سے آیا ہے جس کا مطلب معاہدہ یا عہد ہے۔ اسلامی ریاست کے تحت بسنے والے غیر مسلم کو ذمی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ ایک معاہدہ کے تحت رہ رہے ہیں۔وہ ایک ایسا شخص ہے جس کا اللہ، اللہ کے نبی اور مومنوں کے ساتھ عہد اور معاہدہ ہے، کہ وہ حفاظت میں رہے گا اور اسلامی قوانین کے تحت آزادی اور وقار کے ساتھ زندگی گزار سکے گا۔ غیر مسلموں کے ساتھ اسلام کا روادارانہ رویہ، خواہ وہ اپنے ہی ممالک میں رہتے ہوں یا مسلم سرزمین میں،تاریخ کے مطالعہ کے ذریعے واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ حقیقت نہ صرف مسلمانوں کے ذریعہ پیش کی گئی ہے، بلکہ بہت سارے غیر مسلم مورخین بھی اسے قبول کرتے ہیں۔**ڈاکٹر شریف البوسونی** نے اپنے مضمون "اسلام: تصور، قانون اور دنیا ہیبیئس کارپس 1915" کے موسم خزاں میں روٹرز کیمڈن لا جرنل میں شائع ہوا۔ مختصراً یہ کہنے کے لئے دو بنیادی وجوہات ہیں کہ یہ توازن جو اسلام نے تلوار کے زور سے پھیلایا ہے وہ درست نہیں ہے۔پہلے، رومیوں کے برعکس، مسلمان خود کو دنیا کی آبادی کا خدا تصور نہیں کرتے تھے، جو رومیوں کے مابین ایک غالب نظریہ تھا۔ جیسا کہ اسلام کی اخلاقی تعلیمات میں اشارہ کیا گیا ہے، مسلمان اپنے آپ کو اللہ کا بندہ یا غلام سمجھتے ہیں۔ دوم، غیر مسلموں کو اور اسلامی ریاست کے تحت رہنے والے کو قانون کے دائرہ اختیار سے باہر نہیں سمجھا جاتا ہے، جیسا کہ رومی محکوم لوگوں کے بارے میں تصور رکھتے تھے۔اسلام اس بات پر زور دیتا ہے کہ اسلامی ریاست کے تحت مسلم اور غیر مسلم ہر لحاظ سے قانون کے سامنے برابر ہیں۔ایک مسلمان اور ذمی کے درمیان فرق سیاسی اور قانون سازی کا ہے نہ کہ انسانی حقوق کا۔ اس لحاظ سے اسلامی حکومت کے تحت اقلیتوں کو عصری جمہوری نظاموں کے مقابلے میں زیادہ مراعات حاصل ہیں۔ **پیٹریارک گیٹو** نے لکھا: "عرب، جن کو اللہ نے دنیا پر کنٹرول دیا تھا، انہوں نے ہمارے ساتھ وہی سلوک کیا جیسے اللہ نے حکم دیا، وہ عیسائیوں کے دشمن نہیں ہیں۔ واقعی، وہ ہمارے لوگوں کی تعریف کرتے ہیں، اور ہمارے پجاریوں اور ولیوں کے ساتھ عزت کا سلوک کرتے ہیں، **اور ہمارے گرجا گھروں اور خانقاہوں کو امداد کی پیش کش کرتے ہیں۔وِل ڈیورنٹ** نے لکھا ہے: "اموی خلافت کے وقت، معاہدہ اور عہد کے افراد، عیسائی، زرتشت، یہودی، اور سیبیئن، صابی نے اس حد تک رواداری کا فائدہ اٹھایا جو آج بھی ہمیں عیسائی ممالک میں نہیں ملتا۔ وہ اپنے مذہب کی رسومات پر عمل کرنے کے لئے آزاد تھے اور ان کے گرجا گھروں اور مندروں کی حفاظت کی گئی۔ وہ آزادی کا لطف بھی اٹھاتے اور ان کے فیصلے ان کے مذہبی قوانین کے تابع ہوتے اور اسی کے مطابق فیصلہ کیا جاتا تھا۔

مسلمانوں اور دوسرے عقائد کے لوگوں کے مابین اچھے تعلقات دین اسلام کی تعلیمات کا براہ راست نتیجہ تھے، جو یہ درس دیتا ہے کہ دوسرے مذاہب کے لوگ اپنے عقیدے پر عمل کرنے کے لئے آزاد ہیں، صرف وہ اپنی مرضی سے اسلام کی پیش کردہ ہدایت کو قبول کر سکتے ہیں۔ اللہ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے (2:256)۔ اسلام نہ صرف ان کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی کا حکم دیتا ہے، بلکہ یہ بھی کہ ان کے ساتھ دوسرے ساتھی انسانوں کی طرح سلوک کیا جائے۔ اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کے خلاف انتباہ کرتے ہوئے، نبیؐ نے فرمایا: خبردار، جو بھی غیر مسلم اقلیت پر ظلم کرتا اور سختی سے پیش آتا ہے، ان کے حقوق کو غصب کرتا، ان کی برداشت سے زیادہ بوجھ ڈالتا ہے، یا ان کی مرضی کے خلاف ان سے کوئی چیز لے؛ میں محمدؐ قیامت کے دن اُس شخص کے خلاف شکایت کنندہ ہوں گا۔" (ابوداؤد)

حقیقت میں، قرآن مثالی اسلامی ریاست کے غیر مسلم اقلیتوں کو نہ صرف برداشت کرنے پر زور دیتا ہے، بلکہ ان کے ساتھ خوشگوار اور دوستانہ تعلقات قائم کرنے پر بھی زور دیتا ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ بحیثیت مسلمان ہم اُن غیر مسلموں سے اچھے تعلقات رکھیں جو ہم سے لڑ نہیں رہے ہیں اور جو ہمارے نصب العین میں رکاوٹ نہیں۔ قرآن کی آیات (60:8-9) میں اللہ کہتا ہے: اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنہوں نے دین کے مُعاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تُمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ وہ تمہیں جس بات سے روکتا ہے وہ تو یہ ہے کہ تم اُن لوگوں سے دوستی کرو جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور تمہارے اِخراج میں ایک دوسرے کی مدد کی ہے۔ اُن سے جو لوگ دوستی کریں وہی ظالم ہیں۔ سب سے اہم، خواہ کوئی شخص مسلمان ہو یا غیر مسلم وہ قانون کے سامنے برابر ہے۔ ذمی کی حیثیت سے پتہ چلتا ہے کہ ہمیں اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کرنے میں زیادہ سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ دوسرے لفظوں میں، یہ دعویٰ کرنے کی بجائے کہ سب ایک جیسے ہیں، عہد کی وجہ سے اقلیتیں زیادہ حقوق سے مستفید ہوتی ہیں۔ اسلامی خلافت میں انصاف کی حیثیت پر زور دینے کے لیے، میں آپ کو چوتھے خلیفہ علیؓ کا واقعہ بیان کروں گا۔ کسی نے علیؓ کی حفاظتی زرہ چرا لی۔ ایک دن آپؓ نے ایک یہودی شخص کو اسے پہنے ہوئے دیکھا۔ آپؓ نے اسے بتایا کہ یہ میری ہے۔ یہودی نے آپؓ کے دعوے کو ماننے سے انکار کر دیا۔ عدالت میں علیؓ نے مقدمہ دائر کیا۔ چونکہ زرہ یہودی کے پاس تھی، اس لئے علیؓ کی ذمہ داری تھی کہ وہ ثبوت اور گواہ پیش کر کے یہ ثابت کریں کہ یہ زرہ آپ کی ہے۔ چونکہ خلیفہ علیؓ اپنے مقدمے میں ثبوت پیش نہیں کر سکے، لہٰذا یہودی کے حق میں فیصلہ دیا گیا۔ یہودی شخص نے اسلام قبول کیا اور زرہ علیؓ کو واپس کر دی، کیوں کہ اُن کے صحیفوں میں یہ ذکر تھا کہ آخری نبیؐ کی اُمت عادل ہو گی۔ ایک اور واقعے میں دوسرے خلیفہ عمرؓ نے ایک بوڑھے یہودی کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا۔ آپؓ نے اس سے پوچھا کہ وہ بھیک کیوں مانگ رہا ہے؟ اس نے انہیں بتایا کہ وہ بوڑھا ہے اور جزیہ ادا نہیں کر سکتا۔ عمرؓ نے حکم دیا کہ اِس شخص نے اپنے واجبات ادا کیے ہیں اور اب ریاست کا فرض ہے کہ اس کی دیکھ بھال کرے۔ بیت المال سے اس کے لئے تاحیات وظیفہ مقرر ہو گیا۔ نبیؐ کے اعمال کی ایک اور مثال یہ ہے کہ آپؐ نے نجران اور یمن کے عیسائیوں کے ساتھ ایک میثاق کیا، میثاق نے انہیں مذہبی اور اپنے ذاتی معاملات چلانے کی آزادی

دی۔ایک مشہور دستاویز میں وہ عہد نامہ تھا جو نبیؐ نے سینٹ کیتھرین کے راہبوں اور کاہنوں سے کیا تھا جو مصر میں کوہ سینا کے قریب ہے۔عہد نامہ کی کچھ شرائط یہ ہیں:

1) کاہنوں اور راہبوں پر ناجائز ٹیکس نہیں لگایا جائے گا۔
2) کسی بشپ کو اس کے بشپری سے باہر نہیں نکالا جائے گا۔
3) کسی عیسائی کو اپنے مذہب کو چھوڑ کر مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔
4) کسی راہب کو اس کی خانقاہ سے نہیں نکالا جائے گا۔
5) عازمین کو ان کی زیارت سے نہیں روکا جائے گا۔
6) کسی چرچ کو مساجد یا مسلمانوں کے گھروں کی تعمیر کی خاطر توڑا نہیں جائے گا۔
7) مسلمان مردوں سے شادی شدہ عیسائی خواتین کو کسی دباؤ یا دھمکی کے بغیر اپنے دین پر پوری طرح عمل کرنے کی اجازت ہوگی۔
8) اگر کاہنوں اور راہبوں کو اپنے گرجا گھروں کی مرمت کے لئے مدد کی ضرورت ہوگی، وہ اُن کو مہیا کی جائے۔
9) ایک غیر مسلم جس نے اپنا ٹیکس ادا کیا ہے اسے فوجی فرائض کے لئے مجبور نہیں کیا جائے گا۔
10) غیر مسلموں کے ساتھ بدسلوکی نہیں کی جانی چاہئے۔ صفوان، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا: "خبردار، اگر کوئی اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلم پر ظلم کرتا ہے، یا اس کے حق کو پامال کرتا ہے، یا اُسے اُس کی اہلیت سے زیادہ کام کرنے پر مجبور کرتا ہے، یا اس کی رضامندی کے بغیر اُس سے کچھ لے جاتا ہے تو، میں قیامت کے دن میں اُس کے خلاف درخواست دائر کروں گا"۔(یعنی، آپؐ اُس کا مقدمہ لڑیں گے)
أَلاَ مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا أَوِ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا، "جس نے بھی کسی ایسے شخص کو قتل کیا جس کو مسلمانوں نے تحفظ کا عہد دیا ہو وہ جنت کی خوشبو نہیں پا سکے گا، حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت کے فاصلے پر سونگھی جاسکتی ہے"۔

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهَدًا لَمْ يَرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا يُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا.

جب نبیؐ نے معاذؓ کو یمن میں بطور گورنر بھیجا جس میں مسلمان اور عیسائی آباد تھے، تو آپؐ نے اُن سے کہا، **"مظلوموں کی بددعا سے ڈرو، اُس دعا اور اللہ کے مابین کوئی پردہ نہیں، چاہے دعا مانگنے والا کافر ہی کیوں نہ ہو"**۔آپؐ کا ایک قول جو طبرانی میں نقل ہوا ہے، آپؐ کہتے ہیں: **"جس کسی نے ذمی کو تکلیف دی، وہ مجھے تکلیف دے رہا ہے اور جو شخص مجھے تکلیف دے رہا ہے وہ اللہ کو تکلیف دے رہا ہے"**۔ایک اور حدیث میں آپؐ نے کہا کہ جو بھی کسی عہد والے غیر مسلم کو تکلیف پہنچاتا ہے میں اس کا شکایت کنندہ ہوں گا اور جس کا بھی میں شکایت کنندہ ہوں گا، میں قیامت کے دن اس کے حقوق مانگوں گا۔یہ محض

اس موضوع پر کچھ نبیؐ کے اقوال ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ 20 ویں صدی میں ہم دوسروں کے لئے رواداری اور احترام کے اس جذبے کو کہیں ڈھونڈ سکتے ہیں۔

17) شہریوں کے حقوق

اسلام اپنے شہریوں کو جو حقوق فراہم کرتا ہے وہ یہ ہیں:

ا) زندگی کا تحفظ اور سلامتی۔ زندگی کا سب سے پہلا اور اہم حق زندگی ہے، یعنی انسانی زندگی کا احترام۔ اللہ آیت (5:32) میں کہتا ہے: جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اُس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔ اور اللہ آیت (6:151) میں کہتا ہے: اور کسی جان کو، جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے، ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔ یہ باتیں ہیں جن کی ہدایت اس نے تمھیں کی ہے، شاید کہ تم سمجھ بوجھ سے کام لو۔ نبیؐ نے فرمایا: "سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرنا اور ایک بے گناہ انسان کو مارنا ہے۔"

انسان کی عزت اور خواتین کی عفت کا تحفظ: میدانِ عرفات میں نبیؐ نے اپنے الوداعی خطبہ میں، نہ صرف مسلمانوں پر ایک دوسرے کے جان و مال کو تقدیس دی، بلکہ، ان کی عزت و احترام اور عورت کی عفت کو بہتان اور عصمت دری سے تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اللہ آیات (49:11-12) قانون واضح کرتا ہے اور کہتا ہے: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بُری بات ہے۔ جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہ ظالم ہیں۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تجسُّس نہ کرو۔ اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ دیکھو، تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔ اللہ سے ڈرو، اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔ اسلام حکم دیتا ہے کہ عورت کی عفت کی ہر حال میں عزت اور حفاظت کی جانی چاہئے، یہاں تک کہ مخالفین کی بھی۔ اللہ آیت (17:32) میں کہتا ہے: زنا کے قریب نہ پھٹکو۔ وہ بہت برا فعل (کھلی بے حیائی) ہے اور بڑا ہی برا راستہ ہے۔

بنیادی معیار زندگی کا حق: اسلام میں، ریاست کا فرض ہے کہ وہ اپنے شہریوں کو بنیادی معیار زندگی فراہم کرے۔ اللہ آیت (51:19) میں کہتا ہے کہ فقرا، کا امیر لوگوں کی دولت میں حق ہے: اور ان کے مالوں میں حق ہے سائل اور محروم کے لیے۔ ایک حدیث میں نبیؐ نے فرمایا: "دولت دولت مندوں سے لی جائے گی اور ضرورت مندوں کو دی جائے گی" (بخاری و مسلم)۔ اس کے علاوہ، نبیؐ نے فرمایا: "سربراہ مملکت اُن لوگوں کا سرپرست ہے، جن کا کوئی حامی نہیں" (ابو داؤد، ترمذی)۔ اس میں حصولِ تعلیم، رہائش، صحت کی دیکھ بھال اور صفائی کا حق شامل ہیں۔ اگر کوئی جنگی قیدی دس مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیتا تو نبیؐ اسے رہا کر دیتے تھے۔ نبیؐ نے یہ بھی فرمایا کہ صفائی نصف ایمان ہے۔ عمرؓ کے دور حکومت میں

مدینہ شدید خشک سالی کی لپیٹ میں آیا، آپؓ نے اپنے بیٹے کو تربوز کھاتے ہوئے دیکھا، آپؓ نے تربوز چھین کر کہا، اگر مدینہ کے لوگ تربوز نہیں کھا سکتے تو خلیفہ کا بیٹا بھی نہیں کھا سکتا۔

صفائی نصف ایمان ہے: ابومالک الاشعری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "صفائی نصف ایمان ہے"۔

عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ۔ صحیح مسلم :223

آزادی اور انفرادی رازداری کا حق: اسلام میں آزاد انسان کو گرفتار کر کے غلام بنانا جرم ہے۔ اسی لئے نبیؐ نے فرمایا: "تین قسم کے لوگوں کے خلاف میں خود قیامت کے دن مدعی بنوں گا، ان میں سے ایک وہ ہے جو آزاد انسان کو غلام بناتا ہے، اُسے بیچتا ہے اور رقم کھا جاتا ہے" (بخاری اور ابن ماجہ)۔ اسلامی ریاست شہریوں کے نجی معاملات میں بلاوجہ مداخلت یا دراندازی سے منع کرتی ہے۔ جیسے پہلے گزرا ہے اللہ آیت (49:12) میں کہتا ہے: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تجسُّس نہ کرو۔ اللہ آیت (24:27) میں کہتا ہے: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ گھر والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو، یہ طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ توقع ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۔ نبیؐ نے ہمیں ہدایت دی ہے کہ ہم اپنے گھروں میں چھپ چھپ کر داخل نہ ہوں کیونکہ ہمارے گھر والے ایسی حالت میں ہو سکتے ہیں جس میں ہم انہیں دیکھنا پسند نہ کریں۔ اسی طرح دوسرے لوگوں کے گھروں میں جھانکنا بھی سختی سے منع ہے۔ نبیؐ نے ایک حدیث میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی کو اُس کے گھر میں خفیہ طور پر جھانکنے پر اُسے اندھا کر دیتا ہے تو اسے جوابدہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اُس پر قانونی کارروائی ہو سکتی ہے۔ یہاں تک کہ نبیؐ نے دوسروں کے خطوط پڑھنے سے بھی منع فرمایا ہے، کیونکہ یہ ناقابل معافی طرزِ عمل ہے (تجسُّس)۔

اسلام میں کسی شخص کو شک کی بنیاد پر گرفتار نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے متعلق ایک حدیث میں مروی ہے کہ ایک بار نبیؐ مسجد میں خطبہ دے رہے تھے، جب ایک شخص خطبہ کے دوران اٹھا اور کہنے لگا: "اے اللہ کے نبیؐ، میرے پڑوسی کو کس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے"؟ نبیؐ نے سوال سنا اور اپنی تقریر جاری رکھی۔ وہ شخص ایک بار پھر اٹھا اور اُسی سوال کو دہرایا۔ تیسری دفعہ نبیؐ نے حکم دیا کہ اُس آدمی کے پڑوسی کو رہا کر دیا جائے۔ نبیؐ نے سوال کو دو بار نظرانداز اس وجہ سے کیا تھا کہ جس افسر نے اس شخص کو گرفتار کیا تھا وہ مسجد میں موجود تھا، آپؐ اس کے مناسب جواب کا انتظار کر رہے تھے۔ چونکہ اس افسر نے گرفتاری کی کوئی وجہ نہیں بتائی، نبیؐ نے حکم دیا کہ گرفتار شخص کو رہا کر دو۔ اسلام فرد کے اس حق کو تسلیم کرتا ہے کہ اُسے دوسروں کے جرم میں گرفتار یا جیل میں نہیں رکھا جاسکتا۔ کیونکہ قرآنی آیت (6:164) اِس اصول کو واضح کر دیتی ہے:

ہر شخص جو کچھ کماتا ہے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے، کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔

انصاف کا حق: انصاف کا حصول تمام انسانوں کا بنیادی حق ہے۔ اللہ نے آیت (5:2) میں قواعد واضح کیے ہیں اور کہا ہے:

اور دیکھو، ایک گروہ نے جو تمہارے لیے مسجدِ حرام کا راستہ بند کر دیا ہے تو اس پر تمہارا غصہ تمہیں اتنا مشتعل نہ کر دے کہ تم بھی ان کے مقابلہ میں ناروا زیادتیاں کرنے لگو۔ نہیں، جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو

گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو، اس کی سزا بہت سخت ہے۔ اور آیت (5:8) میں کہتا ہے: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو، یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔ مزید آیت (4:135) میں اللہ کہتا ہے: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، انصاف کے علم بردار اور خدا واسطے گواہ بنو، اگرچہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریقِ معاملہ خواہ مال دار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ اُن کا خیر خواہ ہے۔ لہٰذا اپنی خواہشِ نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو۔ اور اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔ اسلام اپنے شہریوں کو حق دیتا ہے کہ قانون کی نظر میں اُن کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے۔ لوگوں کو مختلف طبقات میں تقسیم کرنا ایک بہت بڑا جرم ہے، اللہ آیت (4:28) میں کہتا ہے: واقعہ یہ ہے کہ فرعون نے زمین میں سرکشی کی۔ اور اس کے باشندوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ اُن میں سے ایک گروہ کو وہ ذلیل کرتا تھا۔

تمام انسانوں کے لئے مساوات: اسلام رنگ، نسل یا قومیت سے قطع نظر، انسانوں کے مابین مساوات کا حکم دیتا ہے۔ اللہ نے آیت (49:13) میں مساوات کی بنیاد رکھی جہاں وہ کہتا ہے: لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ در حقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔ قبائل اور قومیتیں ایک دوسرے کو پہچاننے کے لئے ہیں، حقارت کے لیے نہیں۔ ایک آدمی کی دوسرے پر فوقیت صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے یعنی خدا کا شعور اور اعلیٰ اخلاقی کردار، اور نہ کہ رنگ، نسل، زبان یا قومیت کی بنیاد پر۔ ایک اور حدیث میں نبیؐ نے فرمایا: "کسی عرب کو کسی غیر عرب پر فضیلت حاصل نہیں ہے، اور نہ ہی کسی غیر عرب کو کسی عرب پر فوقیت حاصل ہے۔ نہ ہی کسی گورے کو کالے پر کوئی برتری حاصل ہے اور نہ ہی کسی کالے کو گورے پر۔ تم سب آدم کی اُولاد ہو، اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے" (بیہقی)۔

تعاون کرنے یا نہ کرنے کا حق: اللہ آیت (5:2) میں کہتا ہے: جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو، اس کی سزا بہت سخت ہے۔ لہٰذا، کسی شخص کو بُرے کاموں میں تعاون کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام ہر شہری کے لئے یہ حق بھی فراہم کرتا ہے کہ اسے کسی گناہ، جرم یا قانون شکنی کا حکم نہیں دیا جائے گا؛ اور اگر کوئی حکومت، یا منتظم، یا محکمے کا سربراہ کسی فرد کو غلط کام کرنے کا حکم دیتا ہے تو پھر اُسے اُس حکم کی تعمیل سے انکار کرنے کا حق حاصل ہے۔ نبیؐ کی اِن واضح ہدایات کا خلاصہ مندرجہ ذیل حدیث میں کیا گیا ہے۔ "کسی بھی انسان کے حکم کی تعمیل میں خدا کی نافرمانی جائز نہیں ہے" (مسند احمد بن حنبل)۔ دوسرے لفظوں میں، کسی کو بھی حق نہیں ہے کہ وہ اپنے ماتحت افراد کو خدا کے قوانین کے خلاف کچھ بھی کرنے کا حکم دے۔

بدسلوکی کے خلاف احتجاج کا حق: اسلام نے انسانوں کو جو حقوق دیئے ہیں ان میں حکومت کی بدسلوکی کے خلاف احتجاج کرنے کا حق بھی ہے۔ اللہ آیت (4:148) میں کہتا ہے: اللہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے، اِلاَّ یہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو، اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ یعنی ریاست کی بدسلوکی کا شکار ہونے والا شخص ناانصافی کے خلاف سخت الفاظ میں مذمت کر سکتا ہے۔

اظہار رائے اور انجمنوں کی آزادی: اسلام شہریوں کو آزادی فکر اور اظہار رائے کا حق دیتا ہے اِس شرط پر کہ اُسے راستی اور حق کی تبلیغ کے لئے استعمال کیا جائے گا، نہ کہ برائی، خباثت اور آزادانہ جنس پرستی کو پھیلانے کے لئے۔ اسلام میں راستی اور حق کی تشہیر کے لئے آزادی اظہار رائے کا حق ایک فرض ہے۔ اللہ آیت (9:71) میں کہتا ہے: مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے اور بُرائی سے روکتے ہیں۔ اس کے برعکس، جب بات جھوٹ اور برائی پھیلانے کی آتی ہے تو رسول اللہؐ نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی کو برائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اسے اپنے ہاتھ سے (طاقت کا استعمال کرتے ہوئے) روکنے کی کوشش کرنی چاہئے، اگر وہ اسے اپنے ہاتھ سے روکنے کے قابل نہیں ہے تو اپنی زبان کے ذریعہ اسے روکنے کی کوشش کرنی چاہئے (مطلب اسے اس کے خلاف بات کرنی چاہئے)۔ اگر وہ اپنی زبان استعمال کرنے کے قابل بھی نہیں ہے تو کم از کم دل میں اُس کی مذمت کرنی چاہئے۔ یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے (مسلم)۔

اسلام لوگوں کو پارٹی یا تنظیم کی تشکیل کا بھی حق دیتا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ وہ نیکی اور سچائی کا پرچار کریں گے، نہ کہ برائی اور فساد پھیلانے کا۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ اعلان کرتا ہے: اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ اہل کتاب ایمان لاتے تو انہی کے حق میں بہتر تھا۔ اگرچہ ان میں کچھ لوگ ایماندار بھی پائے جاتے ہیں مگر ان کے بیشتر افراد نافرمان ہیں (3:110)۔ اور تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی ہونے چاہیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں، اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے (3:104)۔

آزادی ضمیر کی آزادی: اسلام اپنے شہریوں کو ضمیر کی آزادی کا حق دیتا ہے۔ اللہ آیت (2:256) میں کہتا ہے: دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔ اب جو کوئی طاغوت کا اِنکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا، اُس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا، جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں، اور اللہ (جس کا سہارا اس نے لیا ہے) سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

مذہبی جذبات کا تحفظ: ایمان کی آزادی اور ضمیر کی آزادی کے ساتھ ساتھ، اسلام فرد کے مذہبی جذبات کا احترام کرتا ہے۔ اللہ آیت (6:108) میں کہتا ہے: اور (اے مسلمانو) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں گالیاں نہ دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔ یہ ہدایات صرف بتوں اور دیوتاؤں تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ قائدین اور لوگوں کے قومی ہیروز پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ ہم اپنی گفتگو منطقی اور مہذب طریقے سے انجام دیں۔ اللہ آیت (29:46) میں کہتا ہے: اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر عمدہ طریقہ سے۔ سوائے اُن

لوگوں کے جواُن میں سے ظالم ہوں۔اور اُن سے کہو کہ "ہم ایمان لائے ہیں اس چیز پر بھی جو ہماری طرف بھیجی گئی ہے اور اس چیز پر بھی جو تمہاری طرف بھیجی گئی تھی، ہمارا خدا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے اور ہم اسی کے مسلم (فرماں بردار) ہیں۔"

ریاست کے امور میں حصہ لینے کا حق: اسلام کے مطابق، اس دنیا میں اسلامی اصولوں پر چلنے والی حکومتیں خالق کائنات کی نمائندہ ہیں۔ یہ ذمہ داری کسی بھی فرد یا خاندان یا کسی خاص طبقے یا لوگوں کے گروہ کو نہیں دی گئی بلکہ پوری مسلم قوم کو سونپی گئی ہے۔ اللہ آیت (24:55) میں فرماتا ہے: اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اُسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے، ان کے لیے اُن کے دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے اُن کے حق میں پسند کیا ہے، اور ان کی (موجودہ) حالتِ خوف کو امن سے بدل دے گا۔ دوسری بات یہ کہ قرآن مجید میں آیت (42:38) میں ریاست کے امور چلانے کا صحیح طریقہ بتایا گیا ہے۔ جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں، ہم نے جو کچھ رزق انہیں دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں؛ یعنی یہ انفرادی شو نہیں ہے، بلکہ ریاستی معاملات مشورے سے چلائے جاتے ہیں۔

جب خلیفہ عمرؓ کو خنجر مار کر زخمی کر دیا گیا اور جب آپؓ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھے، آپؓ نے ایک انتخابی کمیشن تشکیل دیا اور اُس کے ممبران خلیفہ کے امیدوار نہیں ہو سکتے تھے۔ انہوں نے مختلف مقامات سے آنے والے قافلے کے لوگوں سے مشورہ کیا تاکہ معلوم ہو سکے کہ اُن کے علاقے میں کون زیادہ مقبول ہے۔ مرتب شدہ نتائج کی بنیاد پر، انہوں نے عثمانؓ کو اگلا خلیفہ مقرر کیا۔

18) ریاست کے سربراہ کے حقوق

انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "امیر کی سنو اور اُس کی اطاعت کرو اگرچہ تمہارا امیر چھوٹے سر والا سیاہ فام غلام ہی کیوں نہ ہو"۔

عن انس بن مالك رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اسمعوا واطيعوا، وإن استعمل عليكم عبد حبشي كان راسه زبيبة. صحيح بخاري، حديث 7142

اللہ آیت (4:59) میں کہتا ہے: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور اُن لوگوں کی جو تم میں سے صاحبِ امر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریقِ کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔ مذکورہ آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہمیں اپنے سربراہ کی اُن معاملات میں اطاعت کرنی ہے جو دین (خالق اور مخلوق کے حقوق) سے متصادم نہیں ہیں۔ حکمران کو عوام کے اوسط معیار زندگی کے مطابق معاوضے کا حق ہے۔ رسول اللہؐ نے اپنا سارا مال غریبوں اور مسکینوں میں بانٹ دیا تھا۔ آپؐ اور آپ کے اہل خانہ ہفتوں چند کھجوروں اور پانی پر گزارہ کرتے۔ اسی وجہ سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حکم دیا کہ مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ نبیؐ اور آپ کے اہلِ بیت، غریب، اور

مساکین کے لئے ہے۔اللہ آیت(8:41)میں کہتا ہے:اور تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسُول ﷺ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر اور اس چیز پر جو فیصلے کے روز، یعنی دونوں فوجوں کی مڈ بھیڑ کے دن، ہم نے اپنے بندے پر نازل کی تھی،(تو یہ حصہ بخوشی ادا کرو)۔اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ جو کپڑے کا کاروبار کرتے تھے،جب آپؓ خلیفہ بنے تو شروع میں آپؓ روزی کمانے کے لیے تجارت کرنے بازار جاتے تھے۔عمرؓ نے ابو بکر صدیق سے کہا یہ ناانصافی ہو گی، خلیفہ ہونے کی وجہ سے ہر شخص آپ سے کپڑا خریدنے کی کوشش کرے گا۔ ریاست کو چاہیے کہ آپ اور آپ کے کنبہ کے لئے الاؤنس مقرر کرے۔ اس پر ابو بکر صدیقؓ نے اپنے تمام کاروبار بند کر دیئے۔ابو بکرؓ کو گندم کے آٹے سے بنی میٹھی ڈش پسند تھی،ایک دن جب وہ گھر آئے تو آپکی اہلیہ نے آپ کو آٹے کی بنی میٹھی ڈش پیش کی۔آپؓ نے پوچھا کہ یہ کس نے بھیجی ہے؟آپ کی اہلیہ نے کہا،اس نے آٹے کی تھوڑی تھوڑی مقدار بچا کر اسے بنایا ہے۔ابو بکرؓ نے میٹھی ڈش اٹھائی اور لے جا کر خزانہ میں جمع کروا دی اور کہا،اتنا آٹا میری ضرورت سے زیادہ ہے،لہٰذا اب اتنا کم بھیجا کریں۔

حضرت عمرؓ بائیس لاکھ مربع میل سے زیادہ کے رقبے پر خلیفہ تھے۔روم سے ایک سفیر آپؓ سے ملنے آیا۔جب وہ مدینہ پہنچا تو وہاں کوئی قلعہ یا محل نہیں تھا۔اس نے کسی سے پوچھا کہ تمہارا خلیفہ کہاں رہتا ہے؟اس نے وجہ پوچھی؟اس پر اُس نے بتایا کہ وہ روم کے شہنشاہ کا سفیر ہے۔اس شخص نے درخت کے سائے کے نیچے زمین پر سر کے نیچے اینٹ رکھ کر لیٹے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا کہ وہ خلیفہ عمرؓ ہیں۔اس سفیر نے کہا کہ جو بادشاہ انصاف فراہم کرتا ہے اسے کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہوتی،اور نہ ہی اُس قوم کو کوئی شکست دے سکتا ہے۔

19)ریاست کے حقوق

الف)اسلام میں دولت مند افراد کو ریاستی واجبات (ٹیکس) ادا کرنا پڑتے ہیں،تا کہ ریاست عام لوگوں کا اور خاص طور پر بے سہارا لوگوں کا معیار زندگی بہتر کر سکے۔

ب)شہریوں کو چاہئے کہ وہ ریاست کے قوانین پر خلوصِ دل سے عمل کریں۔

ج)چونکہ اسلام میں صفائی نصف ایمان ہے،لہٰذا شہریوں کو چاہئے کہ کوڑے کو اُس کے لیے مخصوص کردہ جگہ پر پھینکیں نہ کہ ساری جگہ کو کوڑے دان بنائیں۔

د)مسلمان ہونے کی حیثیت سے،ہم پر فرض ہے کہ ہم اچھے معاشرتی کردار کا مظاہرہ کریں۔

ڈ)مسلمان شہریوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے جذبات کو نہ بھڑکائیں۔

ر)شہریوں پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے قائد کے حکموں پر عمل کریں۔

ج)شہریوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ عدالت عظمیٰ کے فیصلے کو قبول کریں،چاہے ان کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

چ)تمام شہریوں پر ایک دوسرے کے حقوق کو پورا کرنا فرض ہے۔

20) سفیروں کے حقوق

اسلام میں سفیروں اور غیر ملکی وفود کا قتل ممنوع ہے، اور اس کی تعلیمات کی سنگین خلاف ورزی ہے۔ جن لوگوں کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے تحفظ دیا ہے، تو ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اس عہد کا پاس کرے۔ لہٰذا، اگر کوئی کسی ایلچی یا سفیر کو تکلیف پہنچاتا ہے یا اسے قتل کرتا ہے، وہ سب سے گھناؤنے جرم کا مرتکب ہوا۔ اللہ آیت (23:8) میں کہتا ہے: اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں۔ عہد نامہ ایک پختہ وعدے کی طرف اشارہ ہے جو ایک سے زائد فریقوں کے درمیان ہے۔ عہد نامہ تین طرح کے ہیں: خدا اور انسان کے مابین معاہدہ (یعنی، خدا کی طرف انسان کی ذمہ داریاں)، انسان اور اپنی روح کے درمیان، اور افراد، گروہوں یا ریاست اور اُس کی مشینری کے مابین۔ عہد سارے اخلاقی اور معاشرتی ذمہ داریوں کا احاطہ کرتے ہیں۔ عبد اللہ ابن عمروؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: **"جو شخص اس شخص کو قتل کردے جس کے ساتھ مسلمانوں نے تحفظ کا معاہدہ کیا ہو، وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا، حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کے سفر کی مسافت میں سونگھی جاسکتی ہے"۔**

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا يُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا (بخاری 6914)۔

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ایسے وعدوں کا احترام کرے اور اس بات کو یقینی بنائے کہ ان کے حقوق پامال نہ ہوں۔ نظریاتی اختلافات اور جنگ و امن کے زمانے سے قطع نظر، ہمیں معاہدوں کو پورا کرنا ہوگا۔ نبیؐ نے اس کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لئے واضح مثالیں چھوڑی ہیں۔ نبیؐ نہ صرف یہ کہ سفیروں کے ساتھ نہایت احترام سے پیش آتے، بلکہ وہ اکثر ان کا تکریم کے ساتھ استقبال کرنے میں حد سے تجاوز کر جاتے۔ ایک دفعہ جب آپؐ تبوک میں تھے اس وقت ہر کلیئس کا ایلچی آپ سے ملنے آیا، تو آپؐ نے اس کا انتہائی پُرتپاک انداز میں استقبال کیا اور اس سے معذرت کی کہ آپؐ اس کی صحیح میزبانی نہیں کرسکے کیونکہ آپ سفر پر تھے۔ یہ سن کر ایک صحابی نے بطور تحفہ اس کو ایک مہنگا لباس پیش کیا۔ نبیؐ سفارت کاروں، سفیروں، نمائندوں یا غیر ملکی وفود کو قتل نہیں کرتے، چاہے وہ ان کے بدترین دشمن کے بھیجے ہوئے کیوں نہ ہوں۔ استثنیٰ ان سفیروں کے لئے بھی واجب ہے جو غداری کے مجرم تھے جیسا کہ جھوٹے نبی مسیلمہ کے حامی، اگرچہ وہ غدار تھے، نبیؐ نے ان سے کہا، میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاسکتا کیونکہ تم مندوب ہو۔ ایک اور مثال ابو رافع کی کہانی ہے۔ قریش جنہوں نے برسوں تک نبیؐ کے ساتھ جنگ وجدال کیا، ابو رافع کو بطور سفیر مدینہ روانہ کیا۔ مدینہ منورہ میں قیام، اور اسلام کی خوبصورتی کا تجربہ کرنے کے بعد، ابو رافع اسلام قبول کرنا چاہتے تھے۔ اس نے رسول اللہؐ کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا۔ رسول اللہؐ نے اس سے کہا: "ہم اپنے عہد کو نہیں توڑیں گے، اور نہ ہی ہم کسی ایلچی کو روکیں گے۔ آپ کو واپس جانا پڑے گا (یعنی اپنا مشن پورا کریں)۔ اگر اس کے بعد بھی تم اسلام قبول کرنا چاہو، تو تم واپس آسکتے ہو، ہم خوشی سے تمہارا استقبال

کریں گے"(ابو داؤد)۔ عمر بن خطابؓ کے دور میں، فارسی فوج نے قادسیہ کی طرف مارچ کیا اور دریا عتیق کے مشرقی کنارے پر ڈیرے ڈالے۔ مسلم فوج نے دریائے عتیق کے مغربی کنارے میں قادسیہ میں ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ رستم، فارسی فوج کے سپہ سالار نے مسلم کمانڈر سعدؓ کو ایک پیغام بھیجا کہ بات چیت کے لئے کسی سفیر کو بھیجو۔ سعدؓ نے ربیع بن عامرؓ کو بطور سفیر مقرر کیا۔ ربیع نے پل عبور کیا اور رستم کے کیمپ کی طرف روانہ ہوا۔ گھوڑے پر سوار ربیع قالین کے کنارے تک پہنچا جہاں رستم اور اس کے کمانڈر بیٹھے تھے۔ ربیع ان کے سامنے زرہ پہنے، اپنی تلوار ایک طرف لٹکائے، اور دائیں ہاتھ میں نیزہ لئے نظر آئے۔ فارسی چاہتے تھے کہ ربیع اپنے ہتھیار ایک طرف رکھ دے۔ ربیع نے کہا، "میں آپ کے پاس ہتھیار رکھنے نہیں آیا ہوں۔ آپ نے مجھے مدعو کیا، اور میں آگیا ہوں، اگر آپ میری خواہش کے مطابق مجھے نہیں آنے دینا چاہتے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ رستم نے اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ وہ ایلچی کو اس کی مرضی کے مطابق آنے دیں۔

21)غیر جنگی دشمن کے حقوق

نبیؐ وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے جنگ کے اصول واضع کئے۔ آپؐ نے حکم دیا: **خواتین، بچوں، بیمار افراد، بوڑھے لوگ اور راہبوں یا پادریوں کو قتل نہ کیا جائے۔** آپؐ نے یہ بھی کہا کہ، **کسی مندر یا گرجاگھر کو تباہ نہیں کرنا، مردے کا مثلہ نہ کرنا، کسی عمارت کو تباہ نہ کرنا، بلا وجہ کسی درخت کو نہ کاٹنا، یا کسی جانور کو نہ مارنا الّا کھانے کے لئے۔** آپؐ نے یہ بھی کہا، **جو لوگ ہتھیار پھینک دیں، یا جو بھاگ جائیں اُنہیں قتل نہ کرنا۔ آپؐ نے حکم دیا کہ قیدیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور کفار کو زبردستی مسلمان نہ بنانا۔** اسلام نے جنگ کو مزید مہذب اور انسان دوست بنانے کے لئے قواعد واضع کیے۔ یہ خدا اور اس کے نبیؐ کے احکامات ہیں جن کی ہم مسلمانوں نے دشمن کے طرز عمل سے قطع نظر ہر حال میں پیروی کرنی ہے۔ بنیادی انسانی حقوق کی کچھ تفصیلات کی جانچ پڑتال کرنے کے بعد، اب ہم یہ معلوم کریں کہ اسلام دشمن کے لئے کون سے حقوق اور فرائض تفویض کرتا ہے۔

غیر جنگجوؤں کے حقوق: اسلام نے جنگجوؤں اور دشمن کے غیر جنگجوؤں کے مابین واضح فرق کھینچا ہے۔ جہاں تک غیر لڑاکا آبادی کا تعلق ہے جیسے خواتین، بچے، بوڑھے اور کمزور وغیرہ، نبیؐ کی ہدایات حسب ذیل ہیں: "کسی بوڑھے، کسی بچے یا کسی عورت کو مت مارو"۔ (ابو داؤد) "خانقاہوں میں راہبوں کو قتل نہ کرو" یا "ان لوگوں کو نہ قتل کرو جو عبادت گاہوں میں بیٹھے ہیں" (مسند احمد بن حنبل)۔ ایک جنگ کے دوران، نبیؐ نے ایک عورت کی لاش کو زمین پر پڑا دیکھا اور کہا: "وہ لڑاکا نہیں تھی، پھر اسے کیوں مارا گیا؟" نبیؐ کے اس بیان سے فقہا نے یہ اصول اخذ کیا ہے کہ جو لوگ غیر جنگجو ہیں اُنہیں جنگ کے دوران یا اس کے بعد انہیں قتل نہیں جائے گا۔

22)جنگجوؤں کے حقوق

اب ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام جنگجوؤں کو کیا حقوق دیتا ہے:

زندہ نہیں جلایا جائے گا: ایک حدیث میں نبیؐ نے ارشاد فرمایا: "آگ کی سزا دینا کسی کے لیے مناسب نہیں سوائے آگ کے مالک (اللہ) کے" (ابوداؤد)۔ یعنی دشمن کو زندہ نہیں جلایا جانا چاہئے۔

زخمیوں کا تحفظ: نبیؐ نے فرمایا، "کسی زخمی شخص پر حملہ نہ کریں"، یعنی ایک زخمی جنگجو جس سے خطرہ نہیں ہے، اسے قتل نہیں کیا جانا چاہئے۔

جنگی قیدی: نبیؐ نے فرمایا: "کسی بھی جنگی قیدی کو قتل نہ کیا جائے"۔ نبیؐ نے بندھے ہوئے یا قید میں رہنے والے کسی کو بھی قتل کرنے سے منع کیا ہے۔

دشمنوں کی سرزمین کی لوٹ مار اور تباہی: نبیؐ نے مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ اگر ہم دشمنوں کے علاقے میں داخل ہوں تو سوائے جنگجوؤں کے ہمیں کسی اور کی ملکیت کو لوٹنے اور رہائشی علاقوں کو تباہ کرنے میں ملوث نہیں ہونا چاہئے۔ حدیث میں مروی ہے: " نبیؐ نے مومنوں کو لوٹ مار اور غارت گری سے منع کیا ہے "(بخاری وابوداؤد)۔ آپؐ کا حکم ہے: "لوٹ مار قتل کی طرح حلال نہیں ہے "(ابوداؤد) ابو بکر صدیقؓ فوجیوں کو جنگ کی طرف بھیجتے ہوئے ہدایت دیتے تھے، "گاؤں اور قصبے تباہ نہ کرنا، کاشت شدہ کھیتوں اور باغات کو تباہ نہ کرنا اور مویشیوں کو ذبح نہ کرنا"۔ جنگ کا مالِ غنیمت جو میدان جنگ سے جمع کیا جاتا ہے اس سے یکسر مختلف ہے۔ اس میں دولت، رزق اور ساز وسامان شامل ہیں جو دشمنوں کے کیمپوں اور فوجی ہیڈ کوارٹرز سے حاصل کیے گئے ہوں۔

اثاثوں کا تقدس: ہمیں مفتوح ملک کے باشندوں کی کوئی بھی چیز بغیر معاوضہ دیئے لینے سے منع کیا گیا ہے۔ اگر جنگ میں مسلم افواج دشمن کے کسی علاقے پر قبضہ کر کے وہاں ڈیرہ ڈال لیتی ہے تو، انہیں مفتوح اقوام کے لوگوں کی چیزوں کو ان کی اجازت کے بغیر استعمال کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ مسلم افواج کو ہدایت دیتے تھے کہ وہ مالکان کی اجازت کے بغیر مویشیوں کا دودھ نہ پئیں۔

انسانی لاشوں کا تقدس: اسلام ایمان والوں کو دشمنوں کی لاشوں کو مسخ کرنے سے منع کرتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبیؐ نے ہمیں دشمن کی لاشوں کو مسخ کرنے سے منع کیا ہے (بخاری وابوداؤد)۔ یہ حکم جنگ احد کے بعد دیا گیا تھا، جہاں مشرکین نے شہدا کی لاشوں کا مثلہ کیا تھا۔ انہوں نے کان، ناک، آنکھیں، جگر وغیرہ کاٹ دیئے تھے، رسول اللہؐ کے چچا حمزہؓ کے پورے جسم کو ٹکڑوں میں کاٹ دیا تھا، آپؓ کا جگر نکال کر مکہ کی فوج کے سپہ سالار کی اہلیہ نے چبایا تھا۔ دوسری طرف، احزاب کی لڑائی میں دشمن کا ایک بہت ہی مشہور نام نہاد جنگجو مارا گیا اور اس کی لاش مدینہ کے دفاع کے لئے کھودی گئی خندق میں گر گئی۔ دشمن نے لاش کے لیے رسولؐ کو دس ہزار دینار کی پیش کش کی۔ نبیؐ نے جواب دیا "میں لاشیں نہیں بیچتا۔ تم اپنے گرے ہوئے ساتھی کی لاش لے جا سکتے ہو"۔

معاہدوں کی خلاف ورزی: اسلام میں معاہدوں کی خلاف ورزی سختی سے منع ہے۔ نبیؐ مسلم فوج کو جنگی محاذ پر بھیجتے وقت ایک ہدایت یہ دیتے تھے۔ "کسی معاہدے کی خلاف ورزی نہ کرنا"۔ قرآن اور حدیث میں بار بار یہ حکم دہرایا گیا ہے۔ حدیبیہ کے امن معاہدے کے دوران ایک مشہور واقعہ پیش آیا ہے، معاہدے کے طے پا جانے اور دستخط ہونے کے بعد، ابو جندل، جو مسلمان ہو گیا تھا، وہ جکڑا ہوا اور خون میں لت پت، مسلمانوں کے کیمپ کی طرف دوڑتا ہوا آیا اور وہ مدد کے لئے پکار رہا تھا۔ وہ کافروں کے سفیر کا بیٹا تھا جس نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدے پر دستخط کئے تھے۔ نبیؐ نے اُس سے کہا، "معاہدے کی شرائط طے ہو گئی ہیں، ہم اب تمہاری مدد کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں، تمہیں اپنے والد کے ساتھ واپس

جاناچاہئے۔اللہ تمہیں اس جبر سے بچنے کے لئے کوئی اور موقع فراہم کرے گا"۔ابو جندل کی خستہ حالت زار نے پوری مسلم فوج کو آنسوؤں سے رُلا اور بہت غمگین کر دیا تھا۔ معاہدے کی ایک شق میں کہا گیا تھا کہ مکہ کا کوئی بھی مشرک جو مسلمان بن کر مدینہ جائے گا اُسے واپس کر دیا جائے گا۔ جب نبیؐ کی نیت واضح ہو گئی کہ آپ معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کریں گے تو ابو جندل کو زبردستی گھسیٹ کر مکہ منتقل کر دیا گیا۔

اعلان جنگ: قرآن کی آیت (8:58) میں واضح کیا گیا ہے: اور اگر کبھی تمہیں کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو اس کے معاہدے کو علانیہ اس کے آگے پھینک دو، یقیناً اللہ خائنوں کو پسند نہیں کرتا۔ مسلمانوں کو مناسب اعلان جنگ کے بغیر دشمن کے خلاف جنگ شروع کرنے سے منع کیا گیا ہے، یا دشمن جنگ کی پہل کر دے۔ بصورت دیگر قرآن مسلمانوں کو واضح طور پر حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کو آگاہ کریں کہ ان کے مابین کوئی معاہدہ باقی نہیں رہا، اور وہ ان کے ساتھ حالتِ جنگ میں ہیں۔

23)جانوروں کے حقوق

ہر چیز کے خالق اللہ نے جانوروں کو ہمارے ماتحت بنایا ہے۔ ہم جو کھاتے اور جو دودھ ہم پیتے ہیں اُس کے لیے ہم جانوروں پر انحصار کرتے ہیں۔ ہم جانوروں کو اپنے گھروں میں حفاظت، محبت اور صحبت کے لیے رکھتے ہیں۔ ہم جانوروں پر بائیو میڈیکل تحقیق کی وجہ سے خطرناک بیماری سے بچاؤ اور لمبی عمر پاتے ہیں۔ ہم خصوصی تربیت یافتہ کتوں کے ذریعہ منشیات کا پتہ لگاتے ہیں، نابینا افراد کی رہنمائی کرتے ہیں اور معذور افراد کی مدد کرتے ہیں۔ اللہ قرآن کی آیت (16:5-8) میں کہتا ہے: اس نے جانور پیدا کیے جن میں تمہارے لیے پوشاک بھی ہے اور خوراک بھی، اور طرح طرح کے دوسرے فائدے بھی۔ ان میں تمہارے لیے جمال ہے جب کہ صبح تم انہیں چرنے کے لیے لے جاتے ہو اور جبکہ شام انہیں واپس لاتے ہو۔ وہ تمہارے لیے بوجھ ڈھو کر ایسے ایسے مقامات تک لے جاتے ہیں جہاں تم سخت جانفشانی کے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب بڑا ہی شفیق اور مہربان ہے۔ اس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کیے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور وہ تمہاری زندگی کی رونق بنیں۔ وہ اور بہت سی چیزیں (تمہارے فائدے کے لیے) پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم تک نہیں ہے۔

اسلام میں انسانوں کے علاوہ تمام جاندار اور غیر جاندار مخلوق کے بھی حقوق ہیں۔ اسلام جانوروں کے ساتھ رحم دلی کا تقاضا کرتا ہے اور ان کے ساتھ ظلم و بربریت جہنم کی آگ میں ڈالے جانے کے لئے کافی ہے۔ ایک بار، نبیؐ نے بتایا کہ جانور سے اچھا سلوک کرنے کی وجہ سے اللہ نے کسی شخص کو معاف کر دیا۔ آپؐ نے صحابہؓ کو ایک ایسے شخص کی کہانی سنائی جسے راستے میں بہت پیاس لگی۔ اسے ایک کنواں ملا، وہ اس میں پانی پینے کے لیے نیچے اترا اور اپنی پیاس بجھا کر جب وہ اوپر چڑھ کر باہر آیا تو اس نے ایک کتے کو دیکھا جو شدید پیاس سے مٹی چاٹ رہا تھا۔ اس شخص نے سوچا، "یہ کتا بہت پیاسا ہے جس طرح میں تھا"۔ وہ پھر کنویں میں نیچے گیا اور کتے کے لئے کچھ پانی لایا۔ اللہ نے اس کے اس اچھے کام کو سراہا اور اسے معاف کر دیا۔ صحابہ کرام نے پوچھا، "اے اللہ کے نبیؐ، کیا ہمیں جانوروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا صلہ ملتا ہے"؟ آپؐ نے کہا، "ہر جاندار کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا صلہ ہے" (بخاری) ایک اور موقع پر، نبیؐ نے ایک عورت پر اللہ کے عذاب کے

بارے میں بتایا جسے ایک بلی کی وجہ سے جہنم میں ڈالا گیا تھا۔ اس نے اسے بند رکھا، نہ اسے کھانا دیا نہ اُسے چھوڑا کہ خود کھالے، اور وہ بھوک سے مر گئی (بخاری)۔ اسلام نے ذبیحہ کے لئے بھی ضوابط مرتب کیے ہیں۔ اسلام حکم دیتا ہے کہ جانوروں کو اس طرح ذبح کیا جائے کہ اُس کو کم سے کم تکلیف ہو۔ اسلام تقاضا کرتا ہے کہ ذبح کرنے کا آلہ تیز ہونا چاہئے اور یہ کہ اُسے جانور کے سامنے تیز نہیں کرنا چاہئے۔ اسلام کسی جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنے سے بھی منع کرتا ہے۔ جانوروں کے ساتھ مشفقانہ سلوک کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

ا)۔ اسلام اس بات پر ابھارتا ہے کہ پالتو جانور یا کھیت کے جانوروں کو مناسب کھانا، پانی اور رہائش کے لئے جگہ فراہم کی جائے۔ ایک بار جب نبیؐ نے بھوک کی وجہ سے ایک دبلے اونٹ کے پاس سے گزرے تو آپؐ نے فرمایا: ''ان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو جو اپنی مرضی بیان نہیں کر سکتے۔ اگر تم اس پر سواری کرتے ہو تو، اس کے مطابق اُن سے سلوک کرو (ان کو مضبوط اور موزوں بنا کر)، اور اگر تم (اس کو کھانے کا ارادہ رکھتے ہو) تو اس کے مطابق اُن سے سلوک کرو (انہیں موٹا اور صحت مند بنا کر)'' (ابو داؤد)۔

2) کسی جانور کو پیٹا یا تشدد کا نشانہ نہ بنایا جائے۔ ایک بار نبیؐ کسی جانور کے پاس سے گزرے جس کے چہرے پر نشان لگا ہوا تھا۔ آپؐ نے کہا، "کیا یہ بات تم تک نہیں پہنچی کہ میں نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو کسی جانور کا چہرہ داغتا ہے یا اس کے چہرے پر مارتا ہے" (ابو داؤد، مسلم)؟ نبیؐ نے اپنی اہلیہ کو مشورہ دیا کہ وہ جس اڑیل اونٹنی پر سوار ہیں اُس کے ساتھ حسنِ سلوک کریں (مسلم)۔ اے اللہ ہمیں معاف فرما، ہم کسی جانور کو چہرے پر نہیں مار سکتے، ہم انسانوں کے ساتھ یہ کیسے کر سکتے ہیں؟

3) نبیؐ نے جانوروں کو تفریح کے لئے آپس میں لڑانے سے منع کیا ہے (ابو داؤد)۔

4) اسلام جانوروں یا پرندوں کو نشانہ بازی کے لیے ہدف کے طور پر استعمال کرنے سے منع کرتا ہے۔ جب ابن عمرؓ نے کچھ لوگوں کو تیر اندازی کی مشق کے لیے ایک مرغی کو ہدف بناتے ہوئے دیکھا، تو آپؓ نے کہا کہ: " نبیؐ نے ہر اُس پر لعنت بھیجی ہے جس نے کسی زندہ چیز کو مشق کا ہدف بنایا"۔

5) نبیؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: "جو شخص کسی پرندے یا کسی اور چیز کو بغیر حق کے مارے گا، قیامت والے دن وہ اس کے لیے جوابدہ ہو گا"۔ پوچھا گیا: "اے اللہ کے رسولؐ، "حق کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "اسے کھانے کے لیے مارنا... اور اس کا سر کاٹ کر دور نہ پھینک دو" (ترغیب)۔ جانوروں کو کھانے کے لئے مارنا یا اگر بلائے جان ہوں یا انسانوں کے لئے باعث خطرہ ہوں، تو اُنہیں مارنا جائز ہے۔

6) گھونسلے سے بچوں کو اپنی ماؤں سے الگ کرنا اسلام میں منع ہے۔

7) بلاوجہ کسی جانور کے کان، دم یا جسم کے دیگر حصے کاٹ کر مسخ کرنا حرام ہے۔

8) بیمار جانور کا مناسب علاج کرنا چاہئے۔

9) جب کسی جانور کو کھانے کے لئے ذبح کیا جائے، تو اس طرح سے کرنا چاہئے کہ جانور کو کم سے کم تکلیف ہو۔

10) ذبح کرنے والا آلہ تیز ہونا چاہئے اور اُسے جانور کے سامنے تیز نہیں کرنا چاہئے۔

11)دوسرے جانور کے سامنے کسی جانور کو ذبح کرنا بھی ممنوع ہے۔

جانوروں کے حوالے سے اسلام کے طے شدہ قواعد وضوابط کے مطابق، ہمیں یہ بات سمجھ جانی چاہیے کہ انسانوں کی طرح دوسری مخلوقات کو بھی زیادتی کا نشانہ نہیں بنانا چاہئے۔ بلکہ انسانوں کی طرح جانوروں کے بھی حقوق ہیں جو پورے کرنے چاہیے تاکہ زمین پر بسنے والی تمام مخلوقات کے حقوق پورے کئے جائیں۔

24)مسجد، اسپتالوں، اسکولوں، یونیورسٹیوں، عوامی مقامات وغیرہ کے حقوق

جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''جو شخص کچا لہسن کھاتا ہے، ایک اور جگہ کہا، جو شخص کچا پیاز اور لہسن کھاتا ہے وہ ہماری مسجد میں نہ آئے۔ یہ فرشتوں اور انسانوں کے لئے آزاردہ ہے (یعنی اُن کی بدبو)۔

عن جابر بن عبد الله، عن النبی صلی الله علیه وسلم، قال: من اکل من هذه البقلة، الثوم، وقال مرة: من اکل البصل، والثوم، والکراث، فلا یقربن مسجدنا، فإن الملائکة تتاذی مما یتاذی منه بنو آدم. كِتَاب الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاة صحیح مسلم، حدیث: 1254

الف)۔ ہمیں اپنے مذہبی مقامات کی بحالی میں مالی طور پر حصہ لینا چاہیے۔

ب) ہمیں اپنے ماحول کو صاف ستھرا رکھنا چاہئے، اور کچرے (کوڑے) کو اس کی مناسب جگہ پر ٹھکانے لگانا چاہئے۔

پ) نماز ختم ہونے پر ہمیں چیزوں کو ان کی صحیح جگہ پر رکھنا چاہئے۔

ج) ہمیں مساجد وغیرہ میں جھگڑا نہیں کرنا چاہئے۔

چ) ہمیں ایک دوسرے پر چیخنا نہیں چاہئے۔

د) مساجد میں ہمیں بچوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے۔

ڈ) ہمیں اپنے علماء کا احترام کرنا چاہئے۔

ر) جب ہم مسجد جائیں تو اچھے کپڑے پہننے چاہئیں۔ اللہ آیت (7:31) میں کہتا ہے: اے بنی آدم! ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا وغیرہ۔

25) گزرگاہوں، گلیوں اور کالونیوں کے حقوق

سڑکوں، گلیوں اور کالونیوں کا حق یہ ہے کہ انہیں صاف ستھرا اور حفظان صحت کا خیال رکھا جائے، کیونکہ نبیؐ نے ہمیں بتایا کہ صفائی نصف ایمان ہے۔ ایک اور حدیث میں نبیؐ نے فرمایا، راستے سے لوگوں کے لئے مشکلات پیدا کرنے والی تمام رکاوٹوں کو ہٹادو۔ یہ رہائش پذیر لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی سڑکوں، گلیوں اور کالونیوں کو صاف رکھیں۔ ہمیں کوڑے کو صحیح جگہ پر ٹھکانے لگانا چاہیے تاکہ کوڑا جمع کرنے والوں کے کام کا بوجھ کم ہو۔ مزید معاذؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے متنبہ کیا: **"ان تین کاموں سے بچو جس کی وجہ سے آپ پر لعنت آتی ہے: حاجت رفع کرنا سایہ دار جگہوں پر (جو لوگ استعمال کرتے ہیں)، راستے میں یا پانی کی جگہ کے قریب"** (حسن، از البانی)۔

26)منڈی، خریدار اور فروخت کنندہ کے حقوق

نبیؐ نے فرمایا: ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، (خریدنے کی نیت کے بغیر) سامان کی قیمت بڑھانے کے لیے زیادہ بولی نہ لگاؤ، ایک دوسرے سے نفرت نہ کرو، ایک دوسرے کے خلاف سازش نہ کرو، تم میں سے کوئی کسی کی خریداری پر بولی لگا کر قبضہ نہ کرے، اور آپس میں بھائی بن جاؤ! ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، وہ اپنے بھائی پر ظلم نہیں کرتا ہے۔

1)۔ذخیرہ اندوزی: یہ صارفین کا حق ہے کہ اشیائے ضروریہ کو ذخیرہ نہ کیا جائے۔ نبیؐ نے فرمایا، "گنہگار کے سوا کوئی بھی کھانے کی اشیاءذخیرہ نہیں کرتا"۔اسی لئے نبیؐ نے یہ بھی کہا، "گاؤں کے باشندوں کے لیے رکاوٹ نہ بنو جو اپنا سامان منڈی میں لاتے ہیں، اور تم میں سے کچھ دوسروں کی فروخت پر آگے نہ بڑھیں، اور نہ کسی کے سودے کی قیمت بڑھائیں (بغیر خریدنے کی نیت کے) اور شہر کے باشندے گاؤں والوں کا سودا فروخت نہ کریں" (بخاری اور مسلم)۔

عمر بن خطابؓ نے اپنی خلافت کے دوران، اشیائے ضروریہ کے ذخیرہ اندوزی کے خلاف سخت انتباہ جاری کیا تھا۔ تجارت کی وہ اقسام جو عام لوگوں کے لیے پریشانی کا سبب بنتی ہیں وہ ہے عام کھانے پینے کی اشیاء کو ذخیرہ کرنا۔ ذخیرہ اندوزی سے مراد کسی ایسی چیز کو ذخیرہ کرنا جس کی مانگ ہے، اس امید پر کہ اس کی قیمت میں اضافہ ہوگا۔ عام کھانے پینے کی اشیاء جمع کرنے کی ممانعت ہے جن کی رسد کم اور طلب زیادہ ہے۔ ذخیرہ اندوزی کی ممانعت نہ صرف بلیک مارکیٹنگ کی برائیوں کو ختم کرنے میں مدد فراہم کرتی ہے بلکہ آزاد منڈی کے قیام کو بھی یقینی بناتی ہے تاکہ مسابقت کے نتیجے میں ایک معقول اور منصفانہ قیمت سامنے آسکے۔ اسلام میں حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی تاجر کو جس نے کھانے پینے کی اشیاء ذخیرہ کی ہیں اُسے منڈی کی قیمت پر زبردستی بیچنے پر مجبور کیا جائے گا۔ اس اصول پر عمل پیرا ہونے کا مقصد اشیائے ضروریہ کی ذخیرہ اندوزی سے روکنا ہے۔ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: "جو ذخیرہ اندازی کرتا ہے وہ گنہگار ہے"۔ (مسلم) من احتکر فهو خاطئ. رواه مسلم وغيره.

اسلام آزاد منڈی کے منصفانہ طریقے پر یقین رکھتا ہے۔ ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا: ایک دوسرے کے ساتھ حسد نہ کرو، قیمت بڑھانے کے لیے بولی نہ لگاؤ، ایک دوسرے سے بغض نہ کرو اور ایک دوسرے کی طرف پیٹھ نہ پھیرو اور ایک دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرو اور اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ، ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑے اور نہ اس کی تحقیر کرے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: لا تحاسدوا ولا تناجشوا ولا تباغضوا ولا تدابروا ولا يبع بعضكم على بيع بعض و كونوا عباد الله إخوانا، المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره. متفق عليه

2) دھوکہ دہی: وزن اور پیمائش کو درست کرنے کے سلسلے میں، اللہ آیت (55:9) میں فرماتا ہے: انصاف کے ساتھ ٹھیک ٹھیک تولو (وزن میں کمی نہ کرو) اور ترازو میں ڈنڈی نہ مارو۔ اور اللہ آیت (4:29) میں کہتا ہے: لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے۔ اُس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو، اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔ یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔ ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبیؐ نے کنکریاں اور غیر منقولہ اور قیاس کے ذریعہ فروخت سے منع کیا تھا (مسلم، V3، 1513)۔ مزید، علیؓ بیان کرتے ہیں کہ نبیؐ کسی محتاج شخص سے

زبردستی خریداری اور غیر یقینی اور قیاس پر مبنی خریداری اور پکنے سے پہلے پھلوں کی خریداری سے منع کرتے تھے" (ابوداؤد، v3، 3382)۔

ایک دفعہ نبیؐ غلہ بیچنے والے ایک سوداگر کے پاس سے گزرے اور جب آپؐ نے اپنا ہاتھ ڈھیر کے اندر ڈالا، تو آپؐ کو کچھ نمی محسوس ہوئی۔ آپؐ نے مالک سے پوچھا، یہ نم کیوں ہے؟ مالک نے جواب دیا، اے اللہ کے رسولؐ، اس پر بارش آگئی تھی۔ نبیؐ نے فرمایا۔ تم نے نمی والے حصہ کو ڈھیر کے اوپر کیوں نہیں رکھا تاکہ لوگ اسے دیکھ سکیں، پھر آپؐ نے کہا۔ جو بھی دھوکہ دیتا ہے وہ ہم میں سے نہیں (مسلم)۔ فروخت کنندگان پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ سودے میں کسی خرابی یا کمی کوتاہی کی نشاندہی کرے تاکہ گاہک معلومات کی بنا پر فیصلہ کرے اور حقائق کو گھما کر خریدار کو گمراہ یا الجھانے کی کوشش نہ کرے۔

3) **سود:** سود پر مبنی معیشت قیاس آرائی کا ایک اہم عنصر ہے۔ یہ ذخیرہ اندوز کو اضافی رقم فراہم کرتی ہے تاکہ ذخیرہ اندوز زیادہ ذخیرہ کرکے قیمتوں میں اضافے کے لیے کمی کا تاثر پیدا کر سکے۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ اسلام سودی کاروبار سے منع کرتا ہے۔ جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبیؐ نے وصول کنندہ اور سود دینے والے پر لعنت بھیجی ہے، جو شخص اس کو لکھتا ہے اور لین دین کے جو گواہ ہیں وہ سب ایک جیسے قصوروار ہیں (مسلم، V 3، 1598)۔ اللہ آیات (2:275-276) میں کہتا ہے: مگر جو لوگ سود کھاتے ہیں، ان کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کر دیا ہو۔ اور اس حالت میں ان کے مبتلا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں: ''تجارت بھی تو آخر سود ہی جیسی چیز ہے'' حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ لہٰذا جس شخص کو اس کے ربّ کی طرف سے یہ نصیحت پہنچے اور آئندہ کے لیے وہ سود خوری سے باز آجائے، تو جو کچھ وہ پہلے کھا چکا، سو کھا چکا، اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ اور جو اس حکم کے بعد پھر اسی حرکت کا اعادہ کرے، وہ جہنمی ہے، جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اللہ سود والے کو رحمت سے محروم کر دیتا ہے اور صدقات کو نشوونما دیتا ہے۔ اور اللہ کسی ناشکرے بد عمل انسان کو پسند نہیں کرتا۔ موجودہ سود پر مبنی معاشی نظام پر تبصرہ کرتے ہوئے، معروف کاروباری پروفیسر اور سابق بینکر، برنارڈ لایٹری کہتے ہیں، "... لیکن کاغذی رقم خدا نے پیدا نہیں کی تھی۔ ہم بھول گئے ہیں کہ یہ ایسا نظام ہے جو لوگوں نے ڈیزائن کیا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ یہ ڈیزائن، جو صدیوں پہلے کا ہے، ہمارے معاشرے میں سب سے زیادہ خرابیوں کی وجہ ہے..."۔

4) **صارفین کے حقوق:** شریعت محمدیؐ ان تمام غیر منصفانہ تجارتی طریقوں کی سختی سے ممانعت کرتی ہے جن سے کاروباری حضرات یا صارفین کو نقصان ہو۔ اسلام منصفانہ اور آزاد منڈی کے قیام کی حمایت کرتا ہے، جہاں حکومت کی کم سے کم مداخلت ہو۔ اسلام میں وہ تمام کاروباری سرگرمیاں ممنوع ہیں جس سے بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر سامان میں ردوبدل یا بڑے پیمانے پر معاہدہ کرنے والے لوگوں اور عوام کو دھوکہ دینا مقصود ہو۔ اسلام مستند اسلامی اصولوں پر لین دین کو منظم کرنے کے لئے طاقت کے استعمال کی اجازت دیتا ہے۔ اسلامی مارکیٹ کے نظام میں قیمتوں کا تعین بغیر ذخیرہ اندوزی اور ہیرا پھیری کے آزاد منڈی کے عوامل کرتے ہیں۔ نبیؐ نے ریاست یا بااثر گروہوں یا افراد کے ذریعہ قیمتوں کے تعین کے عمل میں ہر قسم کی مداخلت کی حوصلہ شکنی کی۔ براہ راست کارروائی کرنے سے انکار کرنے کے علاوہ، آپؐ نے ان کاروباری طریقوں پر پابندی عائد کی جس کی وجہ سے منڈی میں خرابی پیدا ہو سکتی ہے۔ اس کے نتیجے میں، اسلام میں ذخیرہ اندوزی

کرنا، قیاس آرائیاں کرنا، طبقہ صاحبِ اختیار وامراء کی سرگرمیاں، مصنوعات کے معیار کے بارے میں اہم معلومات کا چھپانا اور جھوٹی قسموں کے ذریعہ فروخت کرنا (جس کا موازنہ موجودہ دور کے گمراہ کن اشتہارات سے کیا جاسکتا ہے) منع ہیں۔ لہٰذا، اسلامی معیشت میں منڈی کی پالیسی قیمتوں کے طریقہ کار پر وسائل واختیار والے لوگوں کے اثر کو ختم کرنا ہے۔ اسلامی قوانین جائز (حلال) کمائی کے لیے، باہمی رضامندی، سچائی، اعتماد، فراخدلی، نرمی، کاروباری ذمہ داریوں کے احترام، کارکنوں کے ساتھ مناسب سلوک، اور معاملات میں شفافیت وغیرہ کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔

5) **معاہدہ:** اگر کسی شے کو اس شرط کے ساتھ فروخت کیا جاتا ہے کہ اسے واپس نہیں کیا جاسکتا یا اس کا تبادلہ نہیں ہو سکتا، تو یہ جائز نہیں ہے، جب تک کہ ہر شے کو کھول کر نہ دکھا دیا جائے کہ ہر قسم کے نقص سے پاک ہے۔ بصورت دیگر، اگر اس کی مصنوعات میں نقائص پائے جاتے ہیں تو وہ شرط قابل قبول نہ ہوگی۔ اس کا تبادلہ ہونا چاہئے یا خریدار کو چھوٹ دی جانی چاہئے۔ اللہ آیات (83:1-3) میں کہتا ہے: تباہی ہے ڈنڈی مارنے والوں کے لیے۔ (بُرا ہو ناپ تول میں کمی کرنے والوں کا) جن کا حال یہ ہے کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں، اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو انہیں گھاٹا دیتے ہیں۔ مذکورہ آیات تاجروں کی غلط کاریوں پر پابندی عائد کرتی ہیں جس میں ملاوٹ کرنا اور جعلی طرز عمل فراڈ شامل ہیں۔ نبیؐ نے فرمایا، "خریدار اور فروخت کنندہ اپنے معاہدے کو اس وقت تک ختم کر سکتے ہیں جب تک کہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں" (بخاری اور مسلم)۔ تاہم، خریدار کے لیے یہ جائز ہے، اگر سامان میں زیادہ نقص ہو تو وہ فروخت کے معاہدہ کو منسوخ کر سکتا ہے۔ ابن قدامہ نے لکھا ہے، "جب بھی خریدار کو خریدی ہوئی چیز میں کوئی نقص ملے جس کے بارے میں اسے خبر نہیں تھی، تب اس کی مرضی ہے یا تو اسے رکھے یا فروخت کا معاہدہ منسوخ کر دے، اس بات سے قطع نظر کہ بیچنے والے کو اس عیب کا علم تھا اور اُس نے بتایا نہیں، یا وہ اس کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔ "فروخت کا معاہدہ صرف باہمی رضامندی سے قابل قبول ہے" (ابن ماجہ، 2245)

6) **سامان کی واپسی:** عصری شاپنگ مارکیٹوں اور مالز میں، تاجروں کی طرف سے سامان کی واپسی، تبادلہ اور رقم کی واپسی پر بہت سخت پالیسیاں ہوتی ہیں، ان میں سے کچھ تو صرف چند دن میں واپسی کی اجازت دیتے ہین اور کچھ واپس ہی نہیں کرتے، چاہے سامان اچھی حالت میں ہو۔ بیچنے کے اچھے اصول کے طور پر، اسلام تاجروں سے کہتا ہے کہ وہ صارفین کو سامان واپس کرنے کا حق دیں۔ نبیؐ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان کو بیچا ہوا مال واپس لے لے گا، اللہ اس کے گناہ معاف کر دے گا۔ (ابوداؤد)

7) کریڈٹ سیلز: قرض اور اُدھار تجارت کے معمول ہیں جن کی اسلام مکمل طور پر تائید کرتا ہے تاہم قرض کسی صورت مقروض کے استحصال کا ذریعہ نہیں بننا چاہیے، اسی وجہ سے ہر طرح کے سود اور اس میں دلچسپی اور اشتہار بازی پر پابندی ہے۔ مزید برآں، قرآن مطالبہ کرتا ہے کہ دشواری کی صورت میں مقروض کو قرضہ ادا کرنے کے لئے وقت دیا جائے۔ اللہ آیت (2:280) میں کہتا ہے۔ "تمہارا قرض دار تنگ دست ہو، تو ہاتھ کھلنے تک اسے مہلت دو، اور جو صدقہ کر دو، تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے، اگر تم سمجھو"۔ نبیؐ نے فرمایا، بدلے کے دن ایک شخص کو بلایا جائے گا اور اس کے پاس کوئی اچھا عمل نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ اس نے اپنے خادم کو ہدایت کی تھی کہ وہ مالی پریشانی میں مبتلا افراد کے ساتھ نرمی کا مظاہرہ کرے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتے ہیں: میں اس صفت کا زیادہ حقدار ہوں، لہٰذا وہ اس کے تمام گناہوں کو معاف کر دے گا

(مسلم)۔ مقروض کو بھی چاہیئے کہ وہ قرض کو وقت پر ادا کرنے کی پوری کوشش کرے۔ لین دین سے متعلق فریقین کو تنازعات سے بچانے کے لئے قرآن مطالبہ کرتا ہے کہ وہ سودے جو اُدھار یا متعین مدت پر ہونے والے لین دین کو تحریر میں لائیں۔ اللہ آیت (2:282) میں کہتا ہے: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب کسی مقرر مدت کے لیے تم آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ فریقین کے درمیان انصاف کے ساتھ ایک شخص دستاویز تحریر کرے۔ آخر میں نبیؐ نے فرمایا، "امانت دار اور سچے سوداگروں کا شمار قیامت والے دن انبیاء، نیک لوگوں اور شہداء کے ساتھ ہوگا (ترمذی)۔

8) **قانون کا استعمال**: جب تاجر مختلف طریقوں سے صارفین کا وسیع پیمانے پر استحصال کریں اور غریب خریداروں کو اُن کی محنت سے کمائی جانے والی رقم سے محروم کریں، تو معاشرے کو بچانے کے لیے ریاست پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ صارفین کے تحفظ کے لئے موثر قانون سازی کرے اور اُس پر عملدرآمد کرائے۔ ذخیرہ اندوزی ایک قبیح عمل ہے جو قیمتوں کو مصنوعی طور پر بڑھانے کے لئے استعمال ہوتا ہے، جبکہ اسلام اس بات پر زور دیتا ہے کہ قیمتوں کا تعین خالصتاً طلب اور رسد طے کریں۔ ایک دفعہ مدینہ میں قیمتیں اونچی سطح تک پہنچ گئیں، تو لوگ نبیؐ کے پاس یہ کہتے ہوئے آئے کہ، اے اللہ کے رسولؐ، قیمتیں بہت بڑھ گئیں ہیں، انھیں ہمارے لئے مقرر کریں۔ نبیؐ نے جواب دیا، "اللہ ہی قیمتیں طے کرتا ہے، جو رزق روکتا ہے یا رزق میں فراوانی دیتا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ جب میں اللہ سے ملاقات کروں گا تو، مجھ پر کسی کا خون یا املاک سے متعلق ناانصافی کا دعوی نہیں ہوگا" (بخاری)۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیمتوں کے تعین میں من مانی کرنا منع ہے کیونکہ اس سے ایک طرف تاجروں کو نقصان ہو سکتا ہے اور دوسری طرف یہ خود ساختہ قحط سالی پیدا کرتا ہے۔ تاہم، ریاست کو غیر معمولی حالات میں قیمتوں کو کنٹرول کرنے کا حق حاصل ہے۔

27) درختوں کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے فائدے کے لئے جانوروں اور پودوں کو اُن کے لیے مسخر کیا ہے۔ ہمیں انہیں اپنی فلاح و بہبود یا معیار زندگی کو بہتر بنانے کے لیے استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ ہم درخت کو ایندھن کے طور پر استعمال کرنے کے لیے، فرنیچر، دروازوں، کھڑکیاں وغیرہ کے لئے کاٹ سکتے ہیں۔ چونکہ درخت ہمیں آکسیجن مہیا کرتے ہیں اور ماحول کو کنٹرول کرتے ہیں، ہم جتنے درخت کاٹیں اُس سے زیادہ درخت لگانے چاہیے۔ اسلام میں درختوں کو بلاوجہ کاٹنا منع ہے۔

1. انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا، **"اگر قیامت کی گھڑی (قیامت) قائم ہونے والی ہو اور تم میں سے کسی کے پاس کھجور کا پودا ہو اور قیامت قائم ہونے سے پہلے اُس کے پاس ایک سیکنڈ ہو، تو اُسے چاہیے کہ اس کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے اسے لگائے"** (البانی کی توثیق شدہ)۔

2. انسؓ سے یہ بھی روایت کیا کہ نبیؐ نے فرمایا، **"اگر کوئی مسلمان درخت لگاتا ہے یا بیج بوتا ہے، اور پھر پرندہ، یا کوئی شخص یا کوئی جانور اس سے کھاتا ہے تو، وہ اُس کے لیے صدقہ جاریہ ہے"** (بخاری)۔

28)ماحولیات کے حقوق

آج کل کے سب سے خطرناک مسائل میں سے ایک مسئلہ، ماحولیات کا ہے۔ اس سے پہلے دنیا کو اس قدر سنگین ماحولیاتی مسئلہ سے واسطہ نہیں پڑا تھا۔ یہ اس لئے ہے کہ انسان نے (H.A.A.R.P.) کے ذریعہ ماحول کو مکمل طور پر بدلنے کی استطاعت حاصل کر لی ہے۔ نبیؐ نے ہمیں اس کے بارے میں متنبہ کیا تھا اور بتایا تھا کہ دجال موسم کنٹرول کرے گا۔ دنیا کی آبادی کو کم کرنے کی کوشش میں دجال ماحول کو تباہ کر رہا ہے۔ یہ سب ہونے کے باوجود ہم مسلمانوں پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم آنے والی نسلوں کے لئے بہتر ماحول چھوڑنے کی کوشش کریں۔ اس تناظر میں، اسلام نے ماحول کے تحفظ کو ترجیح دی اور اُس کی تبلیغ کی ہے۔

اپنی حیات میں نبیؐ ماحولیات اور اس کے تحفظ کے بارے میں ہمیشہ فکر مند رہتے تھے، اور آپؐ ہماری پیروی کے لئے (نبیؐ کے طریق کار) عملی اقدام چھوڑ گئے ہیں۔ یہ اقدامات نبیؐ کے جانداروں اور فطرت سے آپؐ کی محبت کی عکاسی کرتے ہیں۔ آپؐ کا ماحولیات کی حفاظت کے بارے میں زبانی تعلیمات اور آپؐ کا عمل ہمارے لیے (ماحولاتی حقوق کے بارے میں) محرک ہونا چاہیے۔ اس تناظر میں جانچے جانے والے اقوال نبویؐ کا مطالعہ کرنے پر، ہمیں اس موضوع سے متعلق بہت ساری براہ راست اور بالواسطہ احادیث ملتی ہیں۔ ان احادیث میں دریاؤں اور سمندروں کی آلودگی کے خلاف بہت سے انتباہات ہیں۔ ان احادیث میں پانی کے قریب، پھلوں کے درختوں کے نیچے، سڑکوں اور ان جگہوں پر پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے جہاں لوگ آرام کرتے ہیں، اور جانوروں کو کنوؤں سے کچھ فاصلے پر باندھنے کو کہا گیا ہے۔ یہاں تک کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسلام میں یہ حرکتیں حرام ہیں۔ احادیث میں پانی کے ذرائع، ندی کے اطراف اور ٹھہرے ہوئے پانی کے قریب پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ **"تم میں سے کوئی کھڑے پانی میں پیشاب نہ کرے کیونکہ کوئی اس پانی سے بعد میں وضو کر سکتا ہے"** (مسلم)۔

اس تناظر میں آپؐ کی سب سے بڑی کاوش "زُریب الطویل" نامی علاقے کو جنگل بنانے کا آغاز کیا۔ جہاں آپؐ نے اعلان کیا: "جو بھی یہاں سے درخت کاٹتا ہے اس کے بدلے اسے نیا درخت لگانا چاہئے۔" اس ضابطے کی وجہ سے یہ علاقہ جلد ہی جنگل میں تبدیل ہو گیا۔ نبیؐ نے مدینہ منورہ سے 12 میل کے دائرے کو حرم (مذہبی طور پر منع) قرار دیا جس میں اس کی حدود میں درختوں کو کاٹنے اور جانوروں کو قتل سے منع کیا گیا ہے۔ بہت ساری احادیث ماحول کو ہرا رکھنے اور جنگلات کو نہ کاٹنے کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں اور ماحولیات کے بارے میں نبیؐ کی تشویش کی عکاس ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرا تبصرہ

اے اُمتِ محمدؐ، انصاف انسانیت کی طرف بھیجے گئے اللہ کے تمام وحی اور صحیفوں کا ہدف تھا،اور ہے۔ ہم نے تو آخری وحی کے معیار اور رہنما اصولوں کے مطابق انصاف پر مبنی معاشرہ قائم کرنا تھا۔اس معاملہ میں اسلام کا نقطہ نظر جامع اور ہماری زندگی کے ہر پہلو (یعنی مخلوق کے حقوق) پر محیط ہے۔ کوئی بھی راستہ جو انصاف کی طرف جاتا ہے وہ اسلامی قانون کے عین مطابق ہوگا۔اللہ ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہم انصاف کریں،اور قرآن ہمیں راہنمائی فراہم کرتا ہے کہ ہم اسے کیسے حاصل کریں۔ یاد رکھیں، قیامت والے دن، تمام ناانصافیوں کا ہمارے اچھے عملوں کے ساتھ تبادلہ ہوگا،اور اگر ہماری نیکیاں کم پڑ گئیں تو ہمیں، ہماری ناانصافیوں کا نشانہ بننے والوں کے بُرے اعمال کا بوجھ اُٹھانا پڑے گا۔ نبیؐ نے ہمیں تنبیہ کرتے ہوئے کہا: **"تمام معاملات کا قیامت کے دن حساب ہوگا۔ یہاں تک کہ سینگ والی بکری کا بے سینگ والی بکری کے ساتھ** (مسلم)"۔ انّاللہ ! اے اللہ، ہم تیرے ہیں اور ہم نے تیری طرف لوٹنا ہے۔ براہ کرم ہمیں معاف کردے۔ اے اُمتِ محمدؐ، جب ہم تنازعات کو انصاف کے ساتھ حل ہوتے ہوئے دیکھیں گے، تب ہمیں احساس ہوگا کہ رسول سچ کہتے تھے،اور آج ہم اپنے ظلم کے لیے جوابدہ ہیں،اس دن کے خوف اور پریشانی کی وجہ سے ہم کہہ اٹھیں گے کہ کاش ہم خاک ہوتے (ہائے اللہ)۔اسی لئے ایک حدیث میں نبیؐ نے فرمایا، **"اپنے بھائی کی مدد کرو جب وہ صحیح ہو،اور جب وہ غلط ہو"**۔ صحابہ کو جو صحیح ہو اس کی مدد کرنا سمجھ آتا تھا، لیکن جو بھائی غلطی پر ہو اس کی مدد کرنے کے بارے میں الجھن کا شکار تھے۔ نبیؐ نے ان سے کہا: **"اُسے غلط کام کرنے سے منع کرو، کیونکہ اُسے ایسی مدد کی ضرورت ہے"**۔

اے اولاد آدمؑ، آدمؑ سے اللہ نے تمام روحیں ایک وقت میں عالمِ برزخ میں پیدا کیں اور ان سے پوچھا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کا ذکر آیت (7:172) میں کرتے ہوئے کہتے ہیں: اور اے نبیؐ، لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جب کہ تمہارے ربّ نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا "کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟ "انہوں نے کہا "ضرور آپ ہی ہمارے ربّ ہیں، ہم اس پر گواہی دیتے ہیں۔" یہ ہم نے اس لیے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ "ہم تو اس بات سے بے خبر تھے۔" جدید سائنس اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ خالق کا وجود ہمارے جین اور ہمارے ذی شعور میں سرایت شدہ ہے۔ (گریگ بریڈن اپنی کتاب "دی گاڈ کوڈ" میں کہتا ہے کہ جینز کی بالائی سطح پر اللہ حیّ القیوم لکھا ہوا ہے، نیچے دیئے گئے لنک میں ویڈیو دیکھیں)۔

https://www.youtube.com/watch?v=vgcgf6EdXNw&list=WL&index=6&t=0s

اے اولاد آدمؑ، **اخلاقیات بھی ہمارے جینز میں پیوست ہے**، اللہ نے اس کا ذکر آیات (91:7-10) میں کیا ہے، جس میں وہ کہتا ہے: اور نفسِ انسانی کی اور اس ذات کی قسم ! جس نے اسے ہموار کیا پھر اس کی بدی (فُجور) اور اس کی پرہیز گاری (تقویٰ) اس پر الہام کر دی۔ یقیناً فلاح پا گیا (کامیاب ہُوا) وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا (پاک کیا) اور نامراد ہوا وہ جس نے اُسے دبا دیا (آلودہ کیا)۔ اے اُمتِ محمدؐ، یہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے، ہمیں یہاں اپنی خواہشات کو قابو کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے، اُسی طرح جیسے ہم دنیاوی امتحانات کی تیاری کے وقت اپنی خواہشات کو دبا کر رکھتے ہیں۔ ہم نے تو بہترین اخلاق اور

انداز اپنا کر دنیا کو اپنا بہترین کردار پیش کرنا تھا۔ ہم نے اپنے جسمانی اوصاف (شائستگی، صفائی ستھرائی، صحت وغیرہ) کے ساتھ ساتھ کردار کی صفات (دیانت، شفقت وغیرہ) کا خیال رکھنا تھا۔ اے اُمتِ محمدؐ، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی وحدانیت پر مکمل یقین رکھنے کے علاوہ، ہم نے تو اپنے کنبہ کے افراد، رشتہ داروں اور انسانیت کے حقوق کو پورا کرنا تھا۔ ہم نے تو اپنے پڑوسیوں، یتیموں، بے سہارا اور راہ گیروں وغیرہ کا احساس کرنا تھا۔ ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبیؐ نے ایک بار کہا تھا: "جو شخص اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے اسے **اپنے پڑوسیوں کے لیے مشکلات اور تکلیف کا باعث نہیں ہونا چاہئے**۔ اور جو شخص اللہ اور قیامت پر یقین رکھتا ہے اسے اپنے مہمانوں کا احترام کرنا چاہئے۔ اور جو شخص اللہ اور قیامت پر یقین رکھتا ہے وہ **اچھی بات کرے یا خاموش رہے**" (بخاری و مسلم)۔ اے اُمتِ محمدؐ، ہم نے تو قرآن کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے دنیا کے لئے بہترین رول ماڈل بننا تھا۔ قرآن آیت (3:110) میں کہتا ہے: اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ اہل کتاب ایمان لاتے تو انہی کے حق میں بہتر تھا۔ اگرچہ ان میں کچھ لوگ ایماندار بھی پائے جاتے ہیں مگر ان کے بیشتر افراد نافرمان ہیں۔ اے اُمتِ محمدؐ، امت کی حیثیت سے ہم زوال کا شکار اس لیے ہیں کیونکہ ہم نے اللہ کی اطاعت چھوڑ دی، ہم نہ قرآن کے احکامات، اور نہ ہی اپنے پیارے نبیؐ کی سنت پر عمل کر رہے ہیں، بلکہ اس کے برعکس ہم اپنی خواہشات کی پیروی کر کے شیطان کی عبادت کر رہے ہیں۔ اے اُمتِ محمدؐ، ہم نے تو دنیا کے لئے رول ماڈل بننا تھا، آج امت کی حیثیت سے ہمارا کردار اتنا گرا ہوا ہے کہ لوگ ہم سے نفرت کرتے ہیں۔ اسی لیے ڈاکٹر جیفری لینگ نے اپنے ایک لیکچر میں کہا تھا، اگر اُس نے قرآن نہ پڑھا ہوتا تو وہ اسلام کو ہماری وجہ سے بہت پہلے چھوڑ چکا ہوتا۔ اے اُمتِ محمدؐ، چونکہ محمدؐ کے بعد کسی نبی نے نہیں آنا، لہٰذا ہم مسلمانوں کو یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ ہم اسلام کی تعلیمات کی زندہ مثال بن کر انسانیت کی محبوب ربّ کے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کریں۔ بدقسمتی سے، امت کی حیثیت سے ہم اپنا راستہ کھو چکے ہیں، اور اپنے کردار سے لوگوں کو اسلام سے دور کر رہے ہیں جس کے لیے قیامت والے دن ہم جوابدہ ہونگے (اے اللہ رحم فرما)۔ ہم نے تو زیادہ سے زیادہ انسانوں کو دوزخ کی آگ سے بچانا تھا (جنھیں اللہ ماؤں سے ستر گنا زیادہ پیار کرتا ہے)، بدقسمتی سے، ہم اپنے انجام سے خود غافل ہو گئے ہیں۔ کردار کی نشوونما کے جدید نظریات اکثر رول ماڈل کی اہمیت پر زور دیتے ہیں۔ ہم نے تو اپنے اخلاقی رویوں اور حسنِ سلوک کے لیے محمدؐ کو بہترین رول ماڈل کے طور پر لینا تھا اور پھر صحابہ کو اپنا رول ماڈل بنانا تھا۔ ہم نے تو قرآنی تعلیمات اور نبیؐ کی روایات سے پارسائی، اچھے اخلاق، عاجزی اور اعتدال کے ساتھ زندگی گزارنے کی ترغیب لینی تھی۔ کیونکہ اللہ آیت (68:4) میں نبیؐ سے کہتے ہیں: اور بیشک آپ اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہیں۔ اسی طرح آیت (16:90) میں اللہ تعالیٰ مطلوبہ خصوصیات کو اپنانے کی بنیاد رکھتا ہے: اللہ عدل اور احسان اور صلۂ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو۔ اللہ مزید آیات (17:9-10) میں کہتا ہے: حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے۔ جو لوگ اسے مان کر بھلے کام کرنے لگیں انہیں یہ بشارت دیتا ہے کہ اُن کے لیے بڑا اجر ہے، اور جو لوگ آخرت کو نہ مانیں انہیں یہ خبر دیتا ہے کہ اُن کے لیے ہم نے دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے۔ آیات (79:40-41) میں کہتا ہے: اور جس نے اپنے رب کے

سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا اور نفس کو بُری خواہشات سے باز رکھا تھا پھر یقیناً جنت اس کا ٹھکانا ہو گی۔ اللہ نبیؐ کو آیت(4:107) میں تنبیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: جو لوگ اپنے نفس سے خیانت کرتے ہیں تم اُن کی حمایت نہ کرو۔ اللہ کو ایسا شخص پسند نہیں ہے جو خیانت کار اور معصیت پیشہ ہو۔ اے اُمتِ محمدؐ، کیا کبھی سوچا آج ہم زوال پذیر کیوں ہیں؟ کیونکہ آج ہمارے رول ماڈل اداکار اور اداکارائیں ہیں جو دکھاوے کی ترغیب دیتے ہیں، اور جو شبیہ کے ذریعے ہم میں شہوانی خواہشات اُبھارتے ہیں۔ نتیجاً آٹھ سالہ بچہ بھی سڑک پر محفوظ نہیں ہے، ہمارے نوجوان جنسی جنون میں مبتلا ہو چکے ہیں اور پھر دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں(انا اللہ)۔

اے اُمتِ محمدؐ، اللہ نے آدمؑ اور امّاں حوا کو جنت میں رکھا، اور پھر اُنہیں جنت سے نیچے اتار دیا، اور اُن سے وعدہ کیا تھا کہ **وہ اپنی نیک اولاد کے ساتھ اس میں واپس لوٹ آئیں گے**۔ اللہ نے ہمیں ہمارا آخری ٹھکانہ دکھا کر اپنی صفات کو اپنانے کے لئے اس دنیا میں بھیج دیا۔ ہم اصل میں زمینی نہیں بلکہ جنت کی مخلوق ہیں۔ دنیاوی مخلوق کو کپڑوں کی ضرورت نہیں ہوتی، نہ ہی کھانا پکانے کی اور نہ اگانے کی، اللہ نے اُنہیں اُن کے ماحول کے مطابق پیدا کیا ہے۔ ہم نے اپنا لباس اُس وقت کھو دیا تھا جب ہمارے جدامجد نے ممنوعہ درخت کا پھل کھایا تھا۔ اللہ آیت(7:22) میں کہتا ہے: آخر کار جب انہوں نے اس درخت کا مزا چکھا تو ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور وہ اپنے جسموں کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔ غیر زمینی مخلوق ہونے کی وجہ سے ہمیں پریشانیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ ڈاکٹر ایلس سلور نے اپنی کتاب "Humans are not from Earth" میں ذکر کیا ہے کہ شواہد کے سائنسی جائزہ سے پتہ چلتا ہے کہ انسان زمینی مخلوق نہیں ہے۔(لنک پر کلک کرکے ویڈیو دیکھیں)۔ اپنی کتاب میں ڈاکٹر ایلس سلور سائنسی حقائق کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ انسان جہاں سے آیا ہے وہاں کشش ثقل زمین کی کشش ثقل سے بہت کم تھی، اس پر مجھے یاد آیا کہ حجر اسود(جنت کے پتھر) کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ پتھر پانی میں نہیں ڈوبتا، یعنی اس کی کثافت پانی کی کثافت سے کم ہے، لہٰذا جنت میں کشش ثقل زمین کی کشش ثقل سے بہت کم ہو گی۔ یہ پتھر ہمیں بہت عزیز ہے چونکہ یہ ہماری اصل زمین کا ہے۔ نبیؐ نے اس پتھر کی ایک اور بات بھی بتائی تھی کہ جب ابراہیمؑ نے اسے خانہ کعبہ پر اسے نصب کیا تھا یہ پتھر شروع میں دودھ کی طرح سفید تھا، یہ تو انسانوں کے گناہوں نے اُسے کالا بنادیا ہے۔ میری رائے میں یہ بھی ایک وجہ ہو سکتی ہے جس کی وجہ سے خطاکار جنت میں داخل نہیں ہو سکیں گے، کیونکہ وہ جنت کو کالا کر کے اس کی خوبصورتی ختم کر دیں گے۔ لہٰذا، جنت میں داخل ہونے کے لیے ہمیں ایمان کے ساتھ ساتھ اپنے گناہوں سے چھٹکارا اس دنیا میں سچی توبہ، یہ جہنم کی آگ سے کرنا پڑے گا۔ واللہ علم بصواب۔

https://www.youtube.com/watch?v=5nGz3LLY2ec&t=138s

اے اُمتِ محمدؐ، ہمیں اپنے اصل گھر کی طرف لوٹنے کے لیے اللہ کی صفات(اعلیٰ اخلاقی اقدار) کو اپنانا ہو گا۔ چونکہ یہ دنیا ہمارا اصل گھر نہیں ہے، لہٰذا ہمیں اس دنیا اور اس کے مال و متاع پر مطمئن نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی ہمیں اُداس ہونا چاہئے، بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فرمان پر راضی رہتے ہوئے امتحانات میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کے ساتھ کامیابی کے لئے جدوجہد کرنی چاہیے۔ اے اُمتِ محمدؐ، ہم نے تو اس دنیا میں ایک اجنبی کی طرح رہنا تھا، اس مقصد کے ساتھ کہ وطن واپسی کے لئے جو ضروری چیزیں ہیں اُنہیں(اللہ کے رنگوں، یعنی بہترین اخلاقی کردار کو) جمع کریں۔ اے اُمتِ محمدؐ، اس دنیا کی آزمائشوں سے

نمٹنے کا بہترین طریقہ قرآن اور حدیث کا علم، اور نیک اعمال ہیں۔ عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے مجھے کندھے سے پکڑا اور فرمایا، **"اس دنیا میں ایسے جیو جیسے تم اجنبی ہو یا راہ گیر"** (بخاری)۔ اور ابن عمرؓ کہا کرتے تھے، "شام کے وقت صبح تک زندہ رہنے کی امید نہ کرو، اور صبح کے وقت شام تک زندہ رہنے کی توقع نہ رکھو۔ بیمار ہونے سے پہلے اپنی صحت سے فائدہ اٹھالو، اور اپنی موت سے پہلے اپنی زندگی سے فائدہ اٹھالو" (بخاری)۔ ایک اور حدیث میں نبیؐ نے فرمایا، **"میرے نزدیک یہ دنیا کیا ہے، اس دنیا کی مثال ایک ایسے مسافر کی ہے جو درخت کے سائے میں سستاتا ہے، پھر اس سے کوچ کر جاتا ہے"** (احمد و ترمذی)۔ اے اُمتِ محمدؐ، ہم اس دنیا میں مسافر ہیں، ہمیں اس دنیا کی آسائشوں سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہئے۔ ہم نے ایک دوسرے کو صحیح دین پر لگانا تھا تاکہ ہم اور باقی انسانیت اپنی منزل (جنت) تک پہنچ سکیں۔ ہم نے تو وہ کرنسی جمع کرنی تھی (جیسے رحم کرنا، خیال رکھنا، انصاف پسند ہونا، معاف کرنا اور اخلاقی طور پر مستحکم ہونا وغیرہ) جو ہمیں ہماری منزل جنت تک لے جائے۔ اے اُمتِ محمدؐ، ہمیں یہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفتوں میں مہارت حاصل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے، جو مہارت حاصل کر لیں گے وہ اپنے اصل گھر لوٹ جائیں گے۔ اے اُمتِ محمدؐ، ہم خالی ہاتھ اس دنیا میں آئے تھے، اور اس دنیا سے خالی ہاتھ جائیں گے، محض ہمارے اعمال ہمارے ساتھ جائیں گے اور ہم اس کا بدلہ پائیں گے۔

اے اُمتِ محمدؐ، نبیؐ نے فرمایا، جو شخص اپنے رشتہ داروں سے تعلقات ختم کر دے گا وہ کبھی جنت میں داخل نہیں ہوگا (ہم سب آدمؑ کی اولاد ہیں، ہم سب رشتے دار ہیں)۔ نبیؐ نے یہ بھی کہا، اللہ اُن قوموں پر کبھی برکت نازل نہیں کرتا جہاں ایسے لوگ رہتے ہیں جو دوسروں کے ساتھ قطع تعلق کرتے ہیں (کیونکہ اس کے بعد ہم افراد ہیں معاشرہ نہیں)۔ اے اُمتِ محمدؐ، اگر ہم تعلقات استوار کرتے ہیں کیونکہ ہمارے عزیز و اقارب ہم سے اچھا سلوک اور رویہ رکھتے ہیں، تو یہ تعلقات استوار کرنا نہیں ہے بلکہ یہ تو ادلہ بدلہ ہے، جب کوئی ہمارے ساتھ رشتہ توڑنے کی کوشش کرتا ہے، یا ہمارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا اور پھر بھی ہم تعلقات کو برقرار رکھتے ہیں اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں تو یہ تعلقات کو استوار کرنا ہے۔ احمد اور مسلم میں روایت کی گئی ایک حدیث میں، نبیؐ نے فرمایا کہ ایک شخص آپؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے اللہ کے رسول! میرے رشتے دار ہیں جن سے میں اچھے تعلقات رکھنا چاہتا ہوں، لیکن انہوں نے مجھ سے تعلقات منقطع کر دیئے، میں انہیں معاف کرتا ہوں، لیکن وہ مجھ پر ظلم کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں، لیکن وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں، کیا مجھے بھی ان کے ساتھ اُتنا برا سلوک کرنا چاہئے جتنا وہ میرے ساتھ کرتے ہیں؟ نبیؐ نے جواب دیا: "نہیں، اگر سب ایسا کریں گے تو سارے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ اس کے برعکس، اُن کے ساتھ سخاوت کے ساتھ پیش آؤ اور اُن کے ساتھ رابطے میں رہو، جب تک تم اس طرح کروگے، تمہیں ہمیشہ اللہ کی مدد حاصل رہے گی۔ اس پر مزید زور دینے کے لئے، نبیؐ نے جبرئیلؑ سے پوچھا۔ "وہ کون سے لوگ ہیں جنھیں اللہ تبارک وتعالیٰ لیلۃ القدر میں بخش دیتا ہے"۔ انہوں نے کہا، "اللہ سبحانہ وتعالیٰ مومنوں کو معاف فرماتا ہے، سوائے درج ذیل کے: **"جو نشہ کرنے کا عادی ہیں، جو اپنے رشتہ داروں سے قطع تعلق کرتے ہیں، اور جو زمین پر فساد پھیلاتے ہیں"**۔

اے اُمتِ محمدؐ، ہماری زندگی کا مرکزی نقطہ تقویٰ ہونا چاہئے (مخلوق کے حقوق کے بارے میں خدا کا خوف، اے اللہ رحم فرما!)۔ نبیؐ نے اپنے الوداعی خطبہ میں فرمایا تھا، لوگوں میں تقویٰ کے سوا کوئی فرق نہیں ہے۔ تقویٰ کے لئے مستقل خود

تشخیص کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ خود کو قرآنی احکامات کے مطابق ہم آہنگ کر سکیں، تقویٰ ہی مومن کو غیر مومن سے اور نیک کو بد سے الگ کرتا ہے۔ اللہ کے شعور (خلوص) کے ساتھ کیے گئے اعمال آخرت میں وزن رکھتے ہیں۔ اے اُمتِ محمدؐ، قرآن میں جو کردار پیش کیا گیا وہ مافوق الفطرت نہیں ہے، نبیؐ نے اس پر عمل کر کے ہمارے لیے مثال قائم کی ہے۔ نبیؐ نے ایک دفعہ فرمایا: وہ ایمان والے جن کا ایمان سب سے کامل ہے وہی بہترین کردار والے ہیں (ترمذی 1172)۔ یعنی وہ لوگ جو سب سے زیادہ اللہ کے رنگ اپنائیں گے۔ أكملُ المؤمنينَ إيماناً أحسنهُم خُلقاً۔

اے اُمتِ محمدؐ، یاد رکھو آیات (16:90-91) جو کہتی ہیں: اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو۔ اللہ کے عہد کو پورا کرو جب کہ تم نے اس سے کوئی عہد باندھا ہو، اور اپنی قسمیں پختہ کرنے کے بعد توڑ نہ ڈالو جبکہ تم اللہ کو اپنے اوپر گواہ بنا چکے ہو۔ اللہ تمہارے سب افعال سے باخبر ہے۔ اگر ہم یومِ جزا پر یقین رکھتے ہیں تو یہ آیات، ہمیں انصاف کرنے اور شفقت سے پیش آنے کے لئے کہہ رہی ہیں۔ اسی لئے نبیؐ نے فرمایا، **"اگر کسی معاشرے میں لوگ بڑے گناہ کرتے ہوں لیکن اگر وہ ایک دوسرے کے خیر خواہ ہیں، ایک دوسرے کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں تو اللہ اُن کے رزق میں اضافہ کر دے گا"**۔ علیؓ کا قول ہے، **اللہ کفر اور شرک کو برداشت کرتا ہے، لیکن ظلم برداشت نہیں کرتا**۔ اے اُمتِ محمدؐ، مذکورہ بالا حدیث کو غور سے پڑھیں، ہم انحطاط کا شکار اس لیے ہیں کیوں کہ ہم ایک دوسرے کی دیکھ بھال کرنے کے بجائے ایک دوسرے پر ظلم و جبر کر رہے ہیں۔ اللہ آیات (47:22-23) میں کہتا ہے: اب کیا تم لوگوں سے اِس کے سوا کچھ اور توقع کی جاسکتی ہے کہ اگر تم اُلٹے منہ پھر گئے تو زمین میں پھر فساد برپا کرو گے اور آپس میں ایک دُوسرے کے گلے کاٹو گے؟ یہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان کو اندھا (وہ دیکھ کر بھی اپنے اطوار ٹھیک نہیں کرتے) اور بہرا (وہ سنتے ہیں سبق نہیں لیتے) بنا دیا۔ اے اُمتِ محمدؐ، قرآن سے روگردانی کرنے کی وجہ سے ہم نے ہر طرف بدامنی اور بدعنوانی پھیلائی ہوئی ہے، اور ایک دوسرے کے گلے پڑ رہے ہیں۔ ہم ایک ایسی قوم بن گئے ہیں جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر قتل کر دیتی ہے۔ اللہ کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ میرا نام عبدل ہے یا جان، جس چیز سے فرق پڑتا ہے وہ ہمارا عقیدہ اور ہمارے عمل ہیں۔ اپنے عقائد کی حفاظت کے لیے، ہمیں چار قسم کے لوگوں سے دور رہنا چاہیئے۔ ا) ایک بداخلاق اور بدعنوان شخص سے کیونکہ وہ ہمیں بدکردار بنا دے گا۔ ب) ایک کنجوس شخص سے، جو ہمیں معاشی ضرورت کے وقت چھوڑ جائے گا، یا ہمیں اپنے جیسا "کنجوس" بنا دے گا جو مخلوق کی ضرورتوں کو پورا نہیں کرتے۔ ج) جھوٹے شخص سے، جو ہمیں اپنے فریب سے گمراہ کر کے رحیم ربّ سے دور کر دے گا۔ د) وہ شخص جو اپنے رشتہ داروں سے رشتہ منقطع کرتا ہے، کیونکہ یہ معاشرے کو بگاڑ دیتے ہیں، اور قرآن میں اللہ ان پر لعنت بھیجتا ہے۔ اللہ آیت (13:25) میں کہتا ہے: رہے وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو مضبوط باندھ لینے کے بعد توڑ ڈالتے ہیں، جو ان رابطوں کو کاٹتے ہیں جنہیں اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے، اور جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، وہ لعنت کے مستحق ہیں اور ان کے لیے آخرت میں بہت برا ٹھکانا ہے۔ اس کے علاوہ، نبیؐ نے فرمایا، "جو چاہتا ہے کہ اسے زیادہ دولت اور لمبی عمر دی جائے، تو اسے اپنے رشتہ داروں سے اچھے تعلقات رکھنے چاہیے"۔ ایک

معاشرہ جہاں لوگ ایک دوسرے کی دیکھ بھال کرتے ہوں، وہاں معیار زندگی بلند ہو جاتا ہے، مادیت پسندی دب جاتی ہے اور وہاں ہر ایک صحت مند کھانا اور صحت مند ماحول سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اللہ آیت (4:1) میں کہتا ہے: لوگو! اپنے ربّ سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے۔ اُس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو، اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔ یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔ یہ آیات ہمیں کہتی ہیں کہ اگر ہم اللہ اور یومِ جزا سے ڈرتے ہیں تو ہمیں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھے تعلقات قائم رکھنا ہوں گے (ساری انسانیت ایک دوسرے کے رشتے دار ہیں)۔ لہٰذا، خونی رشتوں سے اچھے تعلقات رکھنا اللہ کا حکم ہے، سفارش نہیں، ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس حکم کی تعمیل کرے۔ بخاری اور مسلم میں مروی ہے کہ ایک دیہاتی نے نبیؐ سے پوچھا "اے اللہ کے رسول مجھے ایسی کوئی بات بتائیں جس سے میں جنت سے قریب اور جہنم کی آگ سے دور ہو جاؤں"۔ نبیؐ نے فرمایا: "صرف اللہ کے آگے سر تسلیم خم ہو جاؤ اور اس کے ساتھ کسی کو اُس کا شریک نہ بناؤ، نماز قائم کرو اور **زکوٰۃ ادا کرو**، اور اپنے رشتہ داروں سے اچھے تعلقات قائم کرو"۔ جب دیہاتی چلا گیا تو نبیؐ نے فرمایا، "اگر وہ میری ہدایت کے مطابق عمل کرے گا تو وہ جنت میں داخل ہو گا"۔

اے اُمتِ محمدؐ، صحابہ دوسروں کی مدد اور دیکھ بھال کرنے کی کوشش میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے تھے۔ بدقسمتی سے آج ہم بینک بیلنس، کاروں، مکانات، جائیداد اور دولت کے لئے مقابلہ کر رہے ہیں۔ ہم مادہ پرست بن گئے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں۔ آج ہمارا مشغلہ غیبت کرنا، اور اگر کوئی خوشحال ہو جائے تو حسد کرنا ہے۔ آج ہم ظالم اور کنجوس بن گئے ہیں، ہم بھول گئے ہیں کہ ہمارے پاس جو دولت ہے وہ اللہ کی ہے جسے ہم نے اس کی ہدایت کے مطابق خرچ کرنا ہے۔ اللہ آیت (49:10) میں کہتا ہے: مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں، لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو، اُمید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔ معطرف نے ابوذرؓ سے پوچھا، "وہ تین کون ہیں جن سے اللہ محبت کرتا ہے؟" نبیؐ کے حوالے سے فرمایا: "جو شخص استقامت کے ساتھ اللہ کی خاطر لڑتا ہے اور اس سے انعام لینے کی امید کرتا ہے، اور اس وقت تک لڑتا ہے جب تک کہ اسے قتل نہیں کیا جاتا ہے، اور تم اسے اللہ کی کتاب میں پاتے ہو"۔ پھر اس نے تلاوت کی: اللہ کو تو پسند وہ لوگ ہیں جو اُس کی راہ میں اِس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں (61:4)۔ معطرف نے پوچھا، "پھر کون؟" آپؓ نے کہا، "ایک ایسا شخص جس کا بُرا پڑوسی ہو، اسے پریشان کرتا ہے، لیکن وہ صبر اور تحمل سے برداشت کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ اس کی زندگی کے دوران یا ان میں سے کسی کی موت وغیرہ پر معاملہ ختم کر دے۔"

اے اُمتِ محمدؐ، جب اللہ تعالیٰ کہتا ہے "میرے بندو" تو، ہمیں اللہ کے ساتھ تعلقات کے حوالے سے ہماری حیثیت سے آگاہ کرتا ہے، یعنی ہم اس کے خادم اور غلام ہیں (پھر ہم مالک کی اجازت کے بغیر دوسرے غلاموں پر کیسے ظلم کر سکتے ہیں)۔ ہمیں اللہ نے پیدا کیا، وہ ہمیں ہماری ماؤں سے ستر گنا زیادہ پیار کرتا ہے اور ہمیں شفقت اور محبت سے نصیحت کرتا ہے۔ اسی طرح ہمیں بھی دوسروں کو اسی طرح نصیحت کرنی چاہئے۔ اللہ ہمیں یہ بھی یاد دلاتا ہے کہ اُس نے ہمیں اپنی عبادت، **اُس**

سے محبت، اُس کی اطاعت اور اُس کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کے لئے پیدا کیا ہے۔ اللہ کو ہماری عبادت کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ تمام ضروریات سے پاک ہے۔ علامہ اقبال اپنے ایک شعر میں کیا خوب کہا ہے:

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھیں کروبیاں

ایک حدیث قدسی میں اللہ سبحان و تعالیٰ کہتے ہیں: اگر ساری انسانیت انتہائی پرہیز گار شخص (نبی محمدؐ یا کسی اور نبیؑ) کی طرح بن جائے تو اُس سے اُس کی خدائی میں کسی چیز کا اضافہ نہیں ہوتا، اور اگر ساری انسانیت سب سے زیادہ جابر شخص (شیطان، فرعون، دجال) کی طرح بن جائے تو اُس سے اُس کی خدائی میں کسی چیز کی کمی نہیں ہوتی۔ اطاعت کا واحد مقصد ہے کہ ہم خوف اور امید کے ساتھ امن اور ہم آہنگی کے ساتھ زندگی گزاریں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل جنت ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ سکون اور ہم آہنگی سے زندگی بسر کریں گے۔ قرآن میں جب اللہ کہتا ہے، "اے میرے بندو"، وہ صرف ہمیں، یا مومنوں، یا مسلمانوں کو ہی نہیں کہہ رہا، بلکہ وہ پوری انسانیت کو کہہ رہا ہے کہ وہ مالک ہے اور ہمیں آقا بننے کا اختیار نہیں ہے۔ جب ہمارے پاس اختیار نہیں ہے، تو پھر ہم ایک دوسرے پر جبر کیسے کر سکتے ہیں؟ ہم سب اس کے غلام ہیں، وہ ہم سے پیار کرتا ہے کیونکہ اس نے ہمیں پیدا کیا، پھر بھی تمام اختیارات اسی کے پاس ہیں۔ جب ہم قرآن کی اُن آیات کا مطالعہ کرتے ہیں جہاں اللہ انسانیت کو مخاطب کرتا ہے، تو وہ عام طور پر مخلوق کے حقوق کے بارے میں بات کرتا ہے۔ جو لوگ مخلوق کے حقوق کو نظر انداز کرتے ہیں، اللہ قرآن میں انہیں کہتا ہے کہ وہ ظالموں سے پیار نہیں کرتا اور نہ ہی ظالموں کو ہدایت دیتا ہے۔ اس طرح، جبر ہدایت کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ ہر ظلم کے بدلے دل پر ایک سیاہ داغ نمودار ہوتا ہے اور جب دل سیاہ ہو جاتا ہے تو اس میں روشنی داخل نہیں ہو سکتی، تب وہ شخص کبھی بھی اپنے طرز عمل کو ٹھیک نہیں کر سکے گا۔ اسی لئے نبیؐ نے فرمایا، ظلم سے باز آؤ کیوں کہ ظلم قیامت کے دن تاریکی ہو گا۔ اِتَّقُوا الظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ،

اے اُمتِ محمدؐ، اگر ہم جنت کے باسی بننا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے ربّ کا فرما بردار بننا پڑے گا، اپنے گناہوں کے لئے توبہ استغفار کرنا ہو گی، اور نہ ہی ہمیں اپنے آپ کو محبوب ربّ کے دروازے سے دور کرنا چاہئے۔ اے اُمتِ محمدؐ، یاد رکھو، ایک دن ہم سب نے مرنا ہے، اگر ہمیں مرنے اور آخرت کے احتساب کا یقین ہے تو ہمیں انسانیت کے معاملہ میں بہت محتاط رہنا پڑے گا۔ عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبیؐ کے پاس آیا اور پوچھا، اے اللہ کے رسول، کون ہے جو اللہ کو سب سے زیادہ پیارا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "اللہ کو سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ دیتا ہے، ان کی مشکلات کو کم کرتا ہے، قرض دار کا قرض ادا کرتا ہے، بھوکے کی بھوک مٹاتا ہے، اور کسی کے ساتھ اس کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے چلتا ہے۔ وہ مجھے اعتکاف کے ایک مہینے سے زیادہ عزیز ہے (مسجد نبوی میں پورا مہینہ 24/7 گزارنا)۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلى اللهِ وَأَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلى اللهِ فَقَالَ: أَحَبُّ النَّاسِ إِلى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ يَكْشِفُ عَنْهُ كُرْبَةً، أَوْ يَقْضِي عَنْهُ دَيْنًا، أَوْ يَطْرُدُ عَنْهُ جُوعًا، وَلَأَنْ أَمْشِي مَعَ أَخٍ لِي فِي حَاجَةٍ۔ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَعْتَكِفَ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ (مَسْجِدِ الْمَدِينَةِ) شَهْرًا۔ صَحِيح التَّرْغِيبِ وَالتَّرْهِيب:2623۔

اے اُمتِ محمدؐ، اللہ سبحانہ وتعالی یومِ جزا جب عدالت قائم کریں گے، تب ایمان والے رحیم ربّ کے نظر انداز کردہ حقوق کے بارے میں پُر امید ہوں گے کہ وہ اُنہیں معاف کردے گا، لیکن مخلوق کے نظر انداز کردہ حقوق ہمارے لیے انتہائی تشویش کا باعث ہوں گے، کیونکہ لوگوں کے حقوق تب تک معاف نہیں ہو سکتے جب تک جس کے حقوق پامال ہوئے ہیں وہ ہمیں معاف نہیں کر دیتا۔ اے اُمتِ محمدؐ، یومِ جزا ہم اُس وقت پریشانی میں مبتلا ہوں گے، جب ہمارے رشتہ دار، ہمارے والدین، ہماری بیویاں، ہمسائے، دوست، بھائی، بہنیں یا کوئی شخص ہمارے خلاف اُن حقوق کی شکایت درج کروائے گا جو ہم نے پورے نہیں کئے، مثال کے طور پر، ہم نے ان کے پیسوں کو دھوکہ دہی سے حاصل کیا یا ضرورت کے وقت اُن کی مدد نہیں کی، ان سے جھوٹ بولا، ان کی غیبت کی، ان کو گالی دی، مسکینوں کو نظر انداز کیا، بھوکے کو کھانا نہیں کھلایا، مغرور تھے، اور اپنی پارسائی پر فخر تھا اور دوسروں کو گنہگار سمجھتے تھے (اللہ ہمیں معاف فرمائے) وغیرہ۔ اس دن، ہم نبیؐ کی حدیث کے مطابق اپنے آپ کو دیوالیہ اور کنگلا محسوس کریں گے، یعنی نہ صرف ہم انسانیت سے اپنے جرائم کی تلافی میں اپنے سارے اچھے اعمال سے محروم ہو جائیں گے، بلکہ ہمیں ان کے بُرے اعمال اپنے کھاتے میں جمع کرنے پڑ سکتے ہیں۔ اے اللہ ہمیں معاف فرما۔ اے اللہ، میں جانتا ہوں کہ میں نے بہت سارے لوگوں کے حقوق پامال کیے ہیں، اے اللہ، اُنہیں اپنی طرف سے اپنے لامحدود خزانوں سے معاوضہ عطا کر۔ اے رحیم، اگر تو نہیں کرتا، تو میں برباد ہو جاؤں گا۔ اے اللہ، میں تیرا غلام ہوں، میں اپنے تمام جرائم کا اعتراف کرتا ہوں، میں تیری رحمت کے لئے التجا کرتا ہوں، براہ کرم مجھے معاف فرما اور میرے متاثرین کو اپنے لامحدود خزانوں سے معاوضہ عطا فرما۔ اے اللہ تیری رحمت میرے گناہوں سے بہت وسیع ہے۔ مجھے تیری رحمت کا آسرا ہے نہ کہ اپنے اعمال کا صلہ۔ اے اللہ تیری رحمت میرے گناہوں سے بہت وسیع ہے۔ مجھے تیری رحمت کا آسرا ہے نہ کہ اپنے اعمال کا صلہ۔ اے اللہ تیری رحمت میرے گناہوں سے بہت وسیع ہے۔ مجھے تیری رحمت کا آسرا ہے نہ کہ اپنے اعمال کا صلہ۔

اے اُمتِ محمدؐ، جو معاشرہ ناانصافی اور عدم مساوات کا شکار ہو، جہاں لوگ ایک دوسرے کی غیبت کریں، توہین کریں، نفرت کریں اور ایک دوسرے پر ظلم کریں اور ایک دوسرے کا خون بہائیں، وہ معاشرہ کبھی ترقی نہیں کر سکتا، چاہے وہ مسلمانوں کا ہو یا غیر مسلموں کا۔ اے اُمتِ محمدؐ، رسول اللہؐ نے فرمایا تھا: ''ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔ ایک دوسرے کے خلاف بولی بڑھا کر قیمتوں میں اضافہ نہ کرو۔ ایک دوسرے سے نفرت نہ کرو۔ ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو۔ جب دوسروں نے تجارتی معاہدہ کیا ہے تو معاہدے میں داخل نہ ہو؛ اے اللہ کے بندو، بھائیوں کی طرح بنو۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے، نہ ہی اس سے جھوٹ بولتا ہے، اور نہ ہی اسے ذلیل کرتا ہے۔ تقویٰ یہاں ہے (اور آپؐ نے تین بار اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا)۔ مسلمان کے لئے کسی انسان کو نیچا دکھانا بہت بُرا کام ہے۔ مسلمان کا لہو، اس کی جائداد اور اس کی عزت کو تمام مسلمانوں کے لئے مقدس بنادیا گیا ہے"۔ نبیؐ نے یہ بھی فرمایا: "اللہ نہ تمہارے جسم کی طرف دیکھے گا اور نہ تمہارے ظاہر کو، بلکہ وہ صرف تمہارے دلوں کو دیکھے گا"۔ اے اُمتِ محمدؐ، نبیؐ راتوں کو تہجد کی لمبی رکعتوں میں روتے ہوئے ربّ کائنات کے سامنے میرے اور تمہارے لیے فریاد کرتے تھے، آپؐ فریاد کرتے، اے اللہ، میری اُمت میری اُمت، اے اللہ، میری اُمت میری اُمت۔ ہر رات بلاناغہ نبیؐ دیر تک راتوں کو کھڑے

رہتے اور سوجھے ہوئے پاؤں کے ساتھ اللہ کے سامنے روتے ہوئے ہماری بخشش کی فریاد کرتے۔ آپؐ روتے تھے میرے اور تمہارے لیے۔ آپؐ کا پیارا بیٹا نزع کے عالم میں تھا، آپؐ اُسے خاص دعا سے بچا سکتے تھے، آپؐ نے ایسا نہیں کیا، آپؐ نے اُس دعا کو قیامت کے دن اُمت کی شفاعت کے لیے بچا کر رکھا، آپؐ نے اُسے میرے اور تمہارے لیے بچا کر رکھا۔ اے اُمتِ محمدؐ، ہم اُن کا قیامت والے دن کیسے سامنا کریں گے؟ ہم کیا بہانہ بنائیں گے؟ کیا میری اور تمہاری فکر کرنے کا ہمارا آپؐ کو یہ جواب ہے؟ اے اللہ، ہم آپؐ کے لئے انتہائی مایوسی کا باعث ہیں، ہمیں معاف کر دے یا ہمارے انجام کو نبیؐ سے چھپا دینا۔ اے اُمتِ محمدؐ، آپؐ مخلوق کے متعلق معاملات میں ہماری مدد نہیں کر سکتے اور نہ ہی ہماری سفارش کر سکتے ہیں، یہ مظلوم ہی ہمیں معاف کر سکتے ہیں۔ کیا کوئی اُس خوفناک دن کسی کو معاف کرے گا، جہاں والدین بھی اپنے بچوں کو ایک نیکی نہیں دیں گے؟

اے اُمتِ محمدؐ، بُرائی کی ایک جڑ تکبّر ہے، اللہ آیت (16:23) میں کہتا ہے: اللہ یقیناً اُن کے سب کرتوت جانتا ہے، چھپے ہوئے بھی اور کھلے ہوئے بھی۔ وہ اُن لوگوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا جو غرورِ نفس میں مبتلا ہوں۔ مزید آیت (31:18) میں اللہ کہتا ہے: اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر نہ زمین میں اکڑ کر چل، اللہ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔ اے اُمتِ محمدؐ، غلام ہونے کے ناطے، تکبر ہمیں زیب نہیں دیتا۔ بلکہ ہمیں تو اپنے پروردگار کے سامنے اُس سے محبت اور اپنی عاجزی پیش کرنی چاہیے۔ یہ تکبّر ہی ہے جو ہمیں اللہ کی مخلوق پر ظلم کرنے پر ابھارتا ہے۔ اسی لیے اللہ آیات (13:27-28) میں کہتا ہے: ... کہو، اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اسی کو دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے (اُس کی ہدایت پر عمل کرے)۔ ایسے ہی لوگ ہیں وہ جنھوں نے (اس نبیؐ کی دعوت) کو مان لیا ہے اور ان کے دلوں کو اللہ کی یاد سے اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ خبردار رہو! اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے۔ اللہ مزید آیت (3:103) میں کہتا ہے: سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اللہ کے اُس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اُس نے تمہارے دل جوڑ دیے اور اُس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے....۔ اے اُمتِ محمدؐ، **دوسری برائی کی جڑ** فرقہ پرستی ہے، نبیؐ نے فرمایا، یہودی 72 فرقوں میں تقسیم ہوئے، میری امت 73 فرقوں میں تقسیم ہو گی، صرف ایک فرقہ جنت میں داخل ہو گا۔ صحابہ نے پوچھا، "کون سا؟" نبیؐ نے جواب دیا کہ قرآن، میری سنت اور صحابہ کی سنت کی پیروی کرنے والا"۔ اے اُمتِ محمدؐ، کیا نبیؐ بریلوی، وہابی، دیوبندی وغیرہ تھے یا مسلم۔ آپؐ اور آپ کے صحابہؓ مسلم تھے (جنھوں نے اپنی مرضی اللہ کی مرضی کے حوالہ کر دی تھی)۔ اے اُمتِ محمدؐ، نبیؐ نے فرمایا تھا کہ آپس میں بھائی بن جاؤ۔ ہم آپس میں بھائی اُسی وقت بن سکتے ہیں جب ہم فرقہ پرستی چھوڑ کر مسلم بن جائیں گے، یعنی ربِّ کائنات کی مرضی کے آگے سرنگوں ہو جائیں گے۔ فرقہ پرستی میں ہم اپنوں کے عیب چھپاتے ہیں اور دوسروں کے بناتے ہیں، جس سے معاشرہ بگڑ جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ فرقوں میں بانٹنے والوں کو مخاطب ہو کر آیات (15:90-93) میں کہتا ہے: یہ اُسی طرح کی تنبیہ ہے جیسی ہم نے اُن تفرقہ پردازوں کی طرف بھیجی تھی جنھوں نے اپنے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا تھا۔ تو قسم ہے تیرے ربّ کی، ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ **تیسری برائی کی جڑ جھوٹ ہے**۔ ایک دفعہ کسی نے نبیؐ سے پوچھا کہ مومن زانی ہو سکتا ہے؟ نبیؐ

نے کہاہاں۔ پھر اُس نے پوچھا، کیا مومن چور ہو سکتا ہے؟ نبیؐ نے کیا ہاں مومن چور ہو سکتا ہے۔ اُس نے پھر پوچھا، کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے؟ نبیؐ نے کہا مومن جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ ایک اور واقعہ میں ایک شخص نبیؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں، لیکن مجھ میں تین برائیاں ہیں، میں زانی، چور اور بہت جھوٹ بولتا ہوں۔ اگر آپؐ کو منظور ہو تو اسلام قبول کرنے پر میں ایک برائی چھوڑ دونگا۔ نبیؐ نے کہا ٹھیک ہے، اُسے کلمہ پڑھایا اور کہا جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔ کچھ عرصہ کے بعد جب دوبارہ نبیؐ سے ملاقات ہوئی، تو نبیؐ نے اس سے اس کا حال پوچھا۔ وہ کہنے لگا جھوٹ نہ بولنے کی وجہ سے اُسے باقی گناہ بھی چھوڑنے پڑے۔ اے اُمتِ محمدؐ، ہم مسلمانوں کو تو جانوروں سے جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں، ایک دفعہ نبیؐ نے عائشہؓ کو بند مٹھی سے ایک بکری کو اپنے طرف بلاتے دیکھا۔ نبیؐ نے عائشہؓ کو مٹھی کھولنے کو کہا، اُس میں کچھ دال کے دانے تھے۔ نبیؐ نے فرمایا: ''عائشہ اگر تمہارے ہاتھ میں دانے نہ ہوتے تو تمہارے حساب میں ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔ مزید نبیؐ نے فرمایا کہ منافق میں چار خصلتیں ہوتی ہیں: جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے، جب اُسے امانت دی جاتی ہے تو خیانت کرتا ہے، جب جھگڑتا ہے تو گالیاں دیتا ہے۔ اے اُمتِ محمدؐ، آج بحیثیت اُمہ، ہم میں تینوں برائیاں اور منافقوں کی خصلتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہیں اور پھر ڈھٹائی سے کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔

اے اُمتِ محمدؐ، ہم نے تو غیر مسلموں سے اچھا سلوک کرنا تھا، آج ہم ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کر رہے ہیں۔ صفائی ہمارا نصف ایمان ہے، آج ہمارا شمار دنیا کے گندے ترین لوگوں میں ہوتا ہے۔ ہم تو اپنی دوسب سے متبرک مسجدوں میں بھی گند پھیلانے سے باز نہیں آتے۔ کوئی تعجب نہیں کہ برناڈ شا نے کہا تھا، جب میں یورپ جاتا ہوں تو ہر طرف اسلام دیکھتا ہوں، لیکن مجھے کہیں مسلمان نظر نہیں آتا ہے۔ مسلم ممالک میں، میں بہت سارے مسلمان دیکھتا ہوں لیکن مجھے کہیں اسلام نظر نہیں آتا۔ اے اُمتِ محمدؐ، نبیؐ کی ہدایت کے مطابق ہمیں تو پڑھا لکھا ہونا چاہیئے تھا، ہم نے تو دوسروں کو تعلیم دینی تھی۔ آج دنیا میں ہم سب سے کم تعلیم یافتہ لوگ ہیں، 43٪ مسلمان ان پڑھ ہیں، جب کہ باقیوں میں سے ایک بہت بڑی اکثریت محض تھوڑا بہت پڑھ لکھ سکتی ہے۔ ہم مسلمانوں نے تو غراباء اور مساکین کا خیال رکھنا تھا تاکہ اُن کا معیارِ زندگی بلند کیا جاسکے، آج مسلم آبادی کا 60٪ خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہا ہے۔ مسلمانوں نے تو متحد رہنا تھا، ہم چھوٹی چھوٹی چیزوں پر لڑ رہے ہیں، ہماری گروبندیوں اور تفرقہ بازیوں کی وجہ سے، عیرہ غیرہ اٹھتے ہیں اور مسلم ممالک پر چڑھائی شروع کر دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں، 6 کروڑ مسلمان مہاجر بن گئے ہیں اور 20 لاکھ سے زیادہ بے دردی سے ہلاک کر دیئے گئے ہیں۔ اللہ قرآن میں کہتا ہے، جو قوم نہیں جاگتی اُسے ہم دوسری قوم سے بدل دیتے ہیں۔ اے اُمتِ محمدؐ، کیا ہم نے کبھی سوچا ہے کہ ہم قیامت والے دن اپنے ربّ کو کیا جواب دیں گے؟ اے اللہ ہم پر رحم فرما۔ آمین!

میں ان دو خود وضاحتی احادیث اور قرآن کی ایک آیت سے اپنا تبصرہ ختم کروں گا۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا، "بے شک، جس کو احسان کی خصلت دی گئی ہے، اسے اس دنیا کی زندگی اور آخرت میں نیکی کا حصہ دیا گیا ہے۔

خاندانی رشتوں، اچھے کردار اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک برقرار رکھنا، یہ ان کے آخرت کے ٹھکانے کی تعمیر اور ان کی عمر کو بڑھادے گا۔" (احمد 24371)۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهُ مَنْ أُعْطِيَ حَظَّهُ مِنْ الرِّفْقِ فَقَدْ أُعْطِيَ حَظَّهُ مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَصِلَةُ الرَّحِمِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَحُسْنُ الْجِوَارِ يَعْمُرَانِ الدِّيَارَ وَيَزِيدَانِ فِي الْأَعْمَارِ۔ مسند أحمد 24731

ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا، "کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں سے کون بہترین ہے اور کون بدترین؟ تم میں سے بہترین وہ ہیں جن سے نیکی کی توقع کی جاتی ہے اور لوگ ان کے شر سے محفوظ رہتے ہیں۔ تم میں سے بدترین وہ لوگ ہیں جن سے نیکی کی توقع نہیں کی جاتی ہے اور لوگ ان کی برائی سے محفوظ نہ ہوں۔ (ترمذی 2263)۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِكُمْ مِنْ شَرِّكُمْ خَيْرُكُمْ مَنْ يُرْجَى خَيْرُهُ وَيُؤْمَنُ شَرُّهُ وَشَرُّكُمْ مَنْ لَا يُرْجَى خَيْرُهُ وَلَا يُؤْمَنُ شَرُّهُ۔ 2263 سنن الترمذی کتاب الفتن باب ما جاء فی النھی عن سب الریاح

اور آخر میں اللہ آیت (2:269) میں کہتا ہے: جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے، اور جس کو حکمت ملی، اسے حقیقت میں بڑی دولت مل گئی۔ ان باتوں سے صرف وہی لوگ سبق لیتے ہیں جو دانش مند ہیں۔ اے اُمتِ محمدؐ، کیا ہم قیامت کے دن جواب دہی اور جہنم کی سزا کے لیے تیار ہیں۔ انّاللہ! یاد رکھو اللہ عادل ہے۔ سوچو!

بندۂ سرکش کی درخواست

الٰہی جھوٹ اور غیبت میں ڈوبا ہوا ہوں میں   مجھے ان کے چنگل سے کب چھڑائے گا تو
زہریلی زبان سے چھید دیا میں نے زمانے کو   اس زبان کو اب لگام کب لگائے گا تو
سوہنیا میں نے اپنا رب مانا ہے تجھے   مجھے اپنا کب بنائے گا تو
نفرتوں کی آگ میں جل رہا ہوں میں   اس نارِ جہنم کو کب بجھائے گا تو
بھٹک رہا ہوں میں ہوس کی دنیا میں   مجھے اپنے دین پر کب جمائے گا تو
سوہنیا میں نے اپنا رب مانا ہے تجھے   مجھے اپنا کب بنائے گا تو
رشتے ناطے توڑ کر غرور میں گھرا ہوا ہوں میں   اب تقویٰ مجھے کب سکھائے گا تو
اقربا پروری سے معاشرے کو بگاڑ دیا میں نے   میرے مظلوموں کو کب منائے گا تو
سوہنیا میں نے اپنا رب مانا ہے تجھے   مجھے اپنا کب بنائے گا تو
بہت سیاہ کار اور بد قماش ہوں میں   دھو کر مجھے اپنے قابل کب بنائے گا تو
میرے گناہ بہت تیری رحمت لامحدود   چھوڑ کر عدل معاف کب فرمائے گا تو
سوہنیا میں نے اپنا رب مانا ہے تجھے   مجھے اپنا کب بنائے گا تو
تو مالک میں ناشکرا بندہ ہوں تیرا   مجھے تُوکل کب سکھائے گا تو
اس بد کردار گناہ گار کی دعاؤں کو   شرفِ قبولیت کب عطا فرمائے گا تو
سوہنیا میں نے اپنا رب مانا ہے تجھے   مجھے اپنا کب بنائے گا تو
آرزو جنت کی، پر کام جہنم کے کروں   معاف کر کے مجھے کب اپنائے گا تو
شرم سے تیرے در پر جھک گیا ہوں   اپنے جوشِ رحمت سے مجھے کب اُٹھائے گا تو
سوہنیا میں نے اپنا رب مانا ہے تجھے   مجھے اپنا کب بنائے گا تو
ناخلف امتی ہوں میں تیرے حبیب کا   معاف کر کے اُنؐ کے قابل کب بنائے گا تو
میرا شفیع رویا میری کامیابی کے لیے   میرے انجام کو انؐ سے کب چھپائے گا تو
سوہنیا میں نے اپنا رب مانا ہے تجھے   مجھے اپنا کب بنائے گا تو
تو غنی از دو جہاں میں تیرا فقیر ٹھہرا   مجھے اپنے سوا بے نیاز کب بنائے گا تو
تو محبوبِ حقیقی میں عاشقِ نامراد   عاشقِ بامراد مجھے کب بنائے گا تو
سوہنیا میں نے اپنا رب مانا ہے تجھے   مجھے اپنا کب بنائے گا تو

ناچیز عبدالحلیم صدیق

لا تقنطوا من رحمة الله

نافرمانیوں سے بھر دیئے سارے خلا میں نے | یا رحیم کریمی اپنی دکھادے مجھے
گناہوں کی دلدل میں دھنسا ہوا ہوں میں | یا ہادی جہنم کی آگ سے بچالے مجھے
جانتا ہوں معافی کے قابل نہیں ہوں میں | لا تقنطوا کا جلوہ دکھادے مجھے

اس زندگی کو سب کچھ سمجھ لیا تھا میں نے | یا مومن آخرت کی یاد دلادے مجھے
قرآن پڑھ کر جہالت میں گزار دی زندگی | یا متین صراط مستقیم پر جمادے مجھے
جانتا ہوں معافی کے قابل نہیں ہوں میں | لا تقنطوا کا جلوہ دکھادے مجھے

الٰہی بندہ عاجز لوٹنا چاہتا ہے تیری طرف | یا عفو ہدایت کے راستہ پر چلادے مجھے
گناہوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ہوں میں | غرغرہ سے پہلے توفیقِ توبہ عطا فرمادے مجھے
جانتا ہوں معافی کے قابل نہیں ہوں میں | لا تقنطوا کا جلوہ دکھادے مجھے

آرزو ہے کہ بن جاؤں میں پجاری تیرا | معاف کر کے اصل گھر کا باسی بنادے مجھے
بیوی بچے ہیں آنکھوں کی ٹھنڈک میری | اُن کے لیے مشعلِ راہ بنادے مجھے
جانتا ہوں معافی کے قابل نہیں ہوں میں | لا تقنطوا کا جلوہ دکھادے مجھے

بنادے مجھے والدین کے لیے صدقہ جاریہ | یا رشید اپنی رشد کا مینار بنادے مجھے
معاف کر دے اس ناخلف کے والدین کو | یا غفور اُن کی معافی کا پروانہ تھمادے مجھے
جانتا ہوں معافی کے قابل نہیں ہوں میں | لا تقنطوا کا جلوہ دکھادے مجھے

صحابہؓ کے توسط سے پہنچا تیرا دین ہم تک | یا عزیز جنت میں اُن کا ہمسایہ بنادے مجھے
وہؐ سوجھے پاؤں کھڑا رہتا میرے لیے | اپنے سوہنے حبیب کا غلام بنادے مجھے
جانتا ہوں معافی کے قابل نہیں ہوں میں | لا تقنطوا کا جلوہ دکھادے مجھے

نعمتوں سے تو نے بھر دی میری جھولی | مالک اپنا شکر گزار بندہ بنادے مجھے
محبت میں تیری نم نہ ہوئیں آنکھیں میری | اپنی یاد میں رونے کا عادی بنادے مجھے
جانتا ہوں معافی کے قابل نہیں ہوں میں | لا تقنطوا کا جلوہ دکھادے مجھے

تیری خاطر تہجد کے لیے اُٹھ نہ سکا میں | خشوع نمازوں کا عادی بنادے مجھے
رول دیا نفس کو تیری نافرمانیوں سے میں نے | الٰہی راضی ہو کر اپنا پسندیدہ بندہ بنادے مجھے
جانتا ہوں معافی کے قابل نہیں ہوں میں | لا تقنطوا کا جلوہ دکھادے مجھے

ناچیز عبدالحلیم صدیق